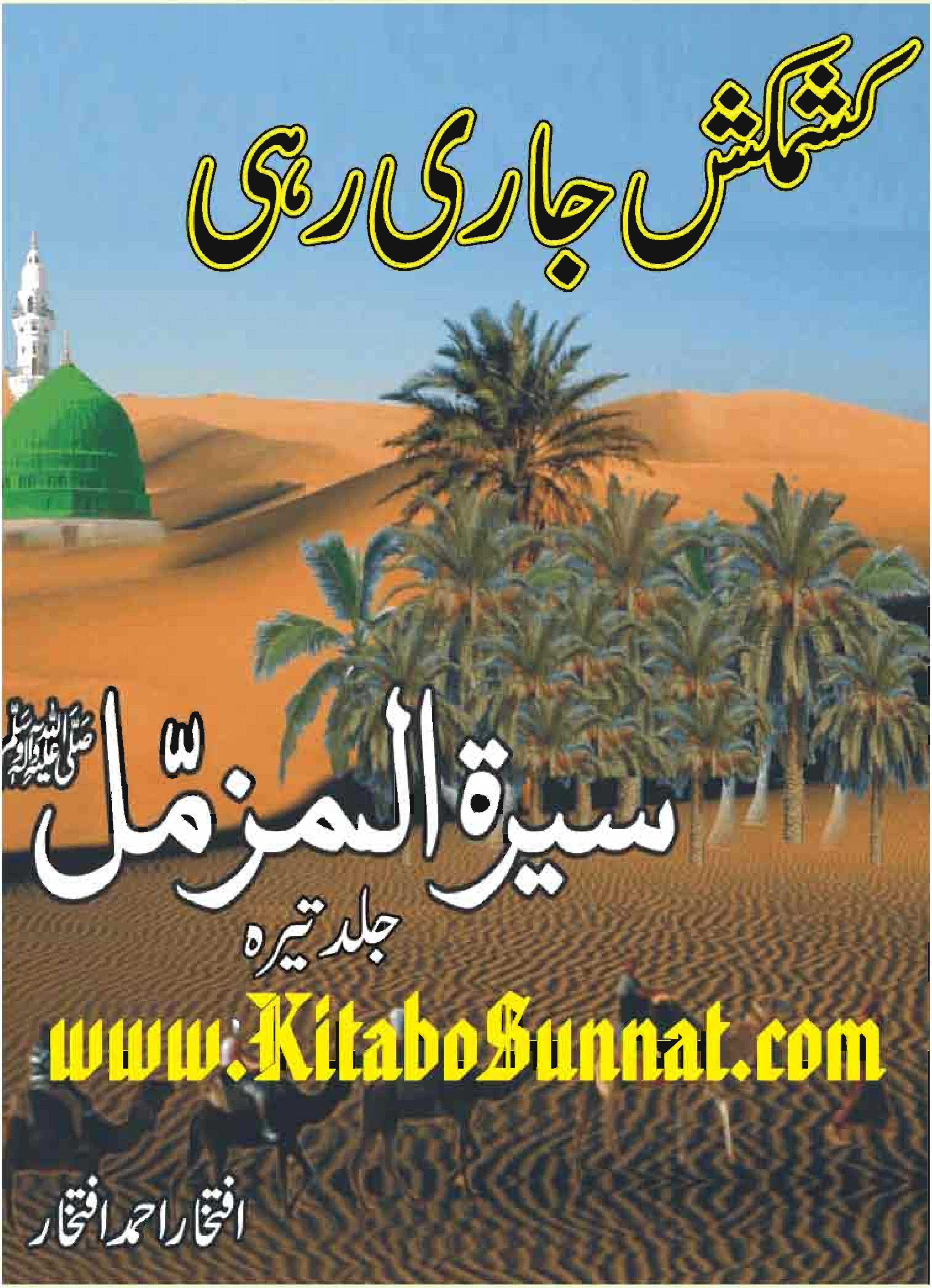


کشمکش جاری رہی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سیرۃ المزمّل
جلد تیرہ
www.KitaboSunnat.com
افتخار احمد افتخار

افتخار احمد افتخار



رہائش: ڈنگہ ضلع گجرات، تحصیل کھاریاں

فون : 03006281898

میل ایڈریس: ift1167@gmail.com

نام کتاب: سیرۃ المزمل ﷺ

جلد نمبر: جلد تیرہ (کشمکش جاری رہی)

سنہ تحریر: دسمبر 2012ء

کمپوزر: افتخار احمد افتخار

اہتمام: kitabosunnat.com

مطالعہ: https://kitabosunnat.com (محدث لائبریری)

بسم اللہ الرحمن الرحیم



جہنم کے دھکتے شعلے اس بات کے غماز ہیں کہ انسان حقیقت سے دور جا پڑا ہے ۔ اُس کے دامن میں سوائے الجھاوؤں کے کچھ بھی نہیں۔ اگرچہ وہ منزل کے شعور سے عاری نہیں مگر منزل کے تعین میں اُس نے ٹھوکر ضرور کھائی ہے ۔ بستی بستی شہر شہر گاؤں گاؤں لوگوں کے احوال ایک سے ہیں وہ دولت کے متلاشی ہیں ، سکون کے متلاشی ہیں ، رفعتوں کے متلاشی ہیں ۔معیار زندگی کے متلاشی ہیں، شہرت کے متلاشی ہیں۔حکومت و اقتدار کے متلاشی ہیں ، طاقت و قوت کے متلاشی ہیں اور اپنی اس تلاش میں ہلکان ہو ئے جاتے ہیں۔ظاہر سی بات ہے کہ انسان

کو اپنی اس تلاش میں اکثر و بیشتر ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ یہ ناکامی اُس کے اندر ایک ہیجان اور رد عمل کو جنم دیتی ہے اور یہی رد عمل انسانی معاشروں میں بگاڑ کا باعث بنتا ہے ۔اگرچہ دنیا کے مختلف خطوں میں اس رد عمل کی صورتیں بدلتی رہتی ہیں تاہم اُن میں ایک بات مشترک ہے کہ تب انسان اپنے خالق کے سامنے جوابدھی کے ہر احساس سے عاری ہو جاتا ہے اور اس احساس کے چھن جانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو نہ صرف اس دنیا میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اُس کی آخرت بھی تباہ ہو کے رہ جاتی ہے ۔چنانچہ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ دنیا کے اکثر معاشروں میں فرد کے اہداف اُس کے سوچے سمجھے نہیں ہوتے بلکہ وہ یونہی بھیڑ چال کا شکار ہو جاتاہے وہ لوگوں کو جس طرف بھاگتے دیکھتا ہے خود بھی اسی طرف بھاگ کھڑا ہوتا ہے تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اُن بھاگنے والوں میں ایک قلیل تعداد ایسے لوگوں کی ضرور ہوتی ہے جو بھاگنے سے پہلے کھڑے ہو کر چند لمحے سوچتے ضرور ہیں کہ یہ لوگ کیوں بھاگ رہے ہیں کس طرف بھاگ رہے ہیں ان کی آخری منزل کون سی ہو گی اور ایسے لوگ جلد ہی جان لیتے ہیں کہ انہیں اس دوڑ میں شامل نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ اُن کی عقل ان کی راھنمائی اس بات کی طرف کرتی ہے کہ لوگ جس طرف منہ اٹھائے بھاگ رہے ہیں اُس کے آخر میں کوئی منزل نہیں بلکہ محض ایک سراب ہے جو لوگوں کو اُن کی کوتاہ نگاھی کے باعث نظر نہیں آرہا ۔یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے اہداف اور اپنی منزل کا تعین سوچ سمجھ کر کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی راھنمائی کے لیے خالق خاص

اہتمام کرتا ہے اور لوگوں کا یہی قلیل گروہ ہے جو منزل پا جاتا ہے
اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ہم کو بھی اسی گروہ میں شامل کر لے جو اُس کے
سعادت مند لوگوں کا گروہ ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں اور خود کو
معاشرے کے عمومی بہاؤ کے ساتھ بہنے سے روک لیتے ہیں۔

حقیر

افتخار احمد افتخار

حسن ترتیب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ذیقعدہ 6 ہجری، بمطابق اپریل ، 628ء

فتح عظیم، معاہدہ حدیبیہ

بلاشبہ معاہدہ حدیبیہ کو عظیم الشان فتح قرار دیا جاسکتا ہے، اس لیے کہ اس معاہدے کے بعد اسلام اس قدر تیزی سے پھیلا جس کی خواہش آنحضرت محمد ﷺ برسوں سے کرتے چلے آئے تھے۔ مکہ سے ہجرت کرنے کے بعد بھی اہل قریش نے مسلمانوں کا پیچھا نہ چھوڑا۔ وہ ریاست مدینہ کو مٹا دینے کے عزم سے بدر و احد اور خندق کے میدانوں میں اترے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کی مدد و اعانت سے مسلمان اُن پہ غالب رہے اور اُن کی مراد پوری نہ ہوسکی۔ تاہم دشمنی اور تناؤ کی صورت حال بدستور قائم تھی اس لیے کہ قریش نے مسلمانوں کے خلاف دشمنی کا ایسا محاذ قائم کر رکھا تھا جس کو چھوڑنے کے لیے وہ تیار نہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے وہ صحابہ جو مکہ سے آپ ﷺ کے ساتھ ہجرت کر کے آئے تھے جنھوں نے اپنا دین بچانے کی خاطر اپنے وطن کو چھوڑا تھا وہ کبھی بھی اور کسی بھی لمحے اپنے وطن کو بھولے نہ تھے اور نہ وہ اللہ کے اُس متبرک گھر کو بھولے تھے جس کے وہ حقیقی وارث تھے۔ مگر طرفہ تماشا تو یہ تھا کہ سارے عرب کو حج و عمرہ کرنے کی اجازت تھی صرف مسلمان تھے جن پہ قریش نے حرم

کے دروازے بند کر رکھے تھے۔صحابہ نبی اکرم ﷺ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے رہتے تھے کہ وہ بیت اللہ شریف جانا چاہتے ہیں، حج وعمرہ کرنا چاہتے ہیں جو اُن کا حق ہے۔تب نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو دلاسا دیتے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم حج وعمرہ کریں گے اور مکہ کی وادیٔ میں اتریں گے۔مسلمان چھ سال سے اُس گھڑی کو ترس رہے تھے جب نبی اکرم ﷺ اُن کو حج وعمرہ پہ چلنے کی خوشخبری عطا فرمائیں۔چنانچہ ذیقعدہ چھ ہجری میں آخر آرزؤں بھری وہ ساعت آ گئی جب نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے کہا تیاری کرلو ہم عنقریب عمرے کے لیے روانہ ہوا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ انصار ومہاجرین کے ساتھ مکہ میں اترے ہیں اور مناسک حج ادا کر رہے ہیں۔چنانچہ شہر مدینہ کے مسلمانوں میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی کہ وہ عمرے کو جانے والے ہیں۔لوگ پوری لگن اور ذوق کے ساتھ تیاری میں مشغول ہو گئے۔نبی اکرم ﷺ نے عرب کے دیگر قبائل کو بھی عمرے پہ نکلنے کی ترغیب دلائی مگر انھوں نے گریز کی راہ اختیار کی اس لیے کہ اُن کے خیال میں قریش مسلمانوں کو کبھی بھی مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے جس کے نتیجے میں خوفناک جنگ متوقع تھی۔چنانچہ اسلام قبول کر لینے کے باوجود بنی غفار، بنی مزنیہ، بنی جہنیہ اور بنو اسلم کے لوگ آپ ﷺ کے ہمراہ نہ نکلے کہ اُن کے دلوں میں قریش کا خوف بھرا ہوا تھا۔

✡✡✡✡✡✡✡

تاہم نبی اکرم ﷺ نے اِن لوگوں کی پرواہ نہ کی اور جو صحابہ تیار ہو چکے تھے اُن کو ساتھ لے کر مکہ کی طرف اپنے سفر کا آغاز کیا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار ہوئے مدینہ میں حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثیؓ کو اپنا نائب مقرر کیا [1*] اور پندرہ سو صحابہ کے ساتھ مکہ کا رخ کیا[2*] ۔ازواج مطہرات میں سے اس مرتبہ قرعہ حضرت اُم سلمیٰ کے نام نکلا اس لیے وہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھیں۔آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اور

آپ ﷺ نے ذوالخلیفہ کے مقام سے ہی احرام باندھ لیا تھا۔بعض صحابہ نے آپ ﷺ کی پیروی میں احرام باندھ لیا جب کہ بعض نے اس میں تاخیر کی۔نبی اکرم ﷺ کا ارادہ چونکہ صرف عمرہ کرنے کا تھا اور وہ عربوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے جنگی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لیے تھے صرف وہ تلوار تھی جو عربوں کے لباس کا حصہ تصور کی جاتی تھی۔اس کے علاوہ اور کچھ نہ تھا سوائے قربانی کے جانوروں کے جو دور سے دکھائی دے جاتے تھے۔اس کے باوجود جب قریش کو یہ اطلاع ملی کہ نبی اکرم ﷺ مکہ کی طرف نکل آئے ہیں تو انھوں نے دارالندوہ میں قریش کا اہم اجلاس بلا لیا جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ مسلمانوں کو کسی صورت شہر مکہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے گا چاہے اس کے لیے انھیں جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔نبی اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی اونٹنیوں کے گلے میں قلاوہ ڈالا جا چکا تھا جس کو تمام عرب پہچانتے تھے کہ یہ قربانی کے اونٹ ہیں قربانی کے اونٹوں کی تعداد ستر بیان کی گئی ہے۔آنحضرت محمد ﷺ نے مدینہ سے نکلنے سے پہلے ہی اپنے کچھ لوگوں کو آگے روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ آپ ﷺ کو قریش کے ردعمل سے آگاہ کر سکیں۔

چنانچہ جب آپ ﷺ کا قافلہ دو دن کے سفر کے بعد عسفان کے مقام پہ پہنچا تو آپ ﷺ کے جاسوسوں میں سے حضرت بشر ابن سفیانؓ عاتکی آپ ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو بتایا کہ قریش جنگ پہ آمادہ ہیں۔وہ مکہ سے نکل آئے ہیں اور ذی طویٰ تک پہنچ گئے ہیں وہ اپنی عورتوں بچوں اور شیر دار اونٹنیوں کو بھی اپنے ساتھ نکال لائے ہیں اور عرب تب ایسا کیا کرتے جب وہ جی جان کی بازی لگانا چاہتے اور خالد بن ولید دو سو سواروں کے ساتھ کراع غمیم تک بڑھ آئے ہیں۔

بشر بن ابی سفیان کی اس اطلاع کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش کے رویے پہ افسوس کرتے ہوئے فرمایا،افسوس کہ جنگوں نے قریش کھوکھلا کر دیا،کیا حرج تھا اگر وہ میرے اور عربوں کے درمیان رکاوٹ نہ بنتے کہ اگر عرب مجھ پہ غالب آجاتے تو قریش کی خواہش پوری

ہو جاتی اور اگر اللہ تعالیٰ مجھے عربوں پہ غلبہ عطا فرما دیتا تو وہ اسلام میں داخل ہو جاتے اگر وہ اسلام میں داخل نہ بھی ہوتے تب بھی اُن کے پاس قوت تو ہوتی۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنا رخ صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا؛

قریش کیا خیال کرتے ہیں کہ وہ مجھے اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے سے روک دیں گے خدا کی قسم میں اِن لوگوں سے برسرِ پیکار رہوں گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو اُن پہ غلبہ عطا فرما دے یا اس کوشش میں میری جان چلی جائے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا:

تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو مجھے کسی اور راستے سے مکہ کی طرف لے جائے جو غیر معروف ہو اور جس پہ قریش کا سامنا ہونے کی توقع نہ ہو۔

بنو اسلم کا ایک شخص ناجیہ ابن جندب آگے بڑھا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں ایک ایسے راستے سے آگاہ ہوں جس پہ چل کے آپ ﷺ مکہ پہنچ سکتے ہیں جو غیر معروف اور ویران ہے مگر قدرے دشوار گزار ہے۔

آپ ﷺ نے اُسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا جو اس بات کی اجازت تھی کہ وہ راہنمائی کرے اس کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا روانہ ہو جاؤ۔

چنانچہ صحابہ رسول ﷺ کا یہ قافلہ اُس دشوار گزار راستے سے ہوتا ہوا جب حدیبیہ کے مقام پہ پہنچا جو مکہ کی زیریں سمت واقع ہے تو آنحضرت محمد ﷺ کی اونٹنی قصویٰ بیٹھ گئی۔

صحابہ نے اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر اونٹنی اٹھنے پہ آمادہ نہ ہوئی۔

لوگوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی اڑ گئی ہے۔

آنحضرت محمد ﷺ نے صحابہ کو فرمایا میری اونٹنی نہیں اڑی اور نہ ہی یہ اس کی عادت ہے اسے اُس قادرِ مطلق نے روک دیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔ چنانچہ جب لوگوں نے جانا کہ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہے تو انھوں نے وہیں پڑاؤ کیا تاہم چونکہ دور دور تک پانی

دکھائی نہ دیتا تھا اس لیے صحابہ کو تشویش ہوئی اور وہ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

یارسول ﷺ پانی کہیں بھی نہیں ہے۔

تاہم کچھ صحابہ جو پانی کی تلاش کر رہے تھے انھوں نے ایک پرانا کنواں کھوج لیا تھا جس میں بہت نیچے تھوڑا سا پانی موجود تھا اور اس کنویں کا نام حدیبیہ بیان کیا گیا ہے اسی لیے اس بستی کو حدیبیہ کہا گیا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا پھر اُس پہ کچھ پڑھ کے پھونکا اور حضرت براء بن عازبؓ سے فرمایا تم نیچے اترو اور کنویں میں یہ تیر گاڑ دو انھوں نے ایسا ہی کیا۔

صحابہ نے کہا! خدا کی قسم پھر تو اُس کنویں سے پانی جیسے ابلنے لگا ہو۔

ہم چودہ سو لوگ تھے جنھوں نے اس پانی سے اپنی پیاس بجھائی اور اپنے اونٹوں کو بھی پانی پلایا مگر کنویں کے پانی میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی۔

نبی اکرم ﷺ کے لیے بھی خیمہ لگا دیا گیا جس میں حضرت اُم سلمٰی اتریں۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنا چہرہ مکہ کی طرف کیا اور صحابہ سے کہا:

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے آج قریش مجھ سے کچھ بھی مانگیں جس میں صلہ رحمی یعنی رشتہ داری کا احترام پایا جاتا ہو میں انھیں عطا کر دوں گا کیوں میں اُن سے جنگ نہیں چاہتا۔

خالد بن ولید نے مقام عسفان ہی سے مسلمانوں کو راستہ بدلتے دیکھ لیا تھا اور وہ واپس مکہ روانہ ہو گیا تا کہ وہ نئی صورت حال پر اپنے سرداروں سے مشاورت کر سکے۔ تاہم قریش کے نقطہ نظر میں کوئی تبدیلی نہ آئی تھی انھوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے شہر کا دفاع کریں گے اور مسلمانوں کو اس میں داخل ہونے سے روکیں گے۔ انھوں نے خالد بن ولید کو اُن کے دستے کے ساتھ واپس بھیج دیا اور اُن سے کہا وہ طاقت کے زور پہ مسلمانوں کو روکیں۔

آنحضرت محمد ﷺ حدیبیہ کے مقام پہ اپنے صحابہ کے ساتھ موجود تھے اور آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ کسی طرح جنگ کے بغیر معاملات خوش اسلوبی سے حل ہو جائیں مگر قریش اس امر کی راہ میں رکاوٹ بن چکے تھے۔

حدیبیہ میں آنحضرت محمدﷺ سے ملاقات کے لیے بنوخزاعہ کا ایک وفد آیا۔یاد رہے کہ اسلام قبول نہ کرنے کے باوجود بنوخزاعہ نبی اکرمﷺ اور مسلمانوں کا دم بھرتے تھے اور اہل قریش کی مخالفت کرتے تھے۔

چنانچہ جب بنوخزاعہ کا سردار بدیل بن ورقہ آپ ﷺ کی ملاقات کو پہنچا تو آپ ﷺ نے صحابہ کو اِن کی عزت وتکریم کا حکم دیا۔بدیل بن ورقہ نے نبی اکرمﷺ سے دریافت کیا آپ ﷺ یہاں کیوں تشریف لائے ہیں۔

نبی اکرمﷺ نے فرمایا؛

کیا تم مجھے احرام کی دو چادروں میں نہیں دیکھتے کیا تمھیں ہمارے اونٹوں کے گلے میں پڑا قلاوہ نظر نہیں آیا۔

اُس نے کہا! میں نے یہ سب دیکھا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا! ہم عمرے کی نیت سے آئے ہیں مگر اہل قریش ہماری راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

بدیل بن ورقا نبی اکرمﷺ کے پاس سے رخصت ہوا اور مکہ پہنچا۔

اُس نے ابوسفیان سے کہا؛

تم لوگ آنحضرت محمدﷺ کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالو۔

ابوسفیان نے بدیل بن ورقہ کو ڈانٹ دیا اور کہا؛

تم حکومت کی اُن باریکیوں کو نہیں جانتے جن کو ہم جانتے ہیں، نبی اکرمﷺ ہمیں دھوکا دے کر مکہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں جس کے بعد وہ مکہ پہ قبضہ کرلیں گے۔کیا تم چاہتے کہ عرب

بھر کے لوگ ہم کو یہ طعنہ دیں کہ نبی اکرم ﷺ دن دیہاڑے ہمارے شہر میں طاقت کے زور پہ داخل ہو گئے ہیں اور کوئی اُن کو روکنے والا نہ تھا۔

بدیل بن ورقا خاموش ہو گیا اس کے بعد قریش نے اپنی پہلی سفارت کے طور پر مکرز ابن حفص کو اپنا قاصد بنا کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔

مکرز بن حفص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے اُس پہ واضح کر دیا ہم صرف عمرے کی نیت سے آئے ہیں اور جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

مکرز بن حفص واپس چلا گیا اور قریش تک نبی اکرم ﷺ کی بات پہنچا دی۔

اس کے بعد اہل قریش نے احابیش کے سردار حلیس ابن عقلمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے حلیس کو آتے دیکھا تو آپ ﷺ نے فرمایا؛

یہ اچھا آدمی ہے اس کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہے جو مذہبی شعار کا احترام کرتے ہیں اس لیے اپنے اونٹوں کو اس کے سامنے لاؤ اور اپنے احرام کو واضح کرو۔

حلیس نے یہ سارا منظر دیکھا تو وہ حقیقت تک پہنچ گیا وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے بغیر ہی واپس چلا گیا۔

اُس نے اہل قریش کو مخاطب کیا اور کہا؛

بخدا ! میں نے وہاں وہ باتیں دیکھیں ہیں جن کی موجودگی میں آنحضرت محمد ﷺ اور اُن کے ساتھیوں کو مکہ میں داخل ہونے سے منع کرنا مناسب نہیں، اس لیے کہ میں نے وہاں ہدی کے وہ جانور دیکھے ہیں جن کے گلوں میں اتنے دن کے قلاوے ہیں کہ اُن کی گردنوں سے بال تک اڑ گئے ہیں اور مسافروں کے جسم پہ سفر کی گرد ہے اور وہ بغیر ہتھیاروں کے ہیں۔

ابوسفیان نے حسب عادت حلیس کو ڈانٹ دیا اور کہا؛

تم جیسا جاہل آدمی مسلمانوں کے فریب کو نہیں سمجھ سکتا اس لیے ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ ہم خود

ہی اس معاملے کو دیکھ لیں گے۔

تاہم حلیس ایک طاقتور قبیلے کا سربراہ تھا اس لیے اُس نے قریش کی اس رعونت کا برا منایا اور قریش سے کہا؛

اگر ایسی بات ہے تو یاد رکھو تمام احابیش کا لشکر رسول اللہ ﷺ کی پشت پہ ہوگا پھر ہم دیکھیں گے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے کون روکتا ہے اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہم نے تم سے مسلمانوں کے خلاف جو اتحاد کر رکھا ہے اُس کا یہ مقصد نہیں کہ تم لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روک دو۔

اہل قریش جانتے تھے کہ اُس نے جو بات کی ہے وہ اسے کر دکھانے کی قدرت بھی رکھتا ہے اس لیے قریش نرم پڑ گئے اور حلیس بن عقلمہ کی منت سماجت کرنے لگے۔

اس کے بعد قریش نے باہم مشاورت سے عروہ بن مسعود ثقفی کو چنا کہ وہ اِن کا قاصد بن کے نبی اکرم ﷺ کے پاس جائے۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے صاف انکار کر دیا۔

اُس نے کہا؛

تم جو بھی قاصد رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجتے ہو جب وہ واپس آتا ہے تو تم اُس کی بے عزتی کرتے ہو اس لیے میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ مجھے بھی بے عزت کرو۔

قریش نے اُس سے کہا؛

ہمیں تمھاری دانش و فراست پہ پورا اعتماد ہے اور تمھاری شخصیت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے اس لیے تم رسول اللہ ﷺ کی طرف روانہ ہو جاؤ ہمیں تمھارے سلیقے پہ اعتماد ہے۔

تب عروہ بن مسعود روانہ ہو گیا۔

وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچا اور نبی اکرم ﷺ سے کہا:

اے محمد! عربوں میں کبھی اس طرح نہیں ہوا جس طرح آپ نے کیا ہے آپ جانے کہاں کہاں

سے لوگ اکٹھے کر کے اپنے خاندان کا خون بہانے چلے آئے ہیں مگر یاد رکھیں آپ نے یہ جو بھانت بھانت کے لوگ اپنے گرد جمع کر رکھے ہیں خدا کی قسم یہ قریش جیسے قبیلے کا کبھی مقابلہ نہیں کر سکتے جونہی جنگ کی چکی چلی یہ لوگ آپ کو تنہا چھوڑ کے بھاگ نکلیں گے۔

حضرت ابوبکر صدیق اس وقت آنحضرت محمد ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے ڈانٹ کے عروہ سے کہا؛

تم کہتے ہو ہم بھاگ جائیں گے خدا کی قسم! ایسا کبھی نہیں ہوگا۔

عروہ نے حضرت ابوبکر صدیق کی طرف دیکھا اور نبی اکرم ﷺ سے پوچھا؟

یہ کون ہے۔

یہ ابن ابی قحافہ ہیں۔

عروہ بن مسعود نے کہا؛

اے ابو قحافہ! اگر تم پہ میرا احسان نہ ہوتا تو میں تمھیں اس سے بہتر جواب دیتا۔

اس کے بعد عروہ نبی اکرم ﷺ سے اہل قریش کی باتیں کرنے لگا۔ قریش کی عادت تھی کہ وہ بات کرتے ہوئے مخاطب کی داڑھی پکڑ لیا کرتے تھے۔

اس لیے عروہ نے بھی کئی بار نبی اکرم ﷺ کی داڑھی پکڑی۔

مگر حضرت مغیرہ ابن شعبہ کو یہ بات بری لگ رہی تھی اس لیے جونہی عروہ نبی اکرم ﷺ کی داڑھی کو پکڑتا مغیرہ اپنی تلوار کے دستے سے اسے دور ہٹا دیتے۔

چونکہ انھوں نے خود پہن رکھا تھا اس لیے عروہ نے اُن کو نہ پہچانا۔

چنانچہ بات چیت جاری تھی اور ایک بار پھر عروہ نے اپنا ہاتھ آنحضرت محمد ﷺ کی داڑھی کی طرف بڑھایا تو مغیرہ نے اپنی تلوار میان سے باہر نکال لی اور عروہ سے کہا؛

کسی مشرک کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو چھوئے اس لیے اگر اب تم نے رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کو پکڑا تو تمھارا ہاتھ سلامت واپس نہ جائے گا۔

عروہ نے مڑ کے دیکھا اور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا؟

اے محمد! یہ شخص کس قدر درشت مزاج ہے جو آپ کی موجودگی میں ہی میری توہین کر رہا ہے۔ یہ کون ہے؟

عروہ کے اس سوال پہ نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا؛

تمھارا ہی بھتیجا ہے مغیرہ ابن شعبہ۔

چنانچہ عروہ نے حضرت مغیرہ ابن شعبہؓ کو مخاطب کیا اور ڈانٹا؛

تو کتنا احسان فراموش ہے ابھی کل کی بات ہے میں نے تجھے عکاظ کے بھرے میلے میں رسوائی سے بچایا تھا۔ چنانچہ عروہ نبی اکرم ﷺ سے مذاکرات کے بعد واپس مکہ روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کے اہل قریش کو مخاطب کرتے ہوئے کہا؛

اے گروہ قریش! میں کسریٰ کے دربار میں بھی گیا ہوں اور قیصر کے دربار میں بھی گیا ہوں میں نے شاہ حبشہ نجاشی کے دربار کی عظمت بھی دیکھی ہے مگر بخدا میں نے جس طرح کے مناظر آنحضرت محمد ﷺ کے سادہ سے دربار میں دیکھے ہیں وہ کہیں نہیں دیکھے۔ وہ قوم آنحضرت محمد ﷺ کی اس حد تک تکریم کرتی ہے کہ میں نہیں خیال کرتا کہ وہ کبھی اُن سے غداری بھی کریں گے لہٰذا اب تم میری بات غور سے سن لو میری نصیحت یہ ہے کہ تم اُن کے راستے سے ہٹ جاؤ کیونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم اِن لوگوں کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔

قریش نے اُن کی باتیں سنیں اور چپ ہو رہے مگر اُن کے موقف میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ دراصل قریش دوہری مصیبت میں مبتلا تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اُن کی عزت و تکریم کا باعث اللہ کا یہ محترم گھر ہے اور اُن کو قطعاً یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی کو بیت اللہ کے طواف سے روکیں۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اہل عرب کی حمایت حاصل کر لیں کیونکہ اس صورت میں لوگ اُن سے کہیں گے قریش لوگوں کو بیت اللہ کی زیارت سے روکتے ہیں اس لیے انھوں نے اپنی پالیسی تبدیل کر لی اور راتوں کو مسلح افراد کے دستے حدیبیہ بھیجنے لگے تا کہ مسلمان ڈر کے

بھاگ جائیں۔

مگر مسلمانوں نے اُن کی اس چال کو بھی اُن پہ الٹ دیا۔

اس لیے کہ جب ایک رات جب تاریکی گہری ہوگئی تو قریش کے نوجوانوں نے مسلمانوں پہ تیراندازی اور پتھراؤ شروع کر دیا اُن کا خیال تھا کہ مسلمان غافل ہیں مگر یہ اُن کی بھول تھی اس لیے مسلمانوں نے اُن کو پشت سے گھیر لیا اور تمام شر پسندوں کو گرفتار کر لیا۔

جب عربوں کو معلوم ہو گیا کہ اہل قریش نے عمرہ پہ آنے والے مدینہ کے قافلے پہ حملہ کیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے ان تمام قیدیوں پہ احسان کرتے ہوئے انھیں رہا کرنے کا حکم دے دیا جو قریش کی اخلاقی روایات کے لیے ایک نیا چیلنج تھا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ قریش نے دو دفعہ مسلمانوں کے کیمپ پہ حملہ کیا تھا ایک بار رات کے وقت اور ایک وقت نماز فجر کے وقت۔

مگر دونوں بار حملہ آور گرفتار ہوئے اور دونوں بار اُن کو رہا کر دیا گیا۔

قریش نے کئی سفارت کار بھیجے مگر مذاکرات کامیاب نہ ہوئے تب نبی اکرم ﷺ نے اپنی طرف سے سفارت کار بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ کو طلب کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے کہا! یارسول اللہ ﷺ مجھے قریش کی طرف سے جان کا خطرہ ہے اس لیے کہ میرے قبیلے سے ایسا کوئی فرد مکہ میں موجود نہیں جو میری حمایت میں کھڑا ہو، کیوں نہ میں آپ ﷺ کو ایک ایسے شخص کا نام بتاؤں جو شہر مکہ میں مجھ سے زیادہ باعزت ہے اور اُن کے قبیلے کے لوگ بھی وہاں موجود ہیں اور وہ حضرت عثمان بن عفانؓ ہیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمر کا مشورہ قبول کر لیا اور حضرت عثمانؓ کو حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اہل مکہ کو ہماری اصل غرض وغایت سے آگاہ کریں۔

حضرت عثمانؓ مکہ روانہ ہو گئے۔

ابھی حضرت عثمانؓ مکہ بھی نہ پہنچے تھے کہ حضرت عثمانؓ کی ملاقات اپنے بچپن کے دوست اور چچا

زاد بھائی ابان بن سعید ابن عاص[3*] سے ہوئی جنھوں نے حضرت عثمانؓ کو اپنی پناہ میں لے لیا تا کہ قریش انھیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔

ابان بن سعید حضرت عثمانؓ کے آگے آگے چل رہے تھے تا کہ لوگ جان جائیں کہ حضرت عثمانؓ اُن کی پناہ میں ہیں اسی طرح وہ حرم پاک میں داخل ہوئے جہاں اہل قریش اپنی مجلس سجائے بیٹھے تھے۔

حضرت عثمانؓ انھی کی طرف چل دیئے اُن سب نے حضرت عثمانؓ کی خوب تکریم کی۔

انھوں نے اہل قریش کے سردار ابوسفیان کو مخاطب کیا اور کہا؛

ہم لوگ عمرے کے لیے آئے ہیں نبی اکرم ﷺ تمھارے چچازاد ہیں تمھیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ تم کسی کو اللہ کے گھر کے طواف سے روکو۔

ابوسفیان نے روکھا سا جواب دیا۔

محمد (ﷺ) ہماری مرضی کے خلاف مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے تاہم اگر آپ چاہیں تو بیت اللہ کا طواف کر لیں ہماری طرف سے اجازت ہے۔

حضرت عثمانؓ نے اُن کی اِس پیشکش کو مسترد کر دیا اور کہا؛

خدا کی قسم! جب تک آنحضرت محمد ﷺ طواف نہ کر لیں میں طواف نہ کروں گا۔

حضرت عثمانؓ مکہ ہی میں رک گئے یا بعض مورخین نے کہا کہ قریش نے انھیں مزید مشاورت کے لیے روک لیا تھا۔

✡ ✡ ✡

بیری کے نیچے رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ سے بیعت لی اور مسلمانوں نے قتل ہونے تک جنگ کرنے کا عہد کرلیا تو اللہ نے مسلمانوں کی آزمائش کم کر دی کہ اس کے بعد مسلمانوں کا پلڑا کفار کے مقابل ہمیشہ بھاری رہا۔

بیعت رضوان

اُدھر حدیبیہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل قریش نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے۔ نبی اکرمﷺ تک یہ خبر پہنچی تو آپﷺ کو بہت دکھ پہنچا۔

چنانچہ اس کے بعد آنحضرت محمدﷺ نے لوگوں کو بیعت کی طرف بلایا۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ؛

صحابہ درختوں کے نیچے یا اپنے خیموں میں یا اپنے اونٹوں کے سائے میں آرام کر رہے تھے کہ اچانک ہی حضرت عمرؓ کی آواز بلند ہوئی آپ نے کہا؛

لوگوں بیعت کی طرف آؤ روح القدس یعنی حضرت جبرائیل اللہ کا حکم لے کر اتر چکے ہیں۔

صحابہ تیزی سے آنحضرت محمدﷺ کے گرد جمع ہونے لگے۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ؛

آنحضرت محمدﷺ حدیبیہ کے مقام پہ ببول کے ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور میں اُس درخت کی ٹہنیوں کو اپنے بازو سے اٹھائے ہوئے تھا تا کہ وہ رسول اللہﷺ کے چہرے پہ نہ گریں۔ صحابہ کے جمع ہونے پہ آنحضرت محمدﷺ نے اُن کو بتایا کہ یہ خبر ہم تک پہنچی ہے کہ اہل قریش نے ہمارے قاصد عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا ہے تو اگر چہ ہم جنگ کے لیے نہیں آئے تھے مگر اب ہم جب تک ہم عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا قصاص نہ لے لیں گے اس وقت تک ہم چین سے نہ بیٹھیں گے۔ چنانچہ صحابہ نے فرمایا کہ اُس روز ہم نے فتح یا موت پہ رسول اللہﷺ کے

ہاتھ پہ بیعت کی۔سب سے پہلے حضرت سنان بن ابی سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی،اس کے بعد اُن کے بیٹے سنان رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر ہم سب نے جو تقریباً ایک ہزار چار سو تھے نے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔سوائے ایک شخص کے جس کا نام جد بن قیس بیان کیا گیا ہے۔

لوگوں نے کہا وہ منافق تھا اور اُس کا نفاق غزوہ تبوک میں کھل کے سامنے آ گیا تھا۔ایک صحابی نے روایت کی ہے کہ بخدا مجھے وہ منظر پوری طرح یاد ہے جب ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پہ ببول کے اُس درخت کے نیچے ایک تپتی دوپہر میں موت یا فتح کی بیعت کی تھی تو میں نے جد بن قیس کو دیکھا جو اپنے اونٹ کی پشت کی طرف ہو لیا اور وہ خود کو لوگوں سے چھپانا چاہتا تھا۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛

بیعت رضوان کی دوپہر میں نے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پہ تین دفعہ بیعت کی میں پہلے لوگوں میں بھی شامل ہوا پھر درمیانی لوگوں میں بھی شامل ہوا اور آخر میں آنے والوں کے ساتھ بھی میں نے حصول برکت کے لیے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کی۔جب تمام صحابہ بیعت کر چکے تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے خود بیعت کی آپؐ نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پہ رکھا اور اللہ تعالیٰ سے فرمایا؛

اے اللہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے کیونکہ وہ تیرے اور تیرے رسول کے کام سے گیا ہوا ہے۔آنحضرت محمد ﷺ نے بیعت رضوان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے ہاتھ پہ اُس روز موت کی بیعت کرنے والے کسی شخص کو آگ نہ چھوئے گی۔ببول کے اُس درخت کے نیچے آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پہ بیعت کرنے والے صحابہ اپنی عظمت میں دنیا کے بلند ترین لوگ تھے۔اگرچہ سارے عرب شجاع تھے کہ اُن کے معاشرے میں بزدلی کو ایک عیب تصور کیا جاتا تھا مگر بیعت رضوان کرنے والوں کی شجاعت اُن سے وراء تھی اس لیے کہ وہ

بے سروسامان تھے دشمن کے علاقے میں تھے جنگی حالت میں نہ تھے ہتھیاروں کے بغیر تھے مسافرت اور غربت میں تھے اس کے باوجود انھوں نے اللہ کے رسول کی پکار پہ لبیک کہنے میں ایک پل بھی نہ لگایا اس لیے کہ اُن کو یقین کی اُس دولت سے نوازا گیا تھا جس سے بعد والے محروم رکھے گئے، اُن کو ستاروں سے تشبیہ دی گئی اور زمین کے سینے پہ لوگوں کا بہترین گروہ قرار دیا گیا اور یہ بھی بتا دیا گیا کہ بعد میں آنے والے اُس درجے کو کبھی نہیں پہنچ سکتے جن رفعتوں سے نبی اکرمﷺ کے اصحاب کو نوازا گیا تھا اُن کی اس جانثاری کو شرف قبولیت بھی فوراً ہی عطا کر دیا جاتا ہے اور حضرت جبرائیل اِن سربلند لوگوں کا قصیدہ کہتے ہوئے نزول فرماتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے!

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

القرآن الحکیم (سورۃ فتح 48 ؛ آیات 17)

ترجمہ؛

"اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اِن کے دلوں کا حال اُس کو معلوم تھا اس لیے اُس نے اِن پہ سکینت نازل فرمائی اور اُن کو انعام میں قریبی فتح بخشی"۔

✡✡✡✡✡✡✡

اہل مکہ کو جب بیعت رضوان کا علم ہوا تو وہ گھبرائے اس لیے کہ وہ مسلمانوں کی جانثاری اور شجاعت سے بخوبی واقف تھے، وہ بدر و احد کے تجربے سے گزر چکے تھے جو اُن کے لیے کچھ

زیادہ خوشگوار نہ تھے۔ چنانچہ انھوں نے پہلے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حدیبیہ روانہ کیا تا کہ مسلمانوں کو جو غلط فہمی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے اس کے بعد انھوں نے مذاکرات کے لیے ایک اور وفد آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا تا کہ کوئی درمیانی رستہ تلاش کیا جا سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ اہل مکہ نے مسلمانوں کو شہر مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اس کے باوجود خود اُن میں بھی جنگ کی طاقت نہ تھی اور وہ اس سے گریز کرنا چاہتا تھے۔ چنانچہ سہیل بن عمرو کی قیادت میں قریش کا ایک وفد حدیبیہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے مذاکرات کر سکے۔

✡ ✡ ✡



اس وفد کا سربراہ سہیل بن عمرو تھا قریش نے اُن کی معاونت کے لیے مکرز ابن حفص اور حویطب ابن عبدالعزیٰ کو بھی سہیل بن عمرو کے ساتھ روانہ کیا تھا۔سہیل بن عمرو کو دیکھ کر آنحضرت محمد ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا!اللہ نے تم پہ آسانی فرمائی ہےقریش تم سے معاملہ کرنا چاہتے ہیں اسی لیےانھوں نےسہیل بن عمروکوروانہ کیا ہے۔سہیل بن عمرو نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضرہوااوردوزانوں ہوکے بیٹھ گیا اُس نے کہا!میں قوم قریش کی طرف سےآپ کےساتھ معاملہ کرنےآیاہوں انھوں نے مجھے سارااختیاردیاہےآپ بھی قریش کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں آخروہ آپ ہی کا خاندان ہے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ اور سہیل بن عمرو کے مابین کئی گھنٹے تک مذاکرات چلتے رہے اس کے بعد وہ ایک معاہدے پہ پہنچے جسے صلح حدیبیہ کہا گیا ہے۔

جب معاہدے کی شرائط طے پاگئیں تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ تحریر لکھیں۔

چنانچہ انھوں نے لکھنا شروع کیا اور عادت کے مطابق بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سے شروع کیا مگر سہیل بن عمرو نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑلیا اور کہا؛

ہم اِن الفاظ کو نہیں جانتے تم لکھو **بِاسْمِكَ اللّٰھُمَّ** مسلمانوں کو یہ بات انتہائی ناگوار گزری اور حضرت عباد بن بشرؓ نے بلند آواز سے کہا ہم تو یہی لکھیں گے اگر تم کو پسند نہ ہو تو ہمیں تمھارا یہ

معاہدہ منظور نہیں۔

تاہم آنحضرت محمدﷺ نے صحابہ کو چپ کرایا اور کہا؛

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ ہی لکھ دو۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھا **هٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ** مگر سہیل بن عمرو نے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روک دیا اور کہا؛

اگر ہم محمد (ﷺ) کو اللہ کا رسول مانتے تو پھر جھگڑا کس بات کا تھا۔

تم محمد بن عبداللہ لکھو۔

صحابہ میں ایک شور مچ گیا اور وہ سہیل بن عمرو کی اس شرط بہت سیخ پا ہو گئے تھے تاہم آنحضرت محمدﷺ نے صحابہ سے کہا؛

خدا کی قسم میں اللہ کا رسول ہوں مگر یہ نہیں مانتے۔

تاہم میں محمد بن عبداللہ بھی تو ہوں اس لیے تم محمد بن عبداللہ ہی لکھو!

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا؛

میں تو اِن الفاظ کو نہیں مٹاؤں گا جو میں لکھ چکا ہوں۔

تب آنحضرت محمدﷺ نے خود اپنے ہاتھ سے یہ تبدیلی کی اور محمد رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھ دیا اس کے بعد معاہدہ تحریر کر دیا گیا"۔

معاہدہ یہ تھا۔

بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ هٰذَا مَا اصْطَلَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَسُهَيْلُ بْنُ عَمْرٍو وَاصْطَلَحَا عَلٰى وَضْعِ الْحَرْبِ عَشْرَ سِنِيْنَ يَاْمَنُ فِيْهَا النَّاسُ وَيَكُفُّ بَعْضُهُمْ عَنْ بَعْضٍ ، عَلٰى اَنَّهٗ لَا اِسْلَالَ وَلَا اِغْلَالَ ، وَاِنَّ بَيْنَنَا عَيْبَةً مَكْفُوْفَةً وَاِنَّهٗ مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّدْخُلَ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ وَ عَقْدِهَا

فَعَلَ وَاِنَّهٗ مَنْ اَتٰی قُرَیْشًا مِّنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَرُدُّوْهُ ، وَاِنَّ مُحَمَّدً ایَرْجِعُ عَنَّا عَامَهٗ هٰذَابِاَصْحَابِهٖ وَیَدْخُلُ عَلَیْنَامِنْ قَابِلٍ فِیْ اَصْحَابِهٖ وَیُقِیْمُ بِهَا ثَلَاثًا ، وَلَا یَدْخُلُ عَلَیْنَا بِسَلَاحٍ بِسِلَاحُ الْمُسَافِرِ السُّیُوْفُ فِی الْقِرَبِ ۔

ترجمہ؛

اے اللہ تیرے نام سے یہ وہ معاہدہ ہے جس میں محمد بن عبداللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی ہے۔انھوں نے اس بات پہ صلح کی ہے کہ دس سال تک فریقین میں جنگ نہ ہوگی۔لوگ امن سے رہیں گے اور کوئی کسی دوسرے پہ دست درازی نہ کرے گا۔کوئی چوری اور خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ہم ایک دوسرے کے راز افشا نہیں کریں گے۔اور جس قبیلہ کی مرضی ہو وہ محمد (ﷺ) کے ساتھ معاہدہ کرے اور جس کی مرضی ہو وہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرے۔مکہ والوں میں سے جو شخص اپنے ولی کے اذن کے بغیر محمد (ﷺ) کے پاس آئے گا تو آپ اسے واپس کر دیں گے اور اصحابِ رسول میں سے کوئی شخص اگر قریش کے پاس آ جائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا اور محمد (ﷺ) اپنے صحابہ کے ساتھ اس سال واپس چلے جائیں گے اور آئندہ سال اپنے صحابہ سمیت عمرہ ادا کرنے کے لیے آئیں گے اور مکہ میں تین روز قیام کریں گے اور تلوار کے سوا اُن کے پاس اور کوئی ہتھیار نہ ہوگا وہ تلواریں بھی میانوں میں بند ہوں گی''۔

✡✡✡✡✡✡✡

معاہدہ تحریر ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی طرف سے سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمان ابن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دستخط

کیے۔ جب کہ اہل قریش کی طرف سے حویطب بن عبدالعزیٰ اور مکرز ابن حفص گواہ بنے۔ مسلمان عام طور پہ اس معاہدے سے خوش دکھائی نہیں دیتے تھے اُن کا خیال یہ تھا کہ یہ معاہدہ کفار سے دب کر کیا گیا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس تھی اس لیے قرآن حکیم میں اس معاہدے کو فتح عظیم قرار دے دیا گیا۔ دراصل ہر عامی کو وہ بصیرت عطا نہیں کی جاتی جو اللہ کے پیغمبروں کا اثاثہ ہوتی ہے اس لیے اگرچہ نبی اکرمﷺ تو جانتے تھے کہ اس معاہدے میں خیر کے سوا کچھ بھی نہیں تاہم صحابہ کی نظر صرف ظاہر پہ تھی اس لیے اس معاہدے پہ اگرچہ اُن کے کچھ تحفظات تھے مگر اس کو انھوں نے اپنے دل میں چھپا لیا تھا اس لیے کہ وہ اس معاملے میں زبان کھولنے کو برا جانتے تھے اس لیے کہ معاہدہ خود آنحضرت محمدﷺ نے کیا تھا۔

مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی طبع میں فطری تیزی کے باعث خود پہ قابو نہ پا سکے اور وہ تیزی سے چلتے ہوئے حضرت ابوبکر کے پاس پہنچے اور کہا؛

ابو قحافہ! کیا محمدﷺ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟

بے شک ہیں! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

کیا ہم مسلمان نہیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا؟

یقیناً ہیں! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔"

کیا وہ لوگ مشرک نہیں ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا؟

یقیناً وہ مشرک ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

تو پھر آخر کس بناء پہ ہم اپنے دین کے معاملے میں اس ذلت کو برداشت کریں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سول کیا؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا؛

اے عمر رضی اللہ عنہ! آنحضرت محمدﷺ کے فیصلوں پہ سر جھکاؤ وہ اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کرتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا؛

میں گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بعد میں فرمایا کرتے کہ بیعت رضوان کے روز میں نے اونچی آواز کے ساتھ نبی اکرم ﷺ سے بات کی تو مجھے اس بات کا خیال پیدا ہوا کہ کہیں میرے تمام اعمال ہی ضائع نہ ہو جائیں تب میں دیر تک نمازیں پڑھتا رہا روزے رکھتا رہا، صدقہ کرتا رہا اور غلام آزاد کرتا رہا حتیٰ کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے رحمت و بھلائی کی امید ہو گئی۔

بعض صحابہ نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا کہ؛

یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ہم سے کہا کہ تھا کہ ہم بیت اللہ شریف میں داخل ہوں گے مگر وہ بات نہ ہو سکی اور ہم یہیں (حدیبیہ) سے واپس جا رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہاں میں نے کہا تھا کہ تم بیت اللہ شریف میں داخل ہو گے مگر میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ شریف میں داخل ہو گے عنقریب اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مشکلیں آسان فرما دے گا اور تم پہ بیت اللہ کے دروازے کھل جائیں گے۔

✡ ✡ ✡

ابوجندل ؓ

قریش اور آنحضرت محمد ﷺ کے مابین معاہدہ قرار پا چکا تھا، فریقین کے دستخط ہو چکے تھے کہ وہاں ایک عجیب صورت حال پیدا ہو گئی جس کا کسی نے تصور بھی نہ کیا تھا اور جس کی وجہ سے مسلمانوں کے جذبات کو مزید انگیخت ملی اگر چہ وہ پہلے ہی پژمردہ تھے۔

واقعہ یوں ہے کہ!

جب فریقین کے مابین معاہدہ طے پا گیا تو سہیل بن عمرو کا بیٹا عاص جس کا لقب ابوجندل تھا اور وہ اسلام قبول کر چکا تھا کسی طریقے سے اہل مکہ کی قید سے بھاگ کر پابہ زنجیر مسلمانوں کے پاس پہنچ گیا اور ان سے پناہ کی درخواست کی۔

مسلمان خاموش ہو گئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ قریش سے معاہدہ کر چکے ہیں۔ ابوجندل کی حالت بہت بری تھی وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور اُن کے منہ اور جسم پہ قریش کے تشدد کے نشانات تھے۔ سہیل بن عمرو اٹھا اور اس نے اپنے بیٹے ابوجندل کے منہ پہ زور کا ایک تھپڑ رسید کیا اور آنحضرت محمد ﷺ سے کہا؛

اے محمد (ﷺ) یہ وہ پہلا شخص ہے جو مکہ سے بھاگ کر آپ تک پہنچا ہے اور جسے آپ نے واپس کرنا ہے۔ کئی ذود رنج مسلمان ابوجندل کی اس حالت کو دیکھ کر رو رہے تھے اور سہیل بن عمرو ابوجندل کو گھسیٹ کر لے جا رہا تھا۔

سہیل بن عمرو نے آنحضرت محمد ﷺ کو پکارا اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ ! میرے دین کو آزمائش میں مت ڈالیں تاہم آنحضرت محمد ﷺ نے ابو جندل کو تسلی دی اور فرمایا؛

اے ابوجندل رضی اللہ عنہ صبر کرو اللہ تمھارے لیے کوئی نہ کوئی راہ پیدا کردے گا تم جانتے ہو کہ ہم نے قریش کے ساتھ عہد کیا ہے اور سلام میں عہد شکنی نہیں ہے۔اس کے بعد سہیل بن عمرو ابوجندل کو لے کر مکہ کی طرف جا رہا تھا اور حضرت عمر ابو جندل کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے اور انھیں تسلی دے رہے تھے اور اپنی تلوار کا دستہ بار بار ابوجندل کی طرف کررہے تھے اُن کی خواہش تھی کہ ابوجندل اُن کی تلوار کھینچ لے اور اپنے باپ پہ حملہ کردے مگر ابو جندل نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عندیہ سمجھنے کے باوجود تحمل سے کام لیا اور اپنے باپ کے ساتھ مکہ روانہ ہو گئے۔

✡ ✡ ✡



معاہدہ حدیبیہ جس کو مورخین نے صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کیا ہے اس میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عرب قبیلوں کو اختیار ہوگا کہ وہ چاہیں تو مسلمانوں کے حلیف بنیں اور اگر چاہیں تو قریش کے حلیف بنیں۔ چنانچہ معاہدہ طے پا جانے کے فوراً بعد بنوخزاعہ نے اعلان کیا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو اختیار کیا ہے یعنی ہم مسلمانوں کے حلیف ہیں جبکہ اُن کے مخالف قبیلے بنوبکر نے قریش کا حلیف بننے کا اعلان کیا۔ یاد رہے کہ غزوہ فتح مکہ کے لیے معاہدے کی اسی شق نے جواز فراہم کیا تھا کیونکہ بنوبکر نے بنوخزاعہ پہ حملہ کر دیا تھا اور اُن کا قتل عام کیا تھا جو مسلمانوں کے حلیف تھے اور اس حملے میں قریش نے اُن کی مدد کی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ قریش نے معاہدہ توڑ دیا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مکہ پہ حملہ کیا مگر قریش نے مقابلہ کی قوت نہ پاتے ہوئے شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا یوں اللہ کا گھر بتوں سے پاک ہوا اور وہاں پھر سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقے پر حج ہونا شروع ہوا۔ جاہلیت مٹ گئی اور حق غالب آ گیا جس کے بعد صحن کعبہ میں کبھی شرک نہ کیا گیا اور نہ پھر کبھی وہاں بتوں کی پوجا ہو سکی جیسا کہ عربوں نے بیت اللہ کو بتوں سے پراگندہ کر رکھا تھا اور شرکیہ عادتوں میں مبتلا ہو گئے تھے۔

حلق اور قربانی

مسلمانوں اور قریش میں معاہدہ ہو چکا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ اٹھے تا کہ حلق اور قربانی کر سکیں۔ تاہم صحابہ چونکہ ابو جندل کی حالت دیکھ کر رنجیدہ تھے اور معاہدے کی شقوں پہ بھی اُن کو اطمینان حاصل نہ تھا اس لیے اُن میں سے کوئی بھی نہ اٹھا۔

نبی اکرم ﷺ اپنے خیمے میں چلے گئے اور حضرت اُم سلمیٰؓ سے فرمایا؛

سلمیٰؓ تم نے دیکھا تیری قوم میری بات ماننے کے لیے تیار نہیں۔

حضرت اُم سلمیٰؓ نے جواب دیا۔

یا رسول اللہ ﷺ آپ نکلیں اور قربانی کریں اور حلق کرائیں آپ دیکھیں گے لوگ آپؐ کی پیروی کریں گے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا!

نبی اکرم ﷺ باہر نکلے اور بغیر کسی سے کچھ کہے آپ نے اپنے اونٹ کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا آپ ﷺ نے ابو جہل کا وہ اونٹ ذبح کیا تھا جس کی عربوں میں بہت قیمت تھی اُس کی ناک میں چاندی کا چھلا تھا مسلمانوں نے یہ اونٹ غزوہ بدر کے موقع پہ ابو جہل کو قتل کرنے کے بعد حاصل کیا تھا۔ اس کے بعد آپؐ بال اتروانے کے لیے بیٹھ گئے۔ اب صحابہ کے لیے یہ ممکن نہ رہا تھا کہ وہ بیٹھے رہیں اس لیے وہ سب بھی جلدی جلدی اٹھے اور قربانی کرنے لگے اور حلق کرانے لگے۔ نبی اکرم ﷺ نے انیس یا بیس روز حدیبیہ میں ہی قیام فرمایا اس کے بعد واپسی

کے لیے روانہ ہوئے۔ابھی آدھا راستہ بھی طے نہ ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس معاہدے کی توثیق آ گئی اور مسلمانوں کا وہ اضطراب دور ہو گیا کہ یہ معاہدہ قریش کے سامنے جھک کے کیا گیا ہے۔

قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

" اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا O لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَ يُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا O وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا O هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا O لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ يُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا O

القرآن الحکیم (سورۃ فتح 48 ؛ آیات 1-5)

ترجمہ؛

"اے نبیؐ، ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تا کہ اللہ تمھاری اگلی پچھلی ہر کوتاہی سے درگزر فرمائے اور تم پہ اپنی نعمت کی تکمیل کر دے اور تمھیں سیدھا رستہ دکھائے اور تم کو زبردست نصرت بخشے۔ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں سکینت نازل فرمائی تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ وہ ایک ایمان اور بڑھا لیں۔ زمین و آسمان کے سب لشکر اُس کے قبضہ قدرت میں ہیں اور وہ علیم و حکیم ہے (اُس نے یہ کام اس لیے کیا ہے) تا کہ مومن مردوں اور عورتوں کو ہمیشہ رہنے کے لیے ایسی جنتوں میں داخل فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور اُن کی برائیاں اُن سے دور کر دے اللہ کے نزدیک

یہ بڑی کامیابی ہے"۔

✡✡✡✡✡✡✡

چند روز بھی نہ گزرے تھے کہ لوگوں پہ یہ بات آشکار ہوگئی کہ جو کچھ اللہ اور اُس کا رسول جانتا ہے عام انسان اس سے لاعلم ہے کیونکہ صلح حدیبیہ کے تمام تر نتائج مسلمانوں کے لیے مفید ثابت ہو رہے تھے۔اہل مکہ نے مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو تسلیم کرلیا تھا۔مدینہ کی ریاست کی سیاسی حیثیت کو بھی تسلیم کرلیا تھا اور جنگ بندی کا معاہدہ سب سے بڑھ کے تھا اس لیے کہ اس سے قبل تو اہل مکہ اور مدینہ کے باسیوں میں طویل عرصے سے ایک تناؤ چلا آ رہا تھا جس کی بنا پہ آپس میں رابطے مفقود تھے مگر جنگ بندی اور صلح کے اس معاہدے کے بعد مکہ کے لوگ مدینہ آنے جانے لگے اور مدینہ کے لوگ مکہ کی طرف آنے جانے لگے تو آپس رابطہ بڑھا اور دین اسلام کی حقانیت پہ بھی باتیں ہوئیں اور جس نے بھی قومی عصبیت سے بالا ہو کر دین اسلام کو دیکھا اُس نے تسلیم کیا کہ دین حق تو اسلام ہی ہے اس لیے اب لوگ تیزی سے اسلام قبول کر رہے تھے اور انھیں اس معاملے میں اب کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا ڈر بھی نہ تھا۔نبی اکرمﷺ نے اہل قریش کو محبت سے مغلوب کیا تھا حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ بخدا حجتہ الوداع کے روز جب میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ بال کٹوانے بیٹھے ہیں تو انھیں بڑھ بڑھ کے اکٹھا کرنے والا اور کوئی نہیں وہی سہیل بن عمرو تھا جس کو بسم اللہ لکھنے پہ بھی اعتراض تھا اور اُس کی وارفتگی نے مجھ پہ یہ بات کھول دی تھی کہ محبت ہی سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

صلح حدیبیہ سے ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ چونکہ قریش کا جنگی محاذ اس معاہدے کے بعد سرد پڑھ گیا تھا اس لیے نبی اکرمﷺ کو موقع ملا کہ وہ اپنے دیگر دشمنوں کی طرف متوجہ ہو سکیں۔چنانچہ آپﷺ نے اہل نجد اور یہودیوں کو مغلوب کر دیا جس کے نتیجے میں خیبر فدک وادیٔ القریٰ

، تیما اور تبوک پہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور بادیہ نشین عرب قبائل میں سے کچھ تو مسلمانوں کی طاقت سے خائف ہو کر اسلام کے جھنڈے تلے آ گئے اور کچھ اسلام کی حقانیت پہ ایمان لے آئے اور یوں نبی اکرم ﷺ کے دشمن ایک ایک کر کے سرنگوں ہونے لگے۔ یہ معاہدہ حدیبیہ ہی کی برکت تھی کہ جب آپ ﷺ حدیبیہ کو نکلے تو آپؐ کے ساتھ کُل چودہ سو لوگ تھے جب کہ دو ہی سال بعد جب آپ ﷺ مکہ کی طرف نکلے تو آپ ﷺ کے ہمراہ دس ہزار کا عظیم الشان لشکر تھا جس کے خوف سے اہل مکہ اپنے گھروں میں گھس گئے تھے۔

✡ ✡ ✡



مدینہ طیبہ میں نبی اکرم ﷺ کو تشریف فرما ہوئے کچھ روز گزرے ہوں گے کہ اہل مکہ کی قید سے رہائی حاصل کرنے کے بعد ابو بصیر رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔ حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ بھی اُن لوگوں میں شامل تھے جن پر دین اسلام قبول کرنے کے عوض اہل قریش نے زندگی مشکل بنا رکھی تھی۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ؛

اہل قریش نے حضرت ابو بصیر رضی اللہ عنہ کو زنجیروں سے جکڑ کر ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں ڈال رکھا تھا اور وہ برسوں سے اہل قریش کے عتاب کا شکار تھے۔ پھر نجانے کس طرح انھوں نے اس قید سے رہائی پائی اور مدینہ جا پہنچے۔

تاہم قریش نے جلد ہی اپنے آدمی نبی اکرم ﷺ کی طرف روانہ کیے کہ معاہدے کے مطابق آپ ﷺ ہمارے آدمی کو واپس کر دیں۔ ابو بصیرؓ کے وارثوں اخنس بن شریق اور ازہر ابن عوف نے نبی اکرم ﷺ کی طرف خط لکھے اور اُن کو لینے کے لیے خنیس بن جابر اور اُن کے غلام کوثر کو مدینہ روانہ کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بصیرؓ کو طلب کیا اور اُن کو حکم دیا کہ تم اِن دو آدمیوں کے ساتھ مکہ چلے جاؤ کیونکہ تم جانتے ہو کہ ہم نے اُن کے ساتھ عہد کیا ہے اور اسلام میں عہد شکنی نہیں ہے۔ صحابہ دم سادھے اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور اسے ناپسند کر رہے تھے مگر خاموش تھے اس لیے کہ نبوت و رسالت کے جلال کے سامنے اُن کو بولنے کی کبھی بھی جرأت نہ ہوئی تھی۔

ابوبصیرؓ نے نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ یہ لوگ میرے ایمان کو آزمائش میں ڈال دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

مگر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کوئی نہ کوئی راستہ نکال لیں گے جو تیرے لیے فائدہ مند ہوگا۔ چنانچہ حضرت ابوبصیرؓ سر جھکائے اُن آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوگئے اور صحابہ دل گرفتہ نظروں سے اپنے بھائی کو قریش کی ظلمت گاہ کی طرف جاتا دیکھتے رہے مگر خاموش رہے اس لیے کہ انھوں نے بارہا اس امر کا مشاہدہ کیا تھا کہ جو کچھ اللہ اور اُس کا رسول جانتے ہیں وہ اُس کا علم نہیں رکھتے۔ جب وہ مدینہ سے نکلے تھے تب دھوپ قابل برداشت تھی مگر جب اُسے برداشت کرنا مشکل ہوگیا تو اِن لوگوں نے ذوالحلیفہ کے مقام پہ قیام کیا حضرت ابو بصیرؓ بھی ایک درخت کے سائے میں محو استراحت ہوگئے۔ انھوں نے دیکھا کہ اُن کو ساتھ لے جانے والے لوگ سو گئے ہیں تب وہ آہستہ آہستہ اُن کی طرف سرکے اور اُن کی تلوار سے اپنے بندھے ہاتھوں کو کھول لیا پھر تلوار کو ہوا میں لہرایا اور اخنس بن جابر کا سر کاٹ دیا آواز سے اُس کا غلام جاگا اور اپنے مالک کا کٹا سر دیکھ کر بھاگ نکلا۔

اخنس بن جابر کا غلام بھاگ کے مدینے پہنچا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جو مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔

آپ ﷺ نے اُس سے دریافت کیا تجھ کو کس مصیبت نے آلیا ہے۔

پھر آپ ﷺ سمجھ گئے کہ اُسے کیا ہوا ہے کیونکہ آپ ﷺ نے اُس کے پیچھے ننگی تلوار لیے ابو بصیر کو دیکھ لیا تھا۔ ابوبصیر سیدھے آنحضرت محمد ﷺ کی طرف لپکے اور اُن سے اخنس بن جابر کے غلام کو قتل کی کرنے اجازت طلب کی۔

نبی اکرم ﷺ نے انکار کردیا۔

تب حضرت ابوبصیر نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے اِن لوگوں کے حوالے کر کے اپنا عہد پورا کر دیا ہے اس لیے مجھے یہیں رہنے کی اجازت عطا فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا نہیں تم مدینہ میں مت رکو ورنہ قریش سمجھیں گے کہ ہم نے عہد کو توڑا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بصیر مدینہ سے روانہ ہو گئے اور شام کی طرف جانے والی ایک شاہراہ پہ مقیم ہو گئے۔ وہ ایک غیر معروف مقام تھا جہاں وہ ٹھہرے مگر اہل مکہ کے قافلے وہیں سے گزرتے تھے۔ مکہ میں کچھ لوگوں کو ابو بصیرؓ کے معاملے کی خبر ہوئی تو وہ بھی بھاگ کر اُن کے پاس جا پہنچے مکہ سے سب سے پہلے اُن کے پاس حضرت ابو جندل اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ پہنچے۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ مکہ سے ابو بصیرؓ کے پاس پہنچنے والوں کی تعداد ستر تک جا پہنچی تھی اور وہ سب گھڑ سوار تھے۔ اس کے بعد بنی غفار، بنی اسلم اور بنو جہنیہ سے بھی کچھ لوگ ابو بصیر کے گرد جمع ہو گئے اور اِن کی تعداد تین سو سے تجاوز کر گئی اِن لوگوں نے قریش کے آتے جاتے تجارتی قافلوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا اور اہل قریش کو زچ کر کے رکھ دیا اس لیے کہ مکہ سے فرار ہونے کے بعد یہ لوگ چونکہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس نہ پہنچے تھے اس لیے وہ آپ ﷺ سے اِن کی واپسی کا مطالبہ بھی نہ کر سکتے تھے۔ جب قریش کے کئی قافلوں کو راستے میں لوٹ لیا گیا تو قریش نے ایک سفارت آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں بھیجی اور اُن سے یہ التجا کی کہ معاہدہ حدیبیہ سے یہ شرط نکال دی جائے کہ اہل مکہ سے کوئی آدمی اگر مدینہ پہنچتا ہے تو مسلمانوں پہ لازم ہوگا کہ وہ اس کو واپس کریں۔

انھوں نے کہا کہ مکہ سے فرار ہونے والے لوگوں سے اُن کو کوئی دلچسپی نہیں اس لیے بخدا آپؐ انھیں اپنے پاس بلا لیں تا کہ شام کی شاہراہ سے ہمارے تجارتی قافلے بغیر کسی رکاوٹ کے گزر سکیں۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابو بصیرؓ کے نام ایک خط لکھا کہ وہ مدینہ واپس چلے آئیں اور اب قریش کے کسی تجارتی قافلے سے تعرض نہ کیا جائے۔ آنحضرت محمد ﷺ کا خط جب حضرت ابو بصیرؓ تک پہنچا تو وہ سخت بیمار تھے مگر تمام صحابہ میں سے صرف وہی لکھنا پڑھنا

جانتے تھے اس لیے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کا خط پڑھ کے صحابہ کو سنایا اور خط ابھی اُن کے ہاتھ میں ہی تھا کہ اُن کی روح اُن کے جسم سے نکل گئی۔

صحابہ کو حضرت ابو بصیرؓ کی وفات کا بہت دکھ تھا انھوں نے اپنے ساتھی کو اسی مقام پر ایک محفوظ جگہ پہ دفن کیا اور مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہ لوگ جن کا تعلق دیگر قبائل سے تھا اس لیے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے کہ بارگاہ رسالت سے اب یہ حکم آچکا تھا کہ اہل قریش کے قافلوں کو نہ لوٹا جائے اس لیے اب اُن کے لیے اس جگہ میں کوئی دلچسپی باقی نہ رہی تھی چنانچہ وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے جبکہ حضرت ابو جندلؓ اپنے ساتھیوں سمیت آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہو گئے۔

✡ ✡ ✡



کچھ دنوں کے بعد ایک عورت اہل مکہ کی قید سے نکل بھاگی اور مدینہ پہنچی ابن ہشام نے لکھا ہے کہ وہ عقبہ بن ابی معیط کی بیٹی تھی اور انھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔امام برہان الدین حلبی نے اُن کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت اُم کلثومؓ نے آنحضرت محمدﷺ کی ہجرت سے بھی پہلے اسلام قبول کرلیا تھا مگر وہ مشرکوں کے قبضے میں تھیں اور اپنے دین کو چھپائے ہوئے تھیں۔صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت محمدﷺ کی طرف مکہ سے ہجرت کرکے آنے والی یہ پہلی خاتون تھیں وہ مکہ سے تنہا ہی نکلیں تھیں اور اس کے بعد بنوخزاعہ کے ایک شخص کی مدد سے مدینہ پہنچی تھیں وہ مدینہ میں داخل ہوئیں تو سیدھی اُم المومنین حضرت اُم سلمیٰؓ کے حجرے میں اتریں۔حضرت اُم سلمیٰ کو خطرہ تھا کہ اہل قریش کے ساتھ معاہدے کی وجہ سے شاید انھیں اہل مکہ کے حوالے کردیا جائے اس لیے انھوں نے حضرت اُم کلثومؓ سے کہا وہ چھپ جائیں مگر انھوں نے انکار کردیا اور کہا اللہ تعالیٰ میرے لیے جو بہتر سمجھے گا وہی ہوگا۔چنانچہ شام کو آنحضرت محمدﷺ حضرت اُم سلمیٰؓ کے ہاں تشریف لائے تو ان کو بتایا گیا کہ یہ اُم کلثومؓ ہیں عقبہ کی بیٹی اور یہ مومنہ ہیں آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کو خوش آمدید کہا اور انھیں واپس کرنے کا کوئی عندیہ نہ دیا۔کچھ دن بعد عقبہ کے دو نوں بیٹے عمارہ بن عقبہ اور ولید بن عقبہ نبی اکرمﷺ کے پاس مدینہ حاضر ہوئے اور کہا! اے محمد(ﷺ) جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہم میں اور آپ میں عہد ہے اس لیے ہم اپنی بہن کو واپس لے جانے کے لیے آئے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں توقف کرنے کا حکم دیا۔

تب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ پہ قرآن حکیم کی یہ آیات نازل فرمائیں جن کی رو سے آپ ﷺ کو اس بات سے روک دیا گیا کہ آپؐ مسلمان عورتوں کو کفار کے حوالے کریں۔ چنانچہ جب دوبارہ عقبہ کے بیٹے آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا مطالبہ دوہرایا تو آپ ﷺ نے اُم کلثوم کو واپس کرنے سے انکار کردیا۔

انھوں نے واویلا کیا اور معاہدہ یاد دلایا۔

تو حضرت کعب بن مالکؓ نے انھیں آنحضرت محمد ﷺ کی طرف سے جواب دیا اور اُن کے پاس وہ دستاویز تھی جو صلح حدیبیہ کے موقع پہ تحریر کی گئی تھی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا؛

دیکھو یہاں لکھا ہوا ہے کہ اگر مکہ سے کوئی آدمی فرار ہو کر مدینہ پہنچتا ہے تو اسے واپس کیا جائے گا یہاں صرف آدمی کا ذکر ہے عورتوں کا کوئی ذکر نہیں اور وہ آیات جن کی بنا پہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُم کلثوم کو واپس کرنے سے انکار کیا تھا ذیل میں تحریر کی جارہی ہیں۔

" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○

القرآن الحکیم (سورۃ الممتحنۃ 60 ؛ آیات 10)

ترجمہ؛

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو جب مومن عورتیں ہجرت کر کے تمھارے پاس آئیں تو (ان کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کر لو، اور اُن کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں نہ کفار اُن کے لیے حلال ہیں۔ اُن کے کافر شوہروں نے جو مہر اُن کو دیئے تھے وہ انھیں پھیر دو۔ اور اُن سے نکاح کر لینے میں تم پہ کوئی گناہ نہیں جب کہ تم اُن کے مہر اُن کو ادا کر دو اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو۔ جو مہر تم نے اپنی کافر بیویوں کو دیئے تھے وہ تم واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیئے تھے انھیں وہ واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمھارے درمیان فیصلے کرتا ہے اور وہ علیم وحکیم ہے''۔

✡ ✡ ✡

ذوالحجہ 6 ہجری، بمطابق مئی ، 628ء

عالمگیر دعوت

دنیا میں دوردور تک گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔انسانیت کی سسکیاں آسمانوں میں چھید کر رہی تھیں۔خطہ عرض پہ موجود انسانی بستیاں ظلم و جور اور فسق و فجور سے پُر تھیں۔لوگ توحید اور اخلاقیات کے بیشتر اسباق بھلا چکے تھے۔ یہود و نصاریٰ کے کچھ گروہوں کو البتہ یہ دعویٰ ضرور تھا کہ وہ الہامی مذاہب کے پیرو ہیں مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ بھی اپنے انبیاء کی اصل تعلیمات کو ضائع کر چکے تھے اور اب اُن کے دامن میں الہامی تعلیمات کا صرف عکس ہی بچا تھا۔اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ تب دنیا سے توحید کا حقیقی تصور اٹھ چکا تھا۔دنیا بھر کے لوگ عدل سے عاری اُن معاشروں میں زندگی کر رہے تھے جہاں بنیادی اخلاقی حدود و قیود کا کوئی تصور بھی موجود نہ تھا۔کچھ معاشروں میں بادشاہ ہی لوگوں کے معبود بن چکے تھے اور کچھ معاشرے بنیادی اخلاقی اساس کی غیر موجودگی کی وجہ سے انارکی اور افراتفری کا شکار ہو چکے تھے۔اہل عرب میں ایک مرکزی نظم ضرور موجود تھا جو بیت اللہ کی برکت سے تین ہزار سال سے قائم چلا آرہا تھا اور اُن میں حج و عمرہ کی قدیمی روایت بھی قائم تھی اس لیے تمام

عرب بلا کسی شک وشبہ کے شہر مکہ کو ہی اپنا محور ومرکز قرار دیتے تھے۔ مورخین نے اہل عرب کو ایک منتشر قوم لکھا ہے شاید اُن کو یہ خیال گزرا ہو کہ عرب کسی بادشاہت اور کسی مرکزی سیاسی نظم کے تابع نہ تھے اس لیے وہ ایک متفرق قوم تھے مگر یہ محض ایک فکری مغالطہ ہے۔ اس لیے کہ اہل عرب میں اگرچہ کوئی بادشاہ نہ تھا مگر اُن کے ہاں قبیلے کے سردار کی تعظیم کسی بادشاہ کی تعظیم سے بڑھی ہوئی تھی جس کے ایک حکم پہ وہ اپنی جان تک نثار کر دیتے تھے۔ اہل عرب کی مرکزیت کو اُن کی عقیدت نے باندھ رکھا تھا جو اُن کو بیت اللہ سے تھی۔

پھر بیت اللہ جیسی مستحکم مرکزیت تو اہل رومہ اور اہل فارس جیسی منظّم اور عظیم ریاستوں میں بھی مفقود نظر آتی ہے اُن کے ہاں قوم کا بادشاہ ہی اُن کا محور ومرکز قرار پاتا تھا جو محلاتی سازشوں کی بنا پہ اکثر و بیشتر تبدیل ہوتا رہتا تھا اور بادشاہ کے مزاج کے ساتھ ہی قوم کا قبلہ بھی تبدیل ہوتا رہتا تھا۔ جبکہ اہل عرب میں اگر چہ بت پرستی سرایت کر چکی تھی اور وہ دین ابراہیم کو بھی بڑی حد تک بھلا چکے تھے اس کے باوجود اُن کے ہاں جو تقدس بیت اللہ کو حاصل تھا وہ کسی بت کو کبھی حاصل نہ ہو سکا تھا اس کے علاوہ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اہل عرب کے بہت سے صاحبِ دانش افراد نے خود کو بت پرستی سے دور رکھا ہوا تھا اگر چہ وہ دین ابراہیم کو اکثر و بیشتر بھلا چکے تھے۔

اس کے باوجود اُن میں بہت سے لوگ ایسے تھے جو خود کو دین ابراہیم ہی پر بتاتے اور اس پہ فخر بھی کرتے۔ اسی لیے تو مورخین نے اس منظر کو محفوظ رکھا ہے کہ جب شہر مکہ کا ایک صاحب دانش زید بن عمرو بن نفیل کعبہ کی دیوار سے ٹیک لگائے اپنے رب کو پکارتا ہے اور کہتا ہے اے میرے خالق میں تیری پوجا کرنا چاہتا ہوں مگر نہیں جانتا کہ کیسے کروں۔ چنانچہ اہل عرب کے ہاں یہ احساس ایک سطح پہ ضرور موجود تھا کہ عقائد کے معاملے میں شاید وہ گمراہ ہو چکے ہیں اسی لیے تو ورقہ بن نوفل جو اشراف مکہ میں سے تھے ساری زندگی حقیقت کی تلاش میں سفر کرتے رہے حتیٰ کہ اُن کو معلوم ہو گیا کہ ہدایت عنقریب مکہ میں ہی اتاری جانے والی ہے۔ صرف ورقہ بن نوفل ہی نہیں بلکہ یہود و نصاریٰ سمیت بہت سے صاحب دانش عرب بھی جانتے تھے کہ عنقریب اُن میں نبوت نمودار ہونے والی

ہے اور حضرت کعب بن لوئی جو نبی اکرم ﷺ کے آباء میں شامل تھے انھوں نے تو برسوں پہلے ہی لوگوں کو نبی اکرم ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنا دی تھی۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا سے ظلم و شرک کو مٹانے کا ارادہ کر لیا تو آنحضرت محمد ﷺ کو اہل عرب میں مبعوث کیا۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بعد سب سے زیادہ مخالفت اُن کے اپنے خاندان نے کی جس کی بہت سی سیاسی وجوہات تھیں عقائدی طور پہ بھی اگرچہ وہ اتنی جلدی بت پرستی سے تائب ہونے کے لیے خود کو تیار نہ کر سکے تاہم اُن کا اصل مسئلہ یہ تھا کہ وہ جانتے تھے کہ اسلام قبول کرنے کی صورت میں انھیں صدیوں سے قائم شہر مکہ کی اُس حکومت سے ہاتھ دھونا پڑیں گے جو انھوں نے ایک طویل جدوجہد کے بعد حاصل کی تھی اور وہ تین صدیوں سے مکہ پہ حکومت کرتے چلے آئے تھے۔

اس لیے جب شہر مکہ کے حکمرانوں یعنی قریش نے آنحضرت محمد ﷺ کا انکار کیا تو باقی عرب بھی اسلام قبول کرنے سے رک گئے وہ اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں قریش نبی اکرم ﷺ پہ غالب آتے ہیں یا نبی اکرم ﷺ اپنے خاندان پہ غلبہ حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے انکار کے بعد اہل مدینہ کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کی محبت ڈال دی اور وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پشتیبان بن گئے۔ قریش نے ممکنہ طور پر ہر پہلو سے دین اسلام کی راہ روکنے کی کوشش کی مگر جب کافی خون بہانے کے باوجود بھی وہ اسلام کا راستہ نہ روک سکے تو آخر خود بھی اسلام کے سایہ عاطفت میں چلے آئے اس کے بعد وہ عرب جو اس بات کے منتظر تھے کہ پہلے قریش اسلام قبول کریں اس کے بعد وہ بھی اسلام قبول کر لیں گے فتح مکہ کے بعد وہ تیزی سے اسلام کی طرف بڑھے اور جب نبی اکرم ﷺ نے آخری مرتبہ لوگوں کو خطاب کیا تو اُن کے جانثاروں کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔

فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے جب قریش مسلمانوں سے ٹکرا ٹکرا کے تھک چکے تھے تب انھوں نے آنحضرت محمد ﷺ سے جنگ بندی کا دس سالہ معاہدہ کر لیا اس معاہدے کے بعد نبی اکرم ﷺ کو کچھ وقت ملا تو آپ ﷺ نے اسلام کا پیغام پوری دنیا تک پہنچانے کے لیے فوری اقدامات کیے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جونہی معاہدہ حدیبیہ سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے

خیبر کی طرف نکلنے سے پہلے ہی عرب وعجم کے تقریباً تمام نامور حکمرانوں کو دین اسلام کی دعوت دی۔ تب اسلام عرب سے نکلا اور اُس کی گونج دنیا بھر میں پھیلنے لگی اگرچہ نبی اکرم ﷺ کے خطوط کے نتیجے میں لوگ تیزی سے اسلام کی طرف نہ بڑھے مگر اس مہم سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے رخصت ہونے کے ساتھ ہی جب مسلمانوں کے دارلخلافہ سے لشکر نکل کر روم وایران کی طرف پہنچے تو وہ جانتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں اور اُن کا مطالبہ کیا ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے محبوب صحابہ میں سے کچھ لوگوں کا انتخاب کیا اور انھیں مختلف سمتوں میں دین اسلام کا پیغام دے کر روانہ کر دیا۔ یاد رہے کہ آپ ﷺ نے ایسے صحابہ کا انتخاب کیا جو اُن علاقوں کی زبان سے واقف تھے جہاں وہ خط لے کے جا رہے تھے اس کے علاوہ وہ خوش لباس اور فصیح البیان تھے اور اپنے نقطہ نظر کو بغیر کسی جھجک کے صراحت کے ساتھ بیان کرنے پہ قدرت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے اس عالمگیر منصوبے کے لیے جن صاحب عزت ودانش افراد کا انتخاب کیا اور اُن کو اس بین الاقوامی دعوت کے مراحل میں کن حالات کا سامنا کرنا پڑا اس کا تفصیلی تذکرہ کیا جانا یہاں مقصود ہے۔

✡ ✡ ✡

ذیقعدہ 6 ہجری، بمطابق اپریل ، 628ء

قاصد حق

حق کی روشنی دنیا بھر میں پھیل جائے، ساری دنیا کے لوگ اپنے خالق کو پہچان لیں ساری قومیں جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جائیں، سارے جہاں کے لوگ راستی کو اختیار کر لیں، چارسو حق کا اجالا ہو جائے، پیام توحید دور دور تک پھیل جائے، زمین آسمان کی وسعتوں میں اللہ ہی کا نام بلند ہو جائے بحر و بر میں وحشت و بے اطمینانی کی بجائے امن آشتی کا دور آجائے، حق غالب آجائے اور باطل مٹ جائے یہی منشائے الٰہی تھا اور یہی مقصودِ رسالت۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا بھر کے لوگوں کو فلاح کی دعوت دی، اسلام کی طرف بلایا۔اس مقدس پیام کو لے کر اسلام کے قاصد دور صحرا کی وسعتوں میں اتر گئے۔ مورخین کی لا زوال جہد و سعی سے اس ضمن میں جو تفصیلات ہم تک پہنچی ہیں اُن کے مطابق۔

☜ نبی اکرم ﷺ نے حضرت امیہ بن عمرو ضمری رضی اللہ عنہ کو خط دیا کہ وہ اسے شاہ حبشہ اصحمہ نجاشی تک پہنچائیں۔

☜ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو شاہ مصر مقوقس کی طرف روانہ کیا۔

☜ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کو شاہ فارس خسرو پرویز کی طرف روانہ کیا۔

☜ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم ہرقل کی طرف روانہ کیا۔

☜ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کی طرف روانہ کیا۔

☜ حضرت سلیط بن عمرو عامری رضی اللہ عنہ کو یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی طرف روانہ کیا۔

☜ حضرت شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو دمشق کے حاکم حارث بن ابی شمر کی طرف روانہ کیا۔

☜ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو عمان کے حاکم جیفر کی طرف روانہ کیا۔

✡✡✡✡✡✡✡

اس طرح اسلام کا لازوال پیغام فلاح دنیا کے اکثر و بیشتر حصے تک پہنچ گیا جو تہذیب و تمدن کے حوالے سے اپنی ایک پہچان رکھتے تھے۔ اگر چہ اُن کی یہ پہچان جلد ہی مٹ جانے والی تھی اس لیے کہ اسلام اِن معنوں میں عربوں کا دین نہ تھا جس طرح یہودیت قوم بنی اسرائیل کا دین تھا۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ کی مخاطب تو تمام دنیا تھی اگر چہ آپ ﷺ قوم قریش کے ہاں پیدا ہوئے اور ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے آپ ﷺ نے اُن کو ہی دین اسلام کی طرف بلایا۔ تاہم کی اسلام کی آفاقی تعلیمات کے مخاطب دنیا کے تمام لوگ تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اس امر میں جلدی کی کہ دنیا کو اس سے روشناس کرایا جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے متمدن دنیا کے جن حکمرانوں کو مخاطب کیا اُن کو اس بات کی تنبیہ بھی کی کہ اُن کا انکار انھیں تباہ و برباد کر دے گا اس لیے کہ بادشاہ کے انکار سے ساری قوم کا گناہ بادشاہ پہ منتقل ہو جائے گا۔ ذرا سی گہری نظر سے دیکھیں تو ہم جان جائیں گے کہ جن جن بادشاہوں نے بھی نبی اکرم ﷺ کی اس دعوت سے انکار کیا جلد ہی وہ صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیئے گئے اور جیسا کہ ایران اور روم کی عظیم بادشاہتوں کا حشر ہوا اسی طرح جن لوگوں نے اس دعوت پہ آمین کہا اُن

کی بادشاہی تا دیر قائم رہی جیسے کہ شاہ حبشہ اور شاہ عمان نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جس قدر جلد ہو ساری دنیا کو یہ خوشخبری پہنچا دی جائے کہ اب ظلمت مٹنے والی ہے نور آ گیا ہے، بہیمیت مٹنے والی ہے امن آ گیا ہے، وحشت مٹنے والی ہے سکون آ گیا ہے، خزان مٹنے والی ہے بہار آ گئی ہے، رات ڈھلنے والی ہے خورشید آ گیا ہے، سحر ہونے والی ہے صبا آ گئی ہے، باطل مٹنے والا ہے حق آ گیا ہے، شرک مٹنے والا ہے توحید آ گئی ہے، جاہلیت مٹنے والی ہے قرآن آ گیا ہے، منزل ملنے والی ہے راہبر آ گیا ہے، جھوٹ مٹنے والا ہے سچ آ گیا ہے، ظلم مٹنے والا ہے عدل آ گیا ہے، عقائد بدلنے والے ہیں اسلام آ گیا ہے، بے چینی مٹنے والی ہے قرار آ گیا ہے، عصبیت مٹنے والی ہے مساوات آ گئی ہے، آنسو مٹنے والے ہیں ابر رحمت چھا گیا ہے، لاقانونیت مٹنے والی ہے دستور آ گیا ہے، بتوں نے سر جھکا دیئے ہیں حرم کا پاسبان آ گیا ہے، فرشتوں نے دامن بچھایا ہے کہ شاہ دو جہان آ گیا، شجر و حجر سرنگوں ہوئے کہ شاہ کون و مکاں آ گیا ہے، گلوں کے رنگ مہک اٹھے ہیں کوئی سر گلستاں آ گیا ہے، ملائکہ سوچ رہے تھے کہ یہ کون سر لامکاں آ گیا ہے ہاتھ میں لیے کتاب وہ فلاح کا نشان آ گیا ہے، وادیوں میں نغمے گونجنے لگے ہیں کہ اِک حسین مہمان آ گیا ہے، بن کے وہ امید کا نشان آ گیا ہے، کڑی دھوپ میں بن کے وہ سائبان آ گیا ہے، صحرا کی وسعتوں میں بن کے وہ نخلستان آ گیا، منزل منزل چرچے ہیں حق کا کارواں آ گیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے جو دنیا بھر کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو یہ آپ ﷺ کے منصب رسالت کا تقاضا تھا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا۔

جیسا کہ قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے کہ!

”وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝

القرآن الحکیم (سورۃ سبا 34 ؛ آیات 28)

ترجمہ؛

''اور اے نبی ہم نے آپ کو تمام ہی انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کے بھیجا ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے''۔

✡✡✡✡✡✡✡

خطہ عرب کے باسی اپنے اردگرد بسنے والی انتہائی طاقتور ریاستوں کو کوئی اہمیت نہ دیتے تھے اس لیے کہ اُن کی خودداری اور طرز زیست میں اس بات کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی کہ وہ بہ حیثیت مجموعی اپنی کوئی خارجہ پالیسی مرتب کرتے اس لیے بدوی عرب روم وایران کے تسلط سے آزاد رہے اور روم وایران کے شہنشاہوں کو بھی عرب کے اِن بدؤں اور اِن کے سلگتے صحراؤں سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ روم وایران اہل عرب سے ناواقف تھے بلکہ اس کے برعکس شہر مکہ مدینہ اور طائف کے عرب تاجروں نے روم ایران اور اہل حبشہ سے قریبی روابط استوار کر رکھے تھے اور اُن کے تجارتی قافلے حمص، شام، غزہ مصر، مدائن اور حبشہ کی طرف آتے جاتے رہتے تھے۔ روم وایران کے علاوہ اہل عرب کے ہمسایہ میں افریقہ کی طاقتور ریاست حبشہ بھی قائم تھی اور اُن سے بھی اہل عرب کے تجارتی روابط قابل ذکر ہیں۔ رہے وہ عرب قبائل جو ایران و روم کی سرحدوں کے انتہائی قریب واقع تھے انھوں نے روم و فارس ہی کی طرز پہ مستحکم حکومتیں قائم کر رکھی تھیں جن میں غسانی عرب مملکت روم کے حلیف تھے اور حیرہ کے عرب حکمران ساسانی سلطنت کا دم بھرتے تھے۔ چنانچہ جب روم وایران کی جنگیں ہوتیں تو اہل عرب کی یہ ریاستیں بھی اپنے حلیفوں کے ساتھ نکلتیں اور جنگ میں اپنے حلیف کی طرف سے دادِ شجاعت دیتیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ روم وفارس کی جنگوں میں روم وفارس کے حلیف عرب قبائل اپنی جانفروشی اور شجاعت کی وجہ سے اہم کردار ادا کیا کرتے

تھے۔تاہم حقیقت یہ ہے کہ عرب سے باہر سب سے بڑی طاقتیں دو ہی تھیں شہنشاہ فارس کسریٰ اور روم کے عیسائی بادشاہ جنھیں قیصر کہا جاتا تھا البتہ حبشہ کے سیاہ فام ایک تیسری بڑی طاقت تھے مگر وہ مذہب میں اشتراک کی بنا پہ قیصر روم کے حلیف تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قاصد اِن ممالک کے حکمرانوں کی طرف روانہ کیے اور انھیں دین اسلام کی طرف بلایا ترتیب کے حوالے سے ہم سب سے پہلے روم و فارس ہی کے قاصدوں کا تذکرہ کریں گے کہ اِن لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے جواب میں کس قسم کے ردعمل کا اظہار کیا۔

✡ ✡ ✡

ذوالحجہ 6 ہجری، بمطابق مئی ، 628ء

قیصر روم

مملکت روم کی عیسائی ریاست پہ قیصر حکمرانی کرتے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کو روم کے حکمران کی طرف روانہ کیا تو اس وقت وہاں جو قیصر حکمران تھا اس کا نام ہرقل تھا۔ ہرقل پہلے مملکت روم کے صوبہ قرطاجنہ کا رومی سالار اور حاکم تھا۔ ہرقل کے پیشرو قیصر روم فوقس (Phocas) کو ایران کی ساسانی مملکت کے خلاف جنگ میں پے در پے شکستیں ہوئیں اور ایران کی ساسانی ریاست نے روم کو ایک بدترین شکست سے دوچار کیا۔ انھوں نے مملکت روم کے بہت سے علاقوں پہ قبضہ کرلیا انھوں نے بیت المقدس کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی اور عیسائیوں کی مقدس صلیب کو اُن سے چھین کر اپنے ساتھ لے گئے۔ یاد رہے کہ تب کلیسا کو امورِ مملکت میں بہت اہمیت حاصل تھی۔ چنانچہ کلیسا ہی کی پشت پناہی کی بنا پہ ہرقل نے فوقس کے خلاف بغاوت کر دی اور فوقس کے قتل کے بعد وہ خود سلطنت رومہ کا حکمران بن بیٹھا۔ کلیسا نے چونکہ اس کی حکمرانی کو قبول کر لیا تھا اس لیے اُس کی حکمرانی کو استحکام حاصل ہو گیا اور وہ اکتیس سال ۶۱۰ء

سے لے کر ۶۴۱ء تک بلاشرکت غیرے مملکت روم کا حکمران رہا۔ اُس نے اپنی فوج کو نئے سرے سے منظّم کیا چونکہ وہ خود بھی اعلیٰ پائے کا فوجی حکمران تھا اس لیے رفتہ رفتہ اُس نے مملکت ایران سے اپنے مقبوضات چھڑانے شروع کیے اور بالآخر وہ ساسانی مملکت پہ غالب آ گیا اُس نے رومی شکست کا بھرپور بدلہ لیا اور ایران کے دارالحکومت مدائن کی اینٹ سے اینٹ بجا کے رکھ دی اور اہل فارس سے اپنی وہ مقدس صلیب بھی واپس حاصل کر لی جس کو وہ رومیوں سے چھین کر لے گئے تھے۔

ایران کے خلاف اہل روم کی یہ فتح نہایت اہمیت کی حامل تھی خود ہرقل نے اپنے خدا سے یہ عہد کیا ہوا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اُسے اہل ایران کے خلاف فتح عطا فرمائی تو وہ ننگے پاؤں ہی بیت المقدس جائے گا اور مقدس صلیب کو پاپائے اعظم کے حوالے کرے گا جس کے متعلق اُن کا خیال تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسی صلیب پہ مصلوب ہوئے تھے۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کے قاصد حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے روم کا رخ کیا تو قیصر روم اہل ایران کو بدترین شکست سے دوچار کر چکا تھا اور اب مقدس صلیب کو لیے بیت المقدس کی طرف روانہ ہو چکا تھا وہ ننگے پاؤں چلتا ہوا بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا لوگ اُس کے راستے کو پھولوں سے سجا رہے تھے، سرخ قالین اس کی راہ میں ڈالے جا رہے تھے اور قیصر کشاں کشاں اپنی منت پوری کرنے کے لیے بیت المقدس کی طرف رواں تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے قاصد حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ پہلے بصری کے حاکم حارث بن ابی شمر کے پاس پہنچے اور اس کو اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کیا۔ بصریٰ کے حاکم نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی خوب تکریم کی اور اُن کو آگاہ کیا کہ قیصر اِن دونوں اپنے دارالسلطنت حمص میں موجود نہیں اور وہ پیدل ہی بیت المقدس کی طرف نکلا ہے۔ تاہم بصرہ کے حاکم نے اپنے ایک خاص آدمی عدی بن حاتم کو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کی معاونت اور راہنمائی کے لیے اُن کے ساتھ کر دیا اور یہ دونوں قاصد قیصر روم کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔ قیصر روم

ہرقل سے اُن کی ملاقات غزہ میں ہوئی قیصر بیت المقدس پہنچ کر اپنی نذر پوری کر چکا تھا اور اب غزہ میں آرام کر رہا تھا۔ تب قیصر روم کو اطلاع کی گئی کہ ملک عرب سے ایک قاصد آیا ہے اور وہ اُس کے لیے ایک خط لایا ہے جو اللہ کے اُس رسول کی طرف سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل عرب میں نمودار کیا ہے۔

قیصر نے کہا؛

اُن کو فوراً پیش کیا جائے۔

چنانچہ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ حاکم بصری کے آدمی عدی بن حاتم کے ساتھ قیصر کے دربار میں حاضر ہوئے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ نے ملک عرب کے تازہ حالات بیان کیے اور اُن دنوں یہ بات قاصد کے فرائض میں شامل سمجھی جاتی تھی، چنانچہ انھوں نے قیصر روم کو نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے آگاہ کیا اور اس کے بعد ہرقل کو نبی اکرم ﷺ کا خط پیش کیا۔'' قیصر نے اپنے لوگوں سے کہا! اس خط کو پڑھا جائے۔

پہلے خط کا متن تحریر کیا جاتا ہے اُس کے بعد ترجمہ پیش کیا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ؛

أَمَّا بَعْدُ ؛ فَاِنِّىْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ وَأَسْلِمْ يُعْطِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ ، فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْعَرِيْسِيِّيْنَ، وَيٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا

نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوْا اشْهَدُوْا بِأَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

اللّٰه

رسول

محمد [*4]

✡✡✡✡✡✡✡

یہ خط محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو اہل روم کا بڑا ہے۔

سلامتی ہو ہر اس شخص پر جو ہدایت کا پیرو کار ہے۔

اما بعد! میں تمھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، تو اسلام قبول کر لے سلامت رہے گا۔ تو اسلام لے آ اللہ تجھے دوہرا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر تو نے اس دعوت سے رو گردانی کی تو تمھارے کسانوں کے انکار کا گناہ بھی تیری گردن پہ ہوگا۔ اے اہل کتاب! آ جاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے وہ یہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہ کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا رب نہ بنائیں۔ اگر اس دعوت کے باوجود وہ روگردانی کریں تو تم کہو اے انکار کرنے والو گواہ رہنا کہ ہم تو مسلمان ہیں۔"

✡✡✡✡✡✡✡

ہرقل کے دربار پہ ایک سکوت طاری تھا کہ آخر وہ صاحب کتاب تھے ہرقل کے کئی درباری رو رہے تھے اور جلال نبوت سے خود ہرقل کے ماتھے سے پسینے کے قطرے گر رہے تھے۔ قیصر روم

نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ پتا کرو اگر شہر میں عربوں کا کوئی قافلہ اترا ہو تو اُن کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ چنانچہ اتفاق سے اہل قریش کا ایک قافلہ اُن دونوں شام کی طرف گیا ہوا تھا اور اِن دِنوں وہ غزہ میں قیام پذیر تھے اور اُس قافلے کا سردار ابوسفیان تھا۔ چنانچہ اِن لوگوں کو شاہی دربار میں طلب کر لیا گیا۔

ابوسفیان کہتے ہیں کہ ہم کو قیصر روم کے سامنے پیش کیا گیا تو قیصر روم نے کہا؛

تم میں سے کون اس شخص کے زیادہ قریب ہے جس نے ملک عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

ابوسفیان آگے بڑھا اور کہا؛

وہ میرے چچا کے بیٹے ہیں۔

قیصر نے اُن سے کہا؛

تم میرے قریب آ جاؤ۔

پھر اُس نے مجھے سب سے آگے کھڑا کیا اور میرے ساتھ مترجم کھڑا کیا۔

قیصر نے عربوں سے مخاطب کرتے ہوئے کہا اگر یہ شخص جھوٹ بولنے کی کوشش کرے تم اسے ٹوک دینا۔

چنانچہ قیصر نے مجھ سے آنحضرت محمد ﷺ کے متعلق پوچھنا شروع کیا تو خدا کی قسم میرے دل میں یہ خواہش ضرور تھی کہ میں اُن کے متعلق کچھ جھوٹ کہوں مگر پھر یہ سوچ کر میں رک گیا کہ میں عربوں کا سردار ہوں اس لیے اگر میں جھوٹ بولوں گا تو میری شہرت متاثر ہو گی اور لوگ مجھے جھوٹا کہنے لگیں گے۔

اس کے بعد شہنشاہ روم قیصر نے مجھ سے آنحضرت محمد ﷺ کے متعلق سوال کرنے شروع کیے۔

قیصر : اُن کا خاندان کیسا ہے؟

ابوسفیان : وہ اہل عرب کے شریف ترین خاندان بنو ہاشم سے ہیں۔

قیصر : کیا اُن کے خاندان میں سے کسی نے کبھی نبوت کا دعوی کیا ہے؟

ابوسفیان : نہیں !

قیصر : کیا اُن کے بزرگوں میں کوئی بادشاہ بھی گزرا ہے ؟

ابوسفیان : نہیں !

قیصر : اُن کی پیروی کرنے والے غریب لوگ ہیں یا امیر؟

ابوسفیان : غریب وضعیف۔

قیصر : اُن کے ماننے والے بڑھ رہیں یا گھٹ رہے ہیں؟

ابوسفیان : بڑھ رہے ہیں۔

قیصر : کیا اُن کا دین قبول کرنے کے بعد کسی نے اُن کا انکار کیا ہے؟

ابوسفیان : نہیں !

قیصر : کیا تم نے انھیں کبھی جھوٹ بولتے دیکھا ہے؟

ابوسفیان : نہیں !

قیصر : کیا تم نے انھیں کبھی عہد شکنی کرتے دیکھا ہے؟

ابوسفیان : نہیں ! مگر حال ہی میں انھوں نے ہمارے ساتھ ایک معاہدہ کیا ہے دیکھیں اب وہ اس کا کیا کرتے ہیں۔

ابوسفیان کہتا ہے کہ بخدا مجھے اس فقرے کے علاوہ اور کچھ نہ ملا جو میں اپنی طرف سے بڑھا سکوں مگر میرے اس فقرے کو قیصر نے قطعاً درخورِ اعتناء نہ جانا اور اگلا سوال کر دیا اُس نے پوچھا ؟

قیصر : کیا تمھاری آپس میں کبھی جنگ بھی ہوئی ہے؟

ابوسفیان : ہاں کئی بار۔

قیصر : اُن کا نتیجہ کیا رہا؟

ابوسفیان : کبھی وہ غالب رہے کبھی ہم۔

قیصر : وہ تمھیں کس چیز کی طرف بلاتے ہیں؟

ابوسفیان : وہ ہمیں ایک خدا کی عبادت کی طرف بلاتے ہیں اور بتوں کو ترک کر دینے کا حکم دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کسی کو اللہ کا شریک مت ٹھہراؤ اس کے علاوہ وہ ہمیں نماز پڑھنے روزہ رکھنے، صدقہ کرنے، سچ بولنے اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

تب ہرقل نے مجھ سے کہا؛

میں نے تم سے پوچھا تھا کہ اِن کے خاندان میں اس سے قبل کبھی کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو تم نے کہا نہیں۔"

میں نے یہ سوال تم سے اس لیے کیا تھا کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ شاید انھوں نے اپنے کسی آباء کی اقتداء کی ہے۔"

پھر میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا اُن کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے میں نے خیال کیا تھا کہ شاید وہ اپنے آباؤ اجداد کا کھویا ہویا ہوا اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہوں۔"

پھر میں نے تم سے پوچھا کہ کیا نبوت کا دعوی کرنے سے پہلے انھوں نے کبھی جھوٹ بولا ہے تو تم نے کہا نہیں جس کا نتیجہ میں نے یہ نکالا ہے کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہ بولتا ہو وہ اپنے خدا کے معاملے میں جھوٹا کیسے ہوسکتا ہے۔"

میں نے تم سے پوچھا کہ کمزور اور غریب لوگ اُن کی پیروی کر رہے ہیں یا امیر اور اہم لوگ، تو تم نے مجھے بتایا کہ غریب کمزور اور ناتواں لوگ اُن کے پیرو ہیں تو میں تمھیں بتاؤں کے انبیاء و رسل کی پیروی کے لیے سب سے پہلے یہ لوگ ہی سبقت اختیار کرتے ہیں۔"

پھر میں نے تم سے پوچھا کہ اُن کی پیروی کرنے والے لوگوں میں اضافہ ہو رہا ہے یا وہ کم ہو رہے ہیں تو تم نے مجھے بتایا کہ اُن میں اضافہ ہو رہا ہے بخدا! ایمان کی یہی کیفیت ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ پایہ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے۔

میں نے تم سے کہا کہ مجھے بتاؤ اُن کی غلامی قبول کرنے والے کسی شخص نے بعد میں اُن کا انکار کیا ہے، تم نے کہا کہ نہیں!

بخدا! ایسا ہی ہوتا ہے جب کوئی سچائی کی راہ پہ چل دیتا ہے تو پھر وہ پیچھے مڑ کے نہیں دیکھتا۔

پھر میں نے تم سے پوچھا کہ وہ تمھیں کس بات کی طرف بلاتے ہیں تو تم نے کہا کہ! وہ ہمیں نماز کا حکم دیتے ہیں، بت پرستی سے روکتے ہیں ایک اللہ کی عبادت کا حکم دیتے، شرک کرنے سے روکتے ہیں، سچ بولنے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

بخدا! اگر تمھاری یہ تمام باتیں سچ ہیں تو بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے جب میرے اِن قدموں کی تمام جگہ اُن کے قبضے میں ہوگی۔ میں یقیناً ایک نبی کی آمد سے آگاہ تھا مگر یہ نہ جانتا تھا کہ وہ تم میں سے ہوں گے۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اُن تک پہنچ جاؤں گا تو میں سفر کی مشقت اٹھاتا اور اگر میں اُن کو پاتا تو اُن کے پاؤں دھوتا۔

ابوسفیان کہتا ہے کہ!

اہل دربار نے جب دیکھا کہ ہرقل نبی اکرمﷺ کے خط سے متاثر ہو گیا ہے تو دربار میں ایک شور سا مچ گیا اُن لوگوں نے ہمیں دربار سے باہر نکال دیا باہر نکل کر میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا؛

بخدا! ابو کبشہ کا رتبہ تو بہت بلند ہو گیا ہے کہ رومیوں کا بادشاہ بھی اُن سے ڈرنے لگا ہے۔[*5]

تب میرے دل میں اس خیال نے جڑ پکڑی کہ آنخضرت محمدﷺ بہت جلد ہم پہ غلبہ حاصل کرنے والے ہیں اور ایسا ہی ہوا حتیٰ کہ اللہ نے مجھے بھی ہدایت عطا فرمادی۔

کئی مورخین نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ؛

اس واقعے کے بعد قیصر نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو تنہائی میں بلایا اور اُن سے کہا، بخدا! میں جانتا ہوں وہ سچے ہیں جن کا تو قاصد بن کے آیا ہے مگر مجھے ڈر ہے کہ اُن کی پیروی اختیار کرنے کے نتیجے میں حکومت مجھ سے چھین لی جائے گی اور شاید مجھے قتل بھی کر دیا جائے کیونکہ

یہ لوگ پرلے درجے کے جاہل ہیں اور اپنے عقائد کے معاملے میں انتہائی ضدی ہیں۔

قیصر نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے کہا؛

تم یوں کرو روم چلے جاؤ وہاں ہمارا سب سے بڑا کلیسا ہے اور وہاں صغاطر نامی ایک راہب ہے جس کے علم کی پورے ملک میں دھوم ہے پورے ملک کے لوگ اُس کی تکریم کرتے ہیں۔[*6]

قیصر نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو اپنی طرف سے خط بھی دیا اور اپنا خاص قاصد بھی اُن کے ساتھ روانہ کیا وہ روم پہنچے اور صغاطر سے ملے اور اُس سے اپنی غرض و غایت بیان کی صغاطر نے جب حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے یہ سنا کہ وہ ایک رسول کا قاصد ہے جس نے ملک عرب میں اپنی نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اُس کی گرم جوشی قابل دید تھی اور اس نے ایک ہی سانس میں حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ سے بہت سے سوال پوچھ لیے۔

وہ رات بھر حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کے پاس بیٹھا رہا اور اُن سے آنحضرت محمدﷺ کی باتیں کرتا رہا آخر وہ جان گیا کہ آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اُن میں وہ تمام نشانیاں پائی جاتی ہیں جن کا تذکرہ اُن کی کتابوں میں کیا گیا ہے۔اگلی صبح صغاطر اٹھ کر اپنے کلیسے میں آیا جہاں اُس کے بہت سے شاگرد تھے اور عقیدت مند تھے اُس نے لوگوں سے مخاطب کیا اور کہا؛

اے لوگو میری بات غور سے سنو؛

رات کو میرے پاس ایک مہمان اترا ہے جو ملک عرب سے آیا ہے اُسے قیصر روم نے میرے پاس بھیجا ہے اور وہ اللہ کے رسول احمد عربی کا قاصد ہے جو اہل عرب میں نمودار ہوئے ہیں۔بخدا! میں نے انھیں اُن کی نشانیوں کی بنا پہ پہچان لیا ہے جو ہماری کتابوں میں اُن کے متعلق مذکور ہیں میں اُن پہ ایمان لے آیا ہوں اور تمھیں بھی اُن پہ ایمان لانے کی تلقین کرتا ہوں تاکہ تمھارا ایمان تکمیل تک پہنچ جائے۔پہلے تو لوگ شدید حیرت سے دوچار ہوئے اس

کے بعد جب وہ اُس حیرت سے باہر آئے تو شدید غم و غصے کا شکار تھے۔انھوں نے اپنے جلیل القدر ساتھی کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا جس کے علم کی بدولت وہ برسوں اُس سے محبت کرتے چلے آئے تھے مگر اُس نے جونہی یہ بتایا کہ وہ محمد عربی ﷺ پہ ایمان لے آیا ہے تو اُن کا رویہ یکسر بدل گیا اور پہلے تو انھوں نے اپنے پادری کو گالیاں دی اس کے بعد اُسے مارنا شروع کر دیا اور اتنا مارا کہ اُسے قتل ہی کر ڈالا۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ واپس ہرقل شاہ روم کے پاس پہنچے اور اُسے صورت حال سے آ گاہ کیا۔

ہرقل نے کہا؛

میں جانتا تھا کہ وہ اس دعوت راست کو کبھی قبول نہ کریں گے۔

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ مدینہ واپس لوٹ آئے۔

عہد حاضر کے ایک بہت نامور محقق ڈاکٹر حمید اللہؒ نے نبی اکرم ﷺ کے خطوط پہ نہایت محققانہ نگاہ ڈالی ہے اور انھوں نے اپنی کتاب "**الوثائق السیاسیہ**" میں لکھا ہے کہ!

لوگوں نے اسقف اعظم صغاطر اور ابوسفیان کی قیصر روم کے ساتھ بات چیت اور قیصر کا اپنے اعمائدین حکومت کو اسلام کی دعوت دینے والے واقعات کو گڈمڈ کر دیا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ جب آنحضرت محمد ﷺ کے قاصد حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ نے قیصر روم سے غزہ میں بات کی تب قیصر روم نے ابوسفیان کو بلا کر اُن سے آنحضرت محمد ﷺ کے متعلق دریافت کیا تھا اور جب قیصر روم نے اپنے اعمائدین ریاست کو اسلام کی دعوت دی اس وقت حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ ہی آنحضرت محمد ﷺ کا دوسرا خط لے کر ہرقل کے دربار میں حمص پہنچے تھے۔تب آنحضرت محمد ﷺ غزوہ تبوک کے لیے نکل چکے تھے اور وہیں سے آپ ﷺ نے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ کو نامہ مبارک دے کر ہرقل کی طرف روانہ کیا تھا۔اس بات کو درست تسلیم کر لینے میں اس لیے کوئی حرج نہیں کہ جناب محقق ڈاکٹر حمید اللہؒ نے اُس خط کا متن بھی تحریر کیا ہے

جو حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ دوسری بار لے کر ہرقل کے دربار میں اترے تھے اور خط کا مضمون ہی اس دعویٰ کے استحکام کو ظاہر کر رہا ہے یہ خط پہلے خط سے قدرے مختلف ہے۔ چنانچہ پہلے ہم یہاں اس دوسرے خط کا متن اور ترجمہ کو تحریر کرتے ہیں اس کے بعد پیش آنے والے واقعات پہ ایک نگاہ ڈالیں گے۔"

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنۡ مُّحَمَّدٍ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اِلیَ صَاحِبِ الرُّوۡمِ اِنِّیۡ أَدۡعُوۡكَ اِلیَ الۡاِسۡلَامِ فَاِنۡ أَسۡلَمۡتَ فَلَكَ مَا لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ وَ عَلَيۡكَ مَا عَلَيۡهِمۡ فَاِنۡ لَمۡ تَدۡخُلۡ فِیۡ الۡاِسۡلَامِ فَاَعۡطِ الۡجِزۡيَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ يَقُوۡلُ، (قَاتِلُوۡا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وِ لَا يُحَرِّمُوۡنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ وَلَا يَدِيۡنُوۡنَ دِيۡنَ الۡحَقِّ مِنَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا الۡكِتٰبَ حَتّٰى يُعۡطُوۡا الۡجِزۡيَةَ عَنۡ يَّدٍ وَّهُمۡ صٰغِرُوۡنَ) وَاِلَّا فَلَا تَحُلۡ بَيۡنَ الۡفَلَّاحِيۡنَ وَ بَيۡنَ الۡاِسۡلَامِ اَنۡ يَّدۡخُلُوۡا فِيۡهِ اَوۡيُعۡطُوۡا الۡجِزۡيَةَ ۔

✡✡✡✡✡✡✡

محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے بنام شاہ روم؛

میں تمھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اگر تم اسلام لے آؤ تو تم پہلے مسلمانوں کی طرح ہو جاؤ گے تو جو حقوق اُن کے ہیں وہی حقوق تمھیں حاصل ہوں گے اور جو ذمہ داریاں ان پہ عائد ہیں وہ تم پہ بھی عائد ہوں گی۔ اگر تم اسلام قبول نہیں

کرتے تو جزیہ دینا قبول کرلو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "جنگ کرو اُن لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور روز قیامت پر اور حرام نہیں سمجھتے اسے جس کو حرام کیا ہے اللہ نے اور اُس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں سچے دین کو اِن لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہوں"اگر تمھیں یہ بھی قبول نہ ہو پھر اپنی رعایا کو آزاد چھوڑ دو چاہے وہ مسلمان ہو جائیں چاہے وہ جزیہ دینا قبول کرلیں۔"

✡✡✡✡✡✡✡

ڈاکٹر حمید اللہ کے مطابق یہ خط ہرقل کی طرف نو ہجری کو روانہ کیا گیا تھا جب حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبیؓ نے یہ خط ہرقل تک پہنچا دیا اور خط پڑھ کے ہرقل کو سنا دیا گیا تو اُس نے حکم دیا کہ بڑا دربار لگایا جائے جس میں سارے قسیسوں اور بطریقوں کو شامل ہونے کی دعوت دی گئی جب وہ سب آگئے تو قیصر نے اپنے لوگوں سے کہا باہر جانے والے تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے۔

اس کے بعد قیصر کھڑا ہوا اہل دربار کو خطاب کیا اُس نے کہا؛

اہل عرب میں نمودار ہونے والے اللہ کے رسول نے اب تمھاری سرحدوں پہ خیمے آلگائے ہیں اور تم اس امر سے آگاہ ہو۔انھوں نے میری طرف اپنا قاصد روانہ کیا ہے جس نے اُن کا خط مجھ تک پہنچایا ہے۔انھوں نے مجھ سے کہا ہے کہ میں اسلام قبول کرلوں تو اے لوگو! میں تمھارے سامنے تین باتیں پیش کرتا ہوں اُن میں سے کسی ایک کو قبول کرلو،اول یہ کہ آؤ ہم سب اسلام قبول کرلیں کیونکہ خدا کی قسم تم جانتے ہو کہ وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔دوم یہ کہ اگر تم اسلام قبول کرنے سے انکاری ہو تو پھر اپنی ریاست اور جان و مال کو محفوظ بنالو اور اُن کو جزیہ دینا قبول کرلو۔سوم یہ کہ اگر یہ بھی قبول نہ ہو تو پھر میرے ساتھ نکلو اور بے دریغ جنگ کرو نتیجہ چاہے کچھ بھی ہو۔اے نصرانیت کے عالموتم جانتے ہو اور تم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ وہ

اس زمین پہ ضرور قابض ہو جائیں گے جہاں اس وقت میں اور تم موجود ہیں پس تم جلدی سے سوچ لو۔

اس کے بعد قیصر بیٹھ گیا۔

مگر اُس کی محفل میں بہت شور تھا لوگ اپنی اپنی کہہ رہے تھے پھر وہ سب بیرونی دروازے کی طرف دوڑے۔

قیصر اُن کے ردعمل کو نگاہ عمیق سے جانچ رہا تھا اور اُس نے جان لیا تھا کہ یا تو یہ لوگ اُس کو قتل کر دیں گے یا اس سے حکومت چھین لیں گے چنانچہ اُس نے فوراً ہی پینترا بدلا اور اُن لوگوں سے مخاطب ہوا جو باہر نہ نکلنے کا راستہ پا کے حیرانی سے واپس آ گئے تھے اُس نے لوگوں کو پھر سے مخاطب کیا اور کہا؛

لوگو! میں نے تو یہ باتیں محض اس لیے کیں تھیں کہ جان سکوں تم لوگ اپنے دین پہ کس حد تک پختہ ہو، چنانچہ میں نے جانا کہ تم اپنے دین کے ساتھ مخلص ہو تو مجھے اطمینان حاصل ہوا۔ دوسری طرف قیصر کی اس بات سے لوگوں کی وہ حیرت بھی دور ہو گئی جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے اب اُن کو اطمینان حاصل ہو گیا تھا اور وہ اپنے بادشاہ سے مطمئن ہو گئے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بادشاہ کو درباری سجدہ یعنی تعظیمی سجدہ کیا۔ اگرچہ قیصر کے دل میں آنحضرت محمدﷺ کے دعوت ناموں نے کچھ روشنی کی تھی مگر اُس کا دل جاہ و اقتدار سے الگ ہونے پہ آمادہ نہ ہوا اور اُس نے راستی کی بات کے بجائے اُس بات کو چنا جس کی طرف اُس کے نفس نے راہنمائی کی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ محض ایک مثال تھی جسے حق و باطل کی تفریق کے ضمن میں پیش کیا جا سکتا ہے ورنہ تو قدم قدم میں انسان کا نفس اُس کو دھوکا دیتا ہے اور اُس کے قدم راہ راست سے اکھاڑنے کی جہد و سعی کرتا ہے اکثر و بیشتر اسے کامیابی حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ حق کی راہ کٹھن اور مشکل ہوتی ہے مگر انجام کار کے لحاظ سے اُس میں خیر پائی جاتی ہے جبکہ نفس کی آواز انسان کو فوری لذت کی طرف بلاتی ہے اور اگر انسان پہ اللہ کا فضل نہ ہو تو وہ اِن راہوں پہ جا

نکلتا ہے جس میں اُس کا نفس اُسے مبتلا کرنا چاہتا ہے یہی کچھ ہرقل کے ساتھ ہوا تھا۔امام بخاری نے لکھا ہے کہ یہی وہ آخری خبر ہے جو ہرقل کے متعلق ہم تک پہنچی اس کے بعد اُس کا ملک تباہ ہوگیا اور اللہ اور اُس کے رسول کے غلام جلد ہی اُس کی ریاست میں دین اسلام کی دعوت لیے پہنچ گئے انھوں نے نہ صرف رومی مملکت کو تاریخ کے صفحوں سے مٹا ڈالا بلکہ اہل رومہ کے دل بھی فتح کیے اور اُن میں اکثر و بیشتر دین اسلام کے سایہ عافیت میں آگئے سچ تو یہ ہے کہ ہمیشہ اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اُسی کا نام ہی ہمیشہ بلند رہنے والا ہے باقی تو ہر چیز کے مقدر میں زوال لکھ دیا گیا ہے۔

✡ ✡ ✡

جب قیصر و کسری نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت اسلام سے انکار کیا تو وقت نے اُن کو بھولے بسرے افسانے بنا کر رکھ دیا۔ روم اور ایران کی طاقت و ریاستیں صفحہ ہستی سے مٹ گئیں۔ اب اُن کا نام صرف کتابوں میں آتا ہے۔

ذوالحجہ 6 ھجری، بمطابق مئی 628ء

کسریٰ ایران

اس بات کا فیصلہ کرنا کہ حجاز کے گرد قائم دو طاقت ور ریاستوں یعنی روم و ایران میں سے کس کی طاقت زیادہ تھی مشکل ہے اس لیے کہ وہ دونوں قدیمی اور مستحکم ریاستیں تھیں جن کے بیچ جنگ و جدل کا بازار گرم رہتا تھا۔ عقائدی طور پہ ظاہر ہے کہ اہل رومہ کو اُن پہ برتری حاصل تھی کہ وہ صاحب کتاب تھے اور ایک الہامی مذہب کے پیرو تھے۔ مگر نبی اکرم ﷺ کی دعوت کے بعد وہ بھی انکار کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔ دوسری طرف اہل ایران اہل رومہ کی طرح متمدن اور مہذب نہ تھے بلکہ اُن کا درجہ اہل روم سے قدرے کم تھا اس لیے کہ وہ آتش پرست تھے اور اُن کے ہاں عام طور پر محلاتی سازشوں کا جال پھیلا دکھائی دیتا ہے جس کے نتیجے میں ایک بادشاہ کو قتل کر کے اُس کی جگہ کسی دوسرے کو حکمران مقرر کر دیا جاتا۔ خود خسرو پرویز بھی اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد تخت نشین ہوا تھا اور اسے اُس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا تھا اور خود بادشاہ بن بیٹھا تھا۔ اہل رومہ کی کلیسا کی طرح جنھیں مملکت کے معاملات میں کافی اثر و رسوخ حاصل تھا ایران میں بھی اُن کے مذہبی راہنما

موبذان کونہایت اہمیت حاصل تھی اور کسی بھی بادشاہ کواپنی حکومت کے استحکام کے لیےاُن کی پشت پناہی کی اشد ضرورت پڑتی تھی۔

جیسا کہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ اہل ایران آتش پرست تھےاورانھیں مجوسی کہا جاتا تھا۔اہل ایران کے عقائد میں یہ بات شامل تھی کہ اُن کے بادشاہ کوآسمانی اوتار قرار دیا جاتا تھااوروہ عوام الناس کے لیے رب الارباب کا درجہ رکھتا تھا۔یہ ایک قدیمی سازش تھی جس کے شکنجے میں بہت سے ملک اور معاشرے جکڑے نظر آتے ہیں اس لیے کہ جب سیاست دانوں نے دیکھا کہ لوگ موبذان یامذہبی پروہتوں کی بات کو بادشاہ کی بات پرفوقیت دیتے ہیں توانھوں نے مذہبی طبقے پرنوازشات کی بارش کردی۔رفتہ رفتہ یہ مذہبی حکمران اتنی طاقت حاصل کر گئے کہ وہ امور مملکت میں دخیل ہوگئے یہی وجہ تھی کہ جب اہل سیاست اور مذہبی طاقتوں کا الحاق ہوا تو مذہبی پروہتوں نے بے انتہامراعات اورنوازشات کے عوض عوام الناس کو یہ دھوکا دیا کہ اُن کا بادشاہ آسمانی اوتار ہے اس لیے اس کے کسی حکم سے انکار کرنا گناہ ہے۔چنانچہ یہ عقیدہ اُن میں راسخ ہوگیا اور آتش پرست اپنے بادشاہ کو رب یا اوتار قرار دینے لگے۔ چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ کے قاصد حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ ایران پہنچے تو وہاں یہی خسرو پرویز حکمران تھا جو اپنے باپ کوقتل کرنے کے بعد ایران پہ حکمران ہوا تھااورلوگ اُس کو رب کا درجہ دیتے تھے۔وہ خسرو پرویز کے دربار میں پہنچے اورانھیں آنحضرت محمد ﷺ کی طرف سے اسلام کی دعوت دی اورآپؐ کا خط شاہ ایران کے حوالے کیا۔

خط کا متن اوراس کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى كِسْرٰى عَظِيْمِ فَارِسْ ، سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ شَهِدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ۔ وَاَدْعُوْكَ بِدَاعِيَةِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ۔فَاِنِّىْ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً لِاُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ اَسْلِمْ تَسْلَمْ فَاِنْ اَبَيْتَ فَعَلَيْكَ اِثْمُ الْمَجُوْسِ ۔

✡✡✡✡✡✡✡

یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ شاہ ایران کے نام ہے۔

سلامتی ہو ہر اس شخص پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پہ ایمان لایا اور یہ گواہی دی کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔

اے کسریٰ!

میں تمھیں اللہ تعالیٰ پہ ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اللہ عزوجل کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تا کہ میں بروقت متنبہ کروں جو زندہ ہیں اُن کو اور حجت تمام کردوں کافروں پہ۔

اسلام قبول کرلے سلامت رہے گا اور اگر تو نے اسلام قبول نہ کیا تو سب اہل مجوس کا گناہ بھی تیری گردن پہ ہوگا۔

✡✡✡✡✡✡✡

مورخین نے بیان کیا ہے کہ!

خسرو پرویز نے نبی اکرمﷺ کا خط سنا اور غصے سے لال پیلا ہو گیا۔

اُس نے کہا؛

میرا ایک ادنیٰ غلام (معاذ اللہ) مجھے مخاطب کرتا ہے اور میرے نام سے پہلے اپنا نام تحریر کرتا ہے میں اپنی اس بے عزتی کو کسی صورت برداشت نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد اُس نے نبی اکرمﷺ کا نامہ مبارک پھاڑ دیا۔

نبی اکرمﷺ کو وحی کے ذریعے اس امر سے مطلع کیا گیا تو آپﷺ نے فرمایا؛

اُس نے اپنے ملک کو کھو دیا ہے۔

خسرو پرویز نے اپنے لوگوں سے کہا خط لکھو۔

اُس نے قاصد کو بلایا اور کہا؛

یہ خط یمن کے گورنر باذان تک لے جاؤ اور اُسے کہو اپنے دو قابل اعتماد آدمیوں کو ملک عرب کی طرف روانہ کرے اور اُس شخص کو میرے سامنے پیش کیا جائے جس نے ملک عرب میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

خسرو پرویز کا قاصد گورنر یمن باذان تک پہنچا اور انھوں نے بادشاہ کا حکم اُس تک پہنچایا۔ باذان نے تھوڑا توقف کیا پھر اپنے ایک وزیر بانویہ کو مدینہ کی طرف روانہ کیا اُس کی معاونت کے لیے اُس نے خرخسرہ نامی شخص کو بھی اُس کے ساتھ روانہ کیا یہ لوگ پہلے طائف پہنچے۔

وہاں اُن کی ملاقات کچھ عربوں سے ہوئی۔

بہت سے مورخین نے دعویٰ کے ساتھ اس بات کو بیان کیا ہے کہ اِن دنوں ابوسفیان اور امیہ بن صفوان ایک تجارتی قافلے کے ساتھ مکہ سے نکلے ہوئے تھے اور یہ وہی تھے جن کی ملاقات باذان کے اس دو رکنی وفد سے ہوئی تھی۔

قریش کے لوگ اس بات سے بہت خوش ہوئے اورانھوں نے کہا؛

اب ہم دیکھیں گے کہ مسلمان ایران جیسی بڑی طاقت سے کس طرح نمٹتے ہیں اب شاہ ایران ان کو دیکھ لے گا۔

اہل قریش بہت خوش تھے مگر ہمیشہ کی طرح اِن کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہوسکی۔

آخر وہ لوگ مدینے پہنچ گئے۔

اُن کو دربار رسالت میں پیش کردیا گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا تم لوگ ہمارے مہمان ہو سفر سے آئے ہو آرام کرو اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو مہمانوں کی تکریم کا حکم دیا۔

وہ لوگ کئی دن رکے رہے پھر انھیں آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔

بانویہ دوزانوں نبی اکرم ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا اورعرض کی۔

ہم یمن کے گورنر باذان کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں دراصل کسریٰ ایران نے گورنر یمن باذان کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو گرفتار کر کے کسریٰ ایران کی خدمت میں پیش کرے۔بانویہ اگرچہ نہایت اعتماد سے بات کررہا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ نبوت کے جلال میں تھا اور جانتا تھا کہ یہ دربار دنیاوی درباروں سے قدرے مختلف ہے اوراس میں کوئی خاص بات ہے جسے اگرچہ وہ کوئی نام نہیں دے سکتے تاہم اِک رعب تھا جس نے اُن کے دلوں کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

اس لیے بانویہ نے نہایت نرمی سے اپنا مدعا بیان کیا۔

بانویہ نے پھر گفتگو کا آغاز کیا اور کہا؛

اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو باذان کا گورنر آپ کے لیے سفارشی خط لکھے گا جس کے بعد ممکن ہے کہ کسریٰ ایران آپ سے نرمی کا سلوک کرے۔

دوسری صورت میں آپ جانتے کہ وہ اپنی فوجوں کے ساتھ آپ کے ملک پہ حملہ کردے گا اور

آپ کی قوم اور آپ کے شہروں کو برباد کر کے رکھ دے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا' آج آپ آرام کریں، اس پہ کل بات ہوگی۔

دوسرے دن اُن کو پھر دربار رسالت میں پیش کیا گیا۔

وہ دونوں آنحضرت محمد ﷺ کے سامنے آبیٹھے اور کہا آپ نے کیا سوچا ہے۔

کس بارے میں؟

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے استفار کیا۔

ہم نے کل عرض کیا تھا کہ ہم لوگ اس بات پہ متعین ہیں کہ آپ کو شاہ ایران کسریٰ کے سامنے پیش کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

کس کسریٰ کے سامنے، اُس کو تو میرے رب نے ہلاک کر دیا ہے۔

آپ جو بات کر رہے ہیں اُس کے نتائج سے آگاہ ہیں۔

کسری کے قاصد نے کہا:

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا' پوری طرح۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُن دونوں سے فرمایا:

دیکھو میری بات سنو! میرے رب نے تیرے بادشاہ خسرو کو کل رات اُس کے بیٹے شیرویہ کے ذریعے قتل کرا دیا ہے اُس نے خسرو کے دل میں اپنا چھرا گھونپ دیا ہے۔ یمن کے گورنر باذان کے قاصد بانویہ اور خرخسرہ کے منہ حیرت سے کھلے ہوئے تھے اور وہ آنکھیں پھاڑے نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

میری بات سنو اور اپنے دل میں بٹھا لو تمھارے لیے بہتر یہ ہے کہ تم اسلام قبول کر لو اگر انکار کرو تب بھی مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اپنے حاکم سے جا کر کہہ دینا کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کی مملکت کی آخری حدوں تک جا پہنچے گی بلکہ وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کوئی کھر والا جانور پہنچ سکتا ہو۔

اور اپنے حاکم کو میرا یہ پیغام بھی پہنچا دینا اگر اسلام قبول کر لو گے تو امن میں رہو گے اور تیرے علاقے کو تیرے قبضے میں ہی رہنے دیا جائے گا، ھماری عورتوں اور بچوں سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

اب اپنے وطن کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

وہ سر جھکائے دربار سے رسالت سے نکلے اور اُن کے دلوں پہ بہت بوجھ تھا۔ اپنے ٹوٹے دلوں کے ساتھ وہ یمن کی طرف لوٹ گئے۔

کئی دن بعد وہ یمن کے حاکم باذان کے پاس پہنچے اور اُس سے کہا؛

نبی اکرم ﷺ نے انہیں بتایا ہے کہ خسرو پرویز قتل ہو چکا ہے۔

باذان نے حیرت سے اپنے قاصدوں کی طرف دیکھا اور اُن سے کہا؛

یہاں تو ایسی کوئی خبر نہیں ہے۔

تاہم اُس نے اپنے لوگوں سے کہا؛

مجھے اُس شخص کے بارے میں مزید کچھ بتاؤ۔

بانو یہ نے حاکم گورنر باذان کو بتایا کہ!

میں نے دنیا کے کسی بادشاہ کی اتنی تکریم نہیں دیکھی جتنی تکریم وہ رسول اللہ ﷺ کی کرتے ہیں۔ وہ آنحضرت محمد ﷺ کی کسی بات سے انکار کا تصور بھی نہیں کر سکتے وہ اُس شمع کی مانند ہیں جس کے گرد ہر وقت پروانوں کا ہجوم رہتا ہے۔

اُن کے اخلاق عمدہ ہیں اور عبادت کے طریقے پاکیزہ ہیں سچ تو یہ ہے کہ اُن کی محبت نے ہمارے دلوں کو چھید ڈالا ہے اس لیے ہم تمھیں مشورہ دیتے ہیں کہ کچھ دن خاموشی اختیار کرو شاید ایران سے کوئی خبر آتی ہو۔

چنانچہ وہ سب خاموش رہے حتیٰ کہ کچھ دن بعد اُن تک شاہ ایران شیرویہ کا قاصد یمن پہنچا اور اُس نے کہا؛

میں حاکم ایران شیرویہ کا قاصد ہوں جو خسرو پرویز کے قتل کے بعد اب مملکت مجوس کا حکمران ہے تم لوگوں کو شاہ ایران کی طرف سے حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے قریبی لوگوں کو میری اطاعت پہ آمادہ کرو اور خود بھی میری شہنشاہیت کو قبول کرو خبردار تمھارے دل میں بغاوت کا خیال بھی نہ گزرے۔

مزید براں یہ کہ میرے پیش رو نے اہل عرب کے جس شخص کی گرفتاری کے بارے میں تمھیں حکم دیا تھا تم اس معاملے میں توقف اختیار کرو اور اُن سے فی الحال کوئی تعرض نہ کرنا اور اس بارے میں میرے اگلے حکم کا انتظار کرنا۔

جب نبی اکرم ﷺ کے بیان کی تصدیق ہوگئی اور شاہ ایران کا قاصد باذان سے رخصت ہو گیا تو اُس نے ایک لمحہ بھی نہ لگایا اور اپنے ساتھیوں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی گواہی دی اور ایمان لے آیا

اُس نے کہا، خدا کی قسم! وہ سچے نبی ہیں۔

اس کے بعد یمن کے رئیس نے باذان نے اسلام قبول کرلیا بلکہ اہل یمن میں سے بہت سے لوگ اسلام کے سایہ عافیت میں آ گئے۔

باذان کے قاصد کو رخصتی کے وقت آنحضرت محمد ﷺ نے بگلوس دیا تھا[7*] جس کی وجہ سے اُن کا نام بگلوس پڑ گیا تھا کیونکہ اُن کی زبان میں معجزہ کو بگلوس کہتے تھے۔

باذان کے دوسرے قاصد نے کہا؛

خدا کی قسم! میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بارعب کوئی شخصیت نہیں دیکھی اور کوئی ایسا دربار نہیں دیکھا ہے جس کی اس قدر ہیبت ہو حالانکہ اُن کے دوازے پر ایک بھی پہرے دار نہ تھا اس کے باوجود مجھے یوں محسوس ہوتا کہ اُن کا دربار بہت ہی عالیشان ہے۔

باذان کے اسلام قبول کرنے کے بعد قبیلہ حیرہ سے اکثر لوگ اسلام لے آئے تھے۔اس کے بعد چند ہی سال گزرے تھے کہ مجاہدین اسلام کے لشکر نے اہل ایران کے دروازوں پہ دستک دی اور زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ایران کی یہ مجوسی سلطنت صفحۂ ہستی سے کسی حرف غلط کی طرح مٹ گئی۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے ایران پہ یلغار کر رکھی تھی ،ایران کی مجوسی ریاست ایک انتہائی طاقتور ریاست تھی اُس کی فوجیں کثیر اور تربیت یافتہ تھیں۔حضرت ابوعبیدہؓ نے نمارق کے مقام پر ایران کے سپہ سالار جابان کو شکست دی اور یہ پہلی شکست تھی جو مسلمانوں کے ہاتھوں اہل ایران کا مقدر بنی۔اس کے بعد وہ کبھی سنبھل نہ سکے اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قادسیہ کے میدان میں نامور ایرانی سپہ سالار رستم کو شکست سے دوچار کیا ۔اسلامی لشکر نے ہر میدان میں اہل ایران کی مہیب طاقت کا سامنا نہایت حوصلے اور عزم سے کیا جس کے نتیجے میں جلولا ، بویب، حلوان ، جزیرہ ،تکریت ،خوزستان ،نہاوند اصفہان ،رے، آرمینیہ، آذربائیجان ، کرمان ،سیستان ،مکران ،خراسان ، سجستان اور آخر میں اُن کا دارلخلافہ ہمدان بھی اسلامی قلمرو میں آ گیا اور اُن کا درفش کاویانی [8*] ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سر نگوں ہو گیا۔وہ آتش کدے جو کئی ہزار سال سے جل رہے تھے اور لوگ نادانی میں اُن کی پرستش کر رہے تھے ہمیشہ کے لیے بجھ گئے ۔وہاں ہر سو توحید کا اجالا ہو گیا جو کسی آگ کا محتاج نہیں ہوتا ساسانی ریاست کا نام اب صرف تاریخ کے تذکروں میں ملتا ہے اور اہل ایران چودہ سو تینتیس سال سے قافلہ توحید کے مسافر ہیں الحمدوللہ۔

✡ ✡ ✡

جولوگ تاریخ کا ذوق رکھتے ہیں اور انھیں ماضی کے دریچوں میں جھانکنا پسند ہو وہ جانتے ہیں کہ مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کا ختم ہوجانا تاریخ انسانی کا نہایت ہی عجیب واقعہ تھا کہ ایسا کم ہوتا تھا جنگ کے نتائج تو وسائل پر منحصر ہوتے ہیں۔

ذوالحجہ 6 ہجری، بمطابق مئی 628ء

شاہ حبشہ نجاشی

حبشہ جنوبی افریقہ کا ایک ملک ہے جس کی اکثریتی آبادی مسلمان ہے یہ ملک خطہ عرب سے جنوب کی طرف واقع ہے۔آج کل اس کو (Ethiopia) کہا جاتا ہے جہاں مستشرکین نے تفرقہ کی آگ بھڑکا رکھی ہے لوگ ایک دوسرے سے خانہ جنگی میں مصروف ہیں جس کا نتیجہ پوری قوم کو بھگتنا پڑ رہا ہے اور وہاں دور دور تک غربت وافلاس کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔بعثت نبوی کے وقت یہ ملک روم کا ایک حلیف ملک تھا جہاں شاہ حبشہ نجاشی اصحمہ حکمران تھا۔نجاشی کا خاندان اس علاقے میں چار سو سال سے حکومت کرتا چلا آیا تھا۔اہل حبشہ پہلے بت پرست تھے پھر رومی شہنشاہیت نے مصر کے حکمران کو حکم دیا کہ وہ حبشہ کی طرف عیسائی مشن بھیجے جو وہاں دین عیسوی کی ترویج واشاعت کا فریضہ سرانجام دیں۔چنانچہ سب سے پہلے اسکندریہ کے ایک بشپ [9*] نے وہاں اپنا مرکز قائم کیا۔وہ لوگوں کو عیسائیت کی طرف راغب کرنے میں کامیاب رہا اور رفتہ رفتہ اہل نصاریٰ کا مذہب سارے ملک حبش میں پھیلتا چلا گیا۔ دوسری طرف مکہ میں اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی۔نبی اکرم

ﷺ کی دعوت حق کے نتیجے میں اہل قریش نے اُن کے ساتھ سخت رویہ اپنایا اور دین اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا بلکہ دین اسلام قبول کرنے والوں پہ عرصہ حیات تنگ کر دیا۔تب نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو کہا کہ وہ حبشہ چلے جائیں وہاں ایک عادل حکمران ہے جو تم سے اچھا سلوک کرے گا۔چنانچہ دو سال کے عرصے میں ستر سے زائد لوگ اسلام قبول کرنے کی پاداش میں مکہ چھوڑ گئے اور حبشہ جا کے مقیم ہو گئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمدﷺ نے شاہ حبشہ نجاشی کو کئی خط لکھے تھے آپﷺ نے اُسے جو سب سے پہلا خط لکھا اسے لے کر حضرت جعفر بن طیارؓ گئے تھے۔اس کے بعد حضرت امیہ بن عمرو ضمریؓ یکے بعد دیگرے دو خط لے کر گئے تھے جن میں سے ایک خط میں اُسے دعوت اسلام دی گئی تھی اور دوسرے میں حضرت اُم حبیبہؓ سے رسول اللہﷺ کے نکاح کا حکم دیا گیا تھا۔چوتھا خط آپﷺ نے نجاشی اصحمہ کی وفات کے بعد اُس کے جانشین کے نام لکھا تھا جس میں نیک تمناؤں کا اظہار کیا گیا تھا

مورخین نے لکھا ہے کہ!

جب حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نبی اکرمﷺ کا نامہ مبارک لے کر اصحمہ نجاشی کے پاس پہنچا تو اصحمہ نے اس کی بہت تکریم کی اور نامہ مبارک کو چوم کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور اپنے تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا اس کے بعد اُس نے خط پڑھنے کا حکم دیا۔خط کا متن اور ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلَى النَّجَاشِىْ مَلِكِ الْحَبْشَةَ، أَمَّا بَعْدُ ! فَاِنِّىْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ

اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤمِنُ الْمُهَيْمِنُ
وَأَشْهَدُأَنَّ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ رُوْحُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ أَلْقٰهَا
اِلٰى مَرْيَمَ الْبَتُوْلِ الطَّاهِرَةِ الْمُطَهَّرَةِ الطَّيِّبَةِ
الْحَصِيْنَةِ فَحَمَلَتْ بِعِيْسٰى فَخَلَقَهُ اللّٰهُ مِنْ رُّوْحِهٖ
وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ اٰدَمَ بِيَدِهٖ وَاِنِّيْ أَدْعُوكَ اِلَى اللّٰهِ وَحْدَهٗ
لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَالْمُوَالَاةِ عَلٰى طَاعَتِهٖ فَاِنْ تَا بَعْتَنِيْ وَ
تُؤمِنُ بِالَّذِيْ جَاءَنِيْ فَاِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاِنِّيْ أَدْعُوْكَ
وَجُنُوْدَكَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَقَدْ بَلَغْتُ وَنَصَحْتُ فَاقْبَلُوْا
نُصْحِيْ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَيْكَ اِبْنَ عَمِّيْ جَعْفَرًا وَمَعَهٗ نَفَرٌ
مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى"۔ [10*]

✡✡✡✡✡✡✡

یہ مکتوب محمد رسول اللہﷺ کی طرف سے نجاشی فرمانروائے حبشہ کے نام؛

امابعد! میں تیرے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں۔ جس کے بغیر اور کوئی معبود نہیں۔ وہ حقیقی بادشاہ ہے، ہر عیب سے پاک ہے، سلامت رکھنے والا ہے، امان دینے والا ہے، نگہبان ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے مریم کو القاء کیا، وہ مریم جو اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہے، پاک ہے مطہر ہے، خوشبودار ہے، پاک دامن ہے، جو عیسیٰ سے حاملہ ہوئی۔ اللہ نے پیدا کیا اسے اپنی روح سے اور پھونکا اس روح کو مریم میں جس طرح آدم کو اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا۔ اے نجاشی! میں تمھیں دعوت دیتا ہوں کہ ایمان لاؤ اللہ پر جو وحدہ لا شریک ہے اور ہمیشہ اس کی اطاعت کرو۔ پس اگر تو میری پیروی کرے گا اور ایمان

لائے گا اس چیز پر جو میں لے کے آیا ہوں تو بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، میں تجھے اور تیرے سارے لشکر کو اللہ پہ ایمان لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ میں نے حق تمھیں پہنچا دیا اور نصیحت کا فرض ادا کر دیا۔ پس میری نصیحت قبول کرلو۔ میں نے تمھاری طرف اپنے چچا زاد بھائی جعفر اور اس کے ساتھ کچھ دیگر مسلمانوں کو بھیجا ہے۔ پس اس شخص پہ سلامتی ہو جو ہدایت کا اتباع کرے۔

✡✡✡✡✡✡✡

یہ وہ خط ہے جس کے متعلق مورخین کو عام طور پہ یہ اشتباہ لگا ہے کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری اسے چھ ہجری کو لے کر گئے تھے مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ وہ خط ہے جو آنحضرت محمدﷺ نے حضرت جعفر بن طیار کو پانچ نبوی میں اُس وقت دیا تھا جب انھوں نے دیگر صحابہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

کیونکہ ایک طویل مدت بعد آخر وہ خط منظر عام پہ آ گیا جسے آنحضرت محمدﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ شاہ حبشہ نجاشی کے لیے بھیجا تھا۔ دراصل پہلی جنگ عظیم کے بعد کسی شخص نے حبشہ کے قدیمی بادشاہوں کے ذاتی خزانے سے یہ خط چوری کر لیا تھا اور اسے دمشق کے کسی پادری کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ دمشق کا پادری اس خط کی حقیقی اہمیت سے ناواقف تھا اس لیے اُس نے یہ خط دمشق ہی کے ایک ایسے شخص کو دے دیا جو مسلمان تھا وہ مکتوبات نبوی پہ تحقیق کر رہا تھا جس نے دقتِ نظر سے اس خط کے مندرجات پر نظر ڈالی اور اُسے اُن خطوں کے ساتھ رکھا جو اس وقت دنیا کے کئی عجائب گھروں میں موجود ہیں جن کا تعلق عہد نبوی سے ہے کیونکہ آنحضرت محمدﷺ نے منذر بن سادی حاکم بحرین اور مقوقس شاہ مصر کو جو خط لکھے تھے وہ محفوظ رہے ہیں اور لوگوں کے پاس اُن کا عکس موجود ہے۔ جب اِن خطوں کے ساتھ اس خط کی مہر مل گئی اور اس کے مندرجات پہ نظر ڈالی گئی تو معلوم ہوا یہ خط آنحضرت محمدﷺ

نے شاہ حبشہ نجاشی اصمحہ کو لکھا تھا۔خط کا متن اور ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

هذَامِنُ محمد النبی الی النجاشی الاصحم عظیم الحبشه؛

سلام علی من التبع الهدیٰ وَ اٰمن باللّٰه باللّٰه و رَسُوله واشهد ان لا اله ال الا اللّٰه و حده ٗ لا شریك له لم یتخذ صاحبة ولا ولدً و ان محمد ً عَبده ٗ و رسوله و ادعوك بدعایة الا سلام فانی انا رسوله فاسلم تَسلُمَ ۔ یَآ هَلَ الۡکِتاب تَعَالَوۡا اِلیٰ کَلَیَةٍ سَوَآءٍ بَیۡنَنَا وَ بَیۡنَکُمۡ الَّا نَعۡبُدَ اِلَّا اللّٰهُ وَلاَ نُشۡرِكٍ بِهٖ شَیۡئاً وَّلَا یَتَّخِذَ بَعۡضُنَا بَعۡضًا ارۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ فَاِنۡ تَوَلَّوا فَقُوۡلُوۡا الشُهَدُ وۡا بِاَنَا مُسۡلِمُوۡنَ ۔فان أبیت فعلیك اِثُ النصٰرٰی من قومك۔[*11]

✡✡✡✡✡✡✡

یہ خط پیغمبر محمد کا حبشیوں کے سردار نجاشی اصحمہ کے نام ہے۔سلامتی اس شخص کے لیے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔اس کے نہ بیوی ہے نہ بچہ ہے اور یہ بھی کہ محمد اُس کا بندہ اور رسول ہے۔میں تجھے اللہ کی طرف

دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اسی کا رسول ہوں۔ اسلام لا تو سلامت رہے گا۔ اے اہل کتاب ایک ایسی بات پر ہمارے ساتھ جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں گے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں گے اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں ہی کو رب بنائیں گے۔ اگر وہ پلٹ جائیں تو کہہ دینا کہ ہم تو خدا کے فرمانبردار بندے ہیں اگر تو انکار کرے گا تو تیری قوم نصرانیوں کا وبال بھی تجھ پہ ہی ہوگا۔

✡✡✡✡✡✡✡

تاہم مورخین اس بارے میں صراحت سے بیان نہیں کر سکے کہ شاہ حبشہ نجاشی اصحمہ نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا یا حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے پہنچنے پر۔ اغلب یہی ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی اصحمہ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ہاتھ پہ ہی اسلام قبول کیا تھا۔ اگرچہ اس ضمن میں وہ روایت بھی پیش کی جاتی ہے جس میں نجاشی نے حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا تھا۔ تاہم حضرت جعفرؓ کے حبشہ پہنچنے اور حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے حبشہ پہنچنے کے مابین پندرہ سال کا فصل ہے مگر اس دوران کوئی ایسی روایت ہم تک نہیں پہنچی کہ شاہ حبشہ نے اسلام قبول کر لیا ہوا۔ گرچہ اُس کے مسلمانوں کے ساتھ احسن سلوک کی بے شمار روایات موجود ہیں۔ اس لیے خیال کیا جاتا ہے کہ نجاشی اصحمہ نے تبھی اسلام قبول کیا جب چھ ہجری کے آخری مہینے میں حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر پہنچے تھے۔ چنانچہ ہم نے اسی کو اختیار کیا اور سابقین میں سے بھی بہت سے مورخین نے اس خیال کا اثبات کیا ہے۔ مگر یہ کوئی حتمی رائے نہیں ہے اس لیے کہ نجاشی نے جو خط رسول اللہ ﷺ کو لکھا اُس میں صراحت سے اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ میں نے آپ کے چچا زاد جعفر کے ہاتھ پہ اسلام

قبول کیا ہے۔
واللہ اعلم!

✡✡✡✡✡✡✡

چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ!
حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کی اس دعوت کے جواب میں شاہ حبشہ نجاشی نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا تھا اور اس بات کی گواہی دی کہ آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو کچھ وہ لے کے آئے ہیں وہ حق ہے اس لیے میں بصد احترام اُن پہ ایمان لاتا ہوں اس لیے کہ میں نے اپنی کتابوں میں اُن کا تذکرہ مبارک پایا ہے۔ خدا کی قسم محمد ﷺ وہی ہیں جن کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہم تک اپنی بشارت پہنچائی تھی اور کہا تھا کہ آپ ﷺ راکب حمار ہیں آپ ﷺ یقیناً وہی ہیں جن کی شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دی تھی اور فرمایا تھا کہ آپ شتر سوار ہیں۔

اس کے بعد نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کے نام جوابی خط تحریر کیا اُس پر اپنی مہر لگائی اور وہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے حوالے کیا اور اُن سے کہا اللہ کے رسول تک میرا اسلام پہنچانا اور اُن سے کہنا میں نے اپنا بیٹا اُن کی خدمت میں حاضر کیا ہے اگر آپ حکم دیں تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا۔ شاہ حبشہ نجاشی کے جوابی خط کا متن اور اُس کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مِنُ النَّجَاشِیُ أَصۡمَحَۃَ سَلَامٌ عَلَیۡكَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ؛
اَللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الَّذِیْ ھَدَانِیْ لِلْاِسْلَامِ
اَمَّا بَعْدُ!
فَقَدْ بَلَغِیْ کِتَابُكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا ذَکَرْتَ أَمْرِ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ أَنَّ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَزِیْدُ عَلٰی مَا ذَکَرْتَ ثَفْرُوْقًا أَنَّہٗ کَمَا قُلْتَ وَقَدْ عَرَفْنَا مَا بَعَثْتَ بِہٖ اِلَیْنَا وَقَدِمَ ابْنُ عَمِّكَ وَ أَصْحَابُہٗ وَ أَشْھَدُوأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَادِقًا مُصَدِّقًا وَقَدْبَایَعْتُكَ وَ بَایَعْتُ اِبْنَ عَمِّكَ وَأَسْلَمْتُ عَلٰی یَدَیْہِ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَقَدْ بَعَثْتُ اِلَیْكَ اِبْنِیْ أَرُھَا فَاِنْ شِئْتَ أَنْ اٰتِیْكَ بِنَفْسِیْ فَعَلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ فَاِنِیْ أَشْھَدُأَنَّ مَا تَقُوْلُ حَقٌّ وَاسَلَامٌ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہَ وَرَحْمَةُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

✡✡✡✡✡✡✡

یہ عریضہ نجاشی اصحمہ کی طرف سے ہے۔

یارسول اللہﷺ

آپؐ پہ اللہ تعالیٰ کے سلام، رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ وہ اللہ جس کے بغیر کوئی معبود نہیں، جس نے مجھے اسلام قبول کرنے کی ہدایت کی۔

امابعد! یارسول اللہﷺ

حضور کا گرامی نامہ مجھے موصول ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں حضور نبی اکرم

ﷺ نے جو ذکر کیا ہے زمین وآسمان کے پروردگار کی قسم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ اس سے ذرا برابر زیادہ ہیں نہ کم۔ آپؐ کے چچازاد جعفر اور اُن کے ساتھی یہاں پہنچ گئے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں میں نے حضور کی بیعت کی ہے اور آپ ﷺ کے چچازاد حضرت جعفر کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے۔ میں اپنے بیٹے ارھا کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، اگر حکم ہو تو میں خود بھی حاضر ہو جاؤں گا میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ کا ہر حکم حق ہے۔

والسلام وعلیک یا رسول اللہ ورحمتہ اللہ وبرکاۃ۔

✡✡✡✡✡✡✡

نجاشی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی اور وہ اللہ کی اس نعمت پہ نہایت خوش تھا اُس نے والہانہ انداز میں دین اسلام کی پیروی کی اور اسے قبول کرنے میں کسی جھجک کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔ سب سے بڑھ کے یہ کہ اُس نے اپنی مملکت تک داؤ پہ لگا دی تھی کیونکہ وہ بہر حال مملکت رومہ کی ایک حلیف حکومت تھی اور روم کے حکمران اس ضمن میں اُس پہ سختی کر سکتے تھے مگر اللہ نے اُسے محفوظ رکھا کہ خود مملکت رومہ کا حکمران ہرقل بھی اسلام سے مرعوب ہو چکا تھا مگر وہ اسلام سے رک گیا تھا کہ اس طرح اُس کی حکومت جاتی رہتی۔

نجاشی حقیقتاً ایک عدل پسند بادشاہ تھا اُس نے نہ صرف مسلمانوں کو پناہ دی بلکہ اُن کی ہر طرح سے اعانت بھی کی۔ مسلمانوں نے اُس سے شکایت کی تیری ریاست کے لوگ ہم سے برا سلوک کرتے ہیں ہم کو گالیاں دیتے ہیں نجاشی نے عام اعلان کر دایا کہ جس نے مسلمانوں کو تنگ کرنے کی کوشش کی اُس کو سزا دی جائے گی یا اُس پہ جرمانہ کیا جائے گا۔

نجاشی نے نو ہجری کو وفات پائی تب نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ حضرت جبرائیل نے شاہ حبشہ نجاشی اصحمہ کی وفات کی خبر آپ ﷺ تک پہنچائی آپ

ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛ اٹھو تمھارا بھائی نجاشی اصحمہ انتقال کرگیا ہے اُس کی نمازہ جنازہ ادا کرو
نماز جنازہ خود آنحضرت محمدﷺ نے پڑھائی۔

✡ ✡ ✡

ذوالحجہ 6 ھجری، بمطابق مئی ، 628ء

مقوقس شاہ مصر

مقوقس مصر کا حاکم تھا نبی اکرم ﷺ نے دوسرے عالمی راہنماؤں کے ساتھ اسے بھی دین اسلام کی دعوت دی، دین اسلام میں توسیع اور لوگوں کی فلاح کے لیے یہ امر انتہائی ناگزیر تھا کہ سب سے پہلے لوگوں کو دین اسلام سے روشناس کرایا جائے۔ اُن کی توجہ دین اسلام کی اُن تعلیمات کی طرف مبذول کرائی جائے جن کا انکار کسی بھی سلیم الطبع انسان کے لیے مشکل ہے کہ عقل و دانش انسان کی راہنمائی ہمیشہ سچ کی طرف ہی کرتی ہے اگر چہ اُس کا نفس اُس کو ورغلاتا ہے اور انسان راہ حق سے بھٹک بھی جاتا ہے تاہم اکثر و بیشتر انسان اپنی عقل کی راہنمائی کو تسلیم بھی کرتا ہے اور اُس کا دل حق قبول کرنے کے لیے نرم پڑ جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ شاہ مصر مقوقس کے ساتھ بھی پیش آیا تھا کہ جب نبی اکرم ﷺ کا خط اُس تک پہنچا اور خود آنحضرت محمد ﷺ کے قاصد نے بھی شاہ مصر کو دین اسلام سے روشناس کرایا اور اُس سے کہا کہ ! یاد رکھ جس نے بھی حق سے روگردانی کی اللہ تعالیٰ نے اسے نشان عبرت بنا کے رکھ دیا ہے اس لیے یہ بات تیرے لیے بہتر ہے کہ تو لوگوں کے انجام سے

عبرت حاصل کرے نہ کہ لوگ تیرے انجام سے عبرت حاصل کریں اسلام قبول کرلو اسی میں تمھاری بھلائی ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ شاہ مصر مقوقس کچھ متذبذب تھا اُسے دین حق کی تعلیمات نے متاثر کیا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ اس کے عوام اس قدر جلدی اُس حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے جس کی طرف اُس کی عقل نے راہنمائی کی ہے اس لیے وہ ڈرتا تھا کہ لوگ اُس کی شدید مخالفت کریں گے اور حکومت اس سے چھن جائے گی۔ وہ اخلاقی جرأت جو اس طرح کے بلند مقصد کو حاصل کرنے کے لیے درکار ہوتی ہے وہ مقوقس میں مفقود تھی۔ اس لیے باوجود اس کے کہ اُس نے آنحضرت محمد ﷺ کے قاصد کی خوب تکریم کی، اُس نے اسلام قبول کرنے سے گریز کیا مگر چونکہ اس کی طرف سے کھلا انکار سامنے نہ آیا تھا اس لیے لوگوں نے یہی لکھا ہے کہ اُس کے دل میں اسلام کے لیے ایک نرم گوشہ موجود تھا مگر اُس کا وہ خط جو اُس نے رسول اللہ ﷺ کے خط کے جواب میں لکھا اُس میں مقوقس نے اس طرح کا کوئی اشارہ نہیں دیا کہ وہ اسلام قبول کرنا چاہتا ہے یا اُس نے اسلام قبول کرلیا ہے، بلکہ اس ضمن میں اُس نے سکوت اختیار کیا ہے۔ چنانچہ جن مورخین نے اُس کے اسلام سے انکار کیا ہے انھی کا موقف درست معلوم ہوتا ہے اُس خط کا متن تحریر کیا جاتا ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے شاہ مصر کے لیے تحریر کرایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ اِلٰى مُقَوْقِسَ عَظِيْمِ الْقِبْطِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى؛

أَمَّا بَعْدُ ! فَاِنِّىْ أَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ أَسْلِمْ تَسْلَمْ يُعْطِكَ اللّٰهُ أَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ

اِثْمُ الْقِبْطِ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا
وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ
بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا
اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔

✡✡✡✡✡✡✡

یہ خط محمد (ﷺ) کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں مقوقس کی طرف جو قطبیوں کا سردار ہے۔ سلامتی ہو ہر اس شخص پر جو ہدایت کا پیروکار ہے۔
امابعد! میں تمھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تجھے دوگنا اجر عطا فرمائے گا۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو سارے قطبیوں کی گمراہی کا گناہ تیری گردن پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آ جاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا رب نہیں بنائیں گے اور اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو کہہ دو اے منکرو! گواہ رہنا ہم تو مسلمان ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡

مورخین نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ سے لکھا ہے کہ!
مقوقس نے میری خوب تکریم کی اُس نے نبی اکرم ﷺ کے خط کو ہاتھی دانت کی ایک خوبصورت ڈبیا میں محفوظ کیا اور نبی اکرم ﷺ کے نام مجھے جوابی خط بھی دیا اُس نے مجھے بھی انعام واکرام اور شاہی خلعت سے نوازا اور نبی اکرم ﷺ کے لیے دو لونڈیاں اور ایک شاندار

سفید رنگ کا خچر بھی روانہ کیا جس کا نام دلدل تھا مقوقس کے خط کا متن اور ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِمُحَمَّدِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ مِنَ الْمُقُوُقِسِ عَظِيْمِ الْقِبْطِ

سَلَامٌ عَلَيْكَ !

أَمَّا بَعْدُ ! قَدْ قَرَأْتُ كِتَابِكَ وَ فَهِمْتُ مَا ذَكَرْتَ فِيْهِ وَمَا تَدْعُوْ اِلَيهِ وَقَدْ عَلِمْتُ أَنَّ نَبِيًّا بَقِىَ وَكُنْتُ أَظُنُّ اَنَّهُ يَخْرُجُ بِالْشَّا مِ وَقَدْأَكْرَمْتُ رَسُوْلَكَ وَبَعَثْتُ اِلَيْكَ بِجَارِيَتَيْنِ لَهُمَا مَكَانٌ فِىْ الْقِبْطِ عَظِيْمٌ وَبِكَسْوَةٍ وَ أَهْدَيْتُ اِلَيْكَ بَغْلَةً لِتَرْكَبَهَا

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ

✡✡✡✡✡✡✡

محمد بن عبداللہ کی خدمت میں مقوقس عظیم قبط کی طرف سے!

آپ پہ سلامتی ہو! امابعد! میں نے آپ (ﷺ) کا مکتوب گرامی پڑھا۔اس کے مندرجات کو اور جس دین کو قبول کرنے کی آپ نے دعوت دی ہے اُسے سمجھا۔ مجھے اس بات کا تو علم تھا کہ ایک نبی کی آمد ہونے والی ہے تاہم میں خیال کرتا تھا کہ وہ ملک شام سے نمودار ہوگا میں نے آپ کے قاصد کی عزت و تکریم کی ہے۔ میں نے حضور کی خدمت میں دو کنیزیں بھیجی ہیں جن کی اہل قبط کی نگاہوں میں بڑی قدر و منزلت ہے ایک خلعت اور خچر حضور کی سواری کے لیے پیش کیا ہے"۔

✡✡✡✡✡✡✡

شاہ مقوقس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں جو لونڈیاں بھیجی تھیں اُن کے نام سرین اور ماریہ بیان کیے گئے ہیں۔ ماریہ کو آپ ﷺ نے آزاد کر دیا اور وہ مسلمان ہو گئی جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اُنہیں اپنی زوجیت میں لے لیا۔ آنحضرت محمد ﷺ کے بیٹے حضرت ابراہیم انھی ماریہ قطبیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ابراہیم اٹھارہ ماہ زندہ رہنے کے بعد وفات پا گئے تھے۔ دوسری کنیز سرین کو آپ ﷺ نے حضرت حسان بن ثابتؓ کے حوالے کر دیا تھا جنھوں نے اُس سے نکاح کیا اور اُن کے بطن سے حضرت عبدالرحمان پیدا ہوئے۔ مقوقس کا بھیجا ہوا خچر جس کا نام دلدل تھا بہت عرصے تک نبی اکرم ﷺ کے پاس رہا نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد وہ خچر حضرت امیر معاویہ کے عہد تک زندہ رہا۔

✡✡✡

ذوالحجہ 6 ھجری، بمطابق مئی 628ء

شاہ غسان

اسلام کی دعوت رفتہ رفتہ عرب بھر میں پھیلتی جارہی تھی اسلام کے دشمن اس بات سے پریشان تھے مگر کچھ کرنہیں سکتے تھے اس لیے کہ فوجی محاذ پر مسلمانوں کے ہاتھ سے پے در پے شکستوں کے بعد اب وہ خاموش تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی دعوت اب حجاز کی سرحدوں کو پھلانگ چکی تھی اور روم وایران تک اسلام کے چرچے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے قاصد دور دور تک آنحضرت محمد ﷺ کا پیغام لے کر سفر کررہے تھے اور لوگوں کو فلاح کی طرف بلا رہے تھے، راستی کی طرف بلا رہے تھے، عزت کی طرف بلا رہے تھے، عظمت کی طرف بلا رہے تھے، رفعت کی طرف بلا رہے تھے، جنت کی طرف بلا رہے تھے، حقیقت کی طرف بلا رہے تھے، سعادت کی طرف بلا رہے، راحت کی طرف بلا رہے تھے ، برکت کی طرف بلا رہے، رحمت کی طرف بلا رہے تھے، شفقت کی طرف بلا رہے تھے، محبت کی طرف بلا رہے تھے، الفت کی طرف بلا رہے تھے، شجاعت کی طرف بلا رہے تھے، غیرت کی طرف بلا رہے تھے بشاشت کی طرف بلا رہے تھے، امانت کی طرف بلا رہے تھے، دیانت کی طرف بلا رہے

تھے شرافت کی طرف بلا رہے تھے،فراست کی طرف بلا رہے تھے،وجاہت کی طرف بلا رہے تھے آسانی کی طرف بلا رہے تھے،آسائش کی طرف بلا رہے تھے،بہار کی طرف بلا رہے تھے،آسودگی کی طرف بلا رہے تھے،نیکی کی طرف بلا رہے تھے،کامیابی کی طرف بلا رہے تھے،کامرانی کی طرف بلا رہے تھے،اعزاز کی طرف بلا رہے تھے،تکریم کی طرف بلا رہے تھے،شادمانی کی طرف بلا رہے تھے ،دانش کی طرف بلا رہے تھے، ،سچ کی طرف بلا رہے تھے،اخلاق کی طرف بلا رہے تھے، پہچان کی طرف بلا رہے تھے،انعام کی طرف بلا رہے تھے،اکرام کی طرف بلا رہے تھے،دوام کی طرف بلا رہے تھے،ایمان کی طرف بلا رہے تھے،ایقان کی طرف بلا رہے تھے،یقین کی طرف بلا رہے تھے دین کی طرف بلا رہے تھے،اسلام کی طرف بلا رہے تھے،سلامتی کی طرف بلا رہے تھے،امن کی طرف بلا رہے تھے،اتحاد کی طرف بلا رہے تھے،اتفاق کی طرف بلا رہے تھے،استحقاق کی طرف بلا رہے تھے،استحکام کی طرف بلا رہے تھے،شرف کی طرف بلا رہے تھے،استدلال کی طرف بلا رہے تھے،رجوع کی طرف بلا رہے تھے،توبہ کی طرف بلا رہے تھے،وہ لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہے تھے مگر اتنی روشنی ہونے کے باوجود ابھی تک اُن بدبختوں کی کمی نہ تھی جو حق کے انکار پہ بضد تھے اور انھی میں ایک بدبخت غسان کا حاکم حارث بن ابی شمر غسانی بھی تھا۔

مورخین نے اُس کے بارے میں جو معلومات بہم پہنچائی ہیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ!

آنحضرت محمد ﷺ کے قاصد حضرت شجاع بن وہبؓ شاہ غسان کے ہاں پہنچے تو کئی دن تک انھیں شاہ غسان سے ملاقات نہ کرنے دی گئی۔

شاہ غسان کے دربانوں نے انھیں بتایا کہ حارث کئی کئی دن تک دربار نہیں لگاتا تھا اور وہ کئی کئی دن تک اپنے محل سے باہر ہی نہیں آتا۔

حضرت شجاع بن وہبؓ نے ایک دربان کو دوست بنا لیا تھا وہ دربان شجاع سے آنحضرت محمد ﷺ کی باتیں دریافت کرتا رہتا۔حضرت شجاع بن وہب نے اسی دربان کے ہاں رہائش رکھی

ہوئی تھی۔

وہ دربان کئی دن تک حضرت شجاع بن وہب کی باتیں سنتا رہا ایک رات کو آخر اُس کا دل بدل گیا اور وہ بہت رویا اُس کے بعد اُس نے شجاع سے کہا؛

خدا کی قسم! میں نے اپنی کتاب میں آنحضرت محمدﷺ کی جتنی نشانیاں دیکھی ہیں تم نے اُن تمام کو بیان کر دیا ہے یقیناً تو جن کا قاصد بن کے آیا ہے وہ اللہ کے سچے رسول ہیں اور میں اُن پہ ایمان لاتا ہوں خدا کی قسم اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ شاہ غسان مجھے ایذا پہنچائے گا تو میں برملا اس کا اظہار کر دیتا۔

اُس دربان نے حضرت شجاع بن وہب کو یہ بھی بتایا کہ!

حارث سے اس بات کی امید مت رکھو کہ وہ تمھاری بات پہ توجہ دے گا اس کے لیے کہ وہ قیصر روم کے ماتحت ہے اور اُس سے ڈرتا ہے۔

اس کے بعد اُسی دربان نے اپنی کوشش سے بادشاہ کو اس بات سے آگاہ کیا کہ مکہ سے ایک قاصد آیا ہوا ہے جو اللہ کے رسول محمدﷺ کی طرف سے آیا ہے اس کی بات سن لو۔ بادشاہ نے اُس کی سفارش سے آنحضرت محمدﷺ کے قاصد سے ملنے پہ آمادگی ظاہر کر دی۔

نبی اکرمﷺ کا قاصد اُس سے ملا اور نبی اکرمﷺ کا خط پیش کیا۔

خط کا متن اور ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى الْحَارِثِ بْنِ أَبِىْ شَمَّر سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى۔

وَاٰمَنَ بِهٖ وَ صَدَّقَ وَ اِنِّىْ أَدْعُوْكَ أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ يَبْقٰى لَكَ مُلْكُكَ۔

✡✡✡✡✡✡✡

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کے نام!

ہر اس شخص پہ سلامتی ہو جو ہدایت کا پیروکار ہے۔اور اس پر ایمان لے آیا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔میں تمھیں ہدایت کی دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ وحدہ' لاشریک پر ایمان لے آؤ تمھارا ملک باقی رہے گا۔

✡✡✡✡✡✡✡

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے بیان کیا ہے کہ!

آنخضرت محمد ﷺ کا خط پڑھ کے حارث غصے سے بے قابو ہو گیا اور اُس نے نبی اکرم ﷺ کے خط کو زمین پہ پھینک دیا اور کہنے لگا میں اس عرب سے نمٹ لوں گا جس نے مجھ سے میرا ملک چھین لینے کی دھمکی دی ہے۔

اُس نے اپنی افواج کو حکم دیا کہ تیاری کرو ہم اس شخص پہ حملہ کریں گے جس نے ہمیں دھمکی دی ہے۔دراصل اُس کے دل میں یہ خمار تھا کہ وہ خطہ کی بہت بڑی طاقت سلطنت رومہ کا حلیف ہے اس لیے اُس نے اپنے اس ارادے سے شاہ روم ہرقل کو بھی آگاہ کرنا مناسب سمجھا اور اپنا ایک قاصد اُس کی طرف بھیج دیا۔

شاہ غسان کا قاصد ہرقل تک پہنچا اور اُس کو صورت حال سے آگاہ کیا مگر جیسا کہ اس سے قبل تذکرہ کیا جا چکا ہے کہ ہرقل جانتا تھا کہ آنخضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں اور اللہ کے سچے رسولوں پہ فتح پانا ممکن نہیں ہوتا اس لیے اُس نے فوراً ہی حارث کے قاصد کو ڈانٹ دیا اور کہا!

حارث سے کہنا اپنے دل سے یہ خیال نکال دے کہ وہ مدینہ پہ حملہ کرے گا اور اُس سے کہو فوراً میرے حضور پیش ہو جائے۔ حارث کا قاصد واپس پہنچا اور اُس نے حارث کو بتایا کہ ہرقل نے اُس کے ارادے کا بہت برا منایا ہے اور اُسے باز رہنے کی تلقین کی ہے ساتھ ہی اُس نے کہا ہے کہ مجھ سے ایلیا میں آ کر ملو۔ ہرقل کی ڈانٹ سے حارث سہم گیا تھا اور اُسے اس بات پہ حیرت تھی عظیم الشان مملکت رومہ کا عیسائی سربراہ ہرقل مدینہ کے آنخضرت محمد ﷺ سے خوف زدہ تھا اور اُن پہ حملہ کرنے کو حماقت خیال کرتا تھا۔

اب وہ مجبور تھا کہ اپنے حاکم کے حکم کی اطاعت کرے اور اُس سے ملنے کے لیے ایلیا روانہ ہو جائے تاہم روانہ ہونے سے قبل اُس نے آنخضرت محمد ﷺ کے قاصد شجاع بن وہب کو طلب کیا اور اُن سے کہا؛

تمھارا واپسی کا رادہ کب تک ہے۔

حضرت شجاع بن وہب نے حاکم غسان حارث بن ابی شمر غسانی کو آگاہ کیا کہ وہ جلد ہی مدینہ واپس روانہ ہو جائے گا۔

شمر نے اُن سے کہا جب تم واپس جاؤ تو مجھے مل کے جانا۔

حضرت شجاع بن وہب اپنے اُسی دربان دوست کے ہاں مقیم تھے اور اُسے اسلام کی حقیقی تعلیمات سے آگاہ کرنے کا فریضہ ادا کر رہے تھے۔

جب انھوں نے دیکھا کہ اُن کا دوست اسلام کی مکمل طور پہ سمجھ گیا ہے تو انھوں نے واپسی کا ارادہ کیا۔

تب انھیں یاد آیا کہ حارث بن ابی شمر نے اُن سے کہا تھا کہ مجھے مل کے جانا چنانچہ جس روز مجھے وہاں سے مدینہ روانہ ہونا تھا اس سے پچھلی رات میں حارث کی طرف گیا اور اُسے بتایا کہ میں صبح مدینے روانہ ہو جاؤں گا۔

اب کے اُس کا رویہ بدلا ہوا تھا اُس نے مجھے محبت سے اپنے پاس بٹھایا کھانا کھلایا اور مجھے

رخصت کیا۔دم رخصت اُس نے مجھے سومثقال سونا بھی دیا۔

تاہم وہ اسلام نہیں لایا اور نبی اکرم ﷺ کی پشین گوئی کے مطابق جلد ہی اُس کے ہاتھ سے اُس کا ملک جاتا رہا تھا۔اس لیے کہ اطاعت اُس کے لیے ضروری تھی اور انکار کے بدلے میں صرف ذلت تھی جو بالآخر اُس کا مقدر بنی اور اُس کی ریاست نیست و نابود ہو گئی۔

ذوالحجہ 6 ھجری، بمطابق مئی 628ء

شاہ یمامہ

دین اسلام کی توسیعی مہم جاری تھی اور اسی سلسلے میں آنحضرت محمدﷺ نے ایک نامہ مبارک یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی کی طرف بھی روانہ کیا۔ جسے لے کر حضرت سلیط بن قیس انصاری یمامہ کو روانہ ہوئے ۔ یمامہ کی ریاست ایران کی حلیف تھی اور اہل فارس کے ماتحت وہاں عربوں کا حنفی قبیلہ حکومت کرتا تھا۔ یمامہ کا علاقہ بہت زرخیز اور سرسبز و شاداب تھا۔ جب نبی اکرمﷺ نے اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دی اور اہل قریش نے شدت کے ساتھ اُن کا انکار کیا اور اہل حق پہ زمین تنگ کر دی تب نبی اکرمﷺ نے صحابہ کو عندیہ دیا کہ انھیں ہجرت کرنی پڑے گی۔ صحابہ نے فرمایا کہ تب ہم خیال کیا کرتے کہ شاید رسول اللہﷺ کو یمامہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا جائے گا کیونکہ یہ علاقہ عرب بھر میں سرسبز و شاداب تھا اور مکہ کے لیے اجناس وہیں سے درآمد کی جاتیں تھیں۔ جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے کہ روم و فارس کے حکمرانوں نے اپنے ہمسایہ عرب قبیلوں کو خودمختار اور طاقتور ریاستیں قائم کرنے میں ان کی مدد کی تھی اور اس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ عرب غارت گروں

سے اُن کے سرحدی علاقے محفوظ رہیں اور اُن سے یہ عرب خود ہی نمٹ لیں جو اُن کے زیر سایہ اپنی خودمختار ریاستیں قائم کر چکے تھے۔ چنانچہ ہوذہ حاکم یمامہ کی خودمختاری بھی اسی طرح کی تھی جس طرح کی خودمختاری حارث بن ابی شمر کو یمن میں حاصل تھی۔ نبی اکرم ﷺ کا قاصد یمامہ کے اس حاکم کے پاس پہنچا اور نبی اکرم ﷺ کا خط اُس کو پیش کیا خط کا ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوذہ بن علی حاکم یمامہ کے نام ؛سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی ۔ تو جان لے کہ میرا دین اونٹوں اور گھوڑوں کی آخری منزل تک غالب آکر رہے گا ۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تم کو بخش دیا جائے گا ۔

✡✡✡✡✡✡✡

یمامہ کے حاکم ہوذہ بن علی نے نبی اکرم ﷺ کے قاصد کی خوب تکریم کی اور اُن سے کہا میں نے آپ کے خط کو سن لیا ہے اور اُس بات پر غور کیا ہے جس کی طرف آپ نے مجھے بلایا ہے تاہم فیصلہ کرنے کے لیے مجھے کچھ وقت درکار ہے کچھ دن بعد یمامہ کے حاکم نے آنحضرت محمد ﷺ کے قاصد کو بلایا اور اُن سے کہا! میں نے محمد ﷺ کی بات پہ غور کیا ہے اُن کی دعوت خوب ہے اُن سے جا کر کہنا کہ میں اپنی قوم کا حاکم شاعر خطیب اور صاحب عزت فرد ہوں جب اُن کو غلبہ حاصل ہو جائے تو حکومت کے کچھ امور میرے سپرد کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد حضرت سلیط بن قیس انصاری حاکم یمامہ سے واپس مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو ہوذہ بن علی نے

بہت سا کپڑا اور دیگر تحائف دے کر انھیں رخصت کیا جیسا کہ اُس دور میں اہل عرب کا دستور تھا۔

حضرت سلیط بن قیس انصاری واپس پہنچے اور آنحضرت محمد ﷺ سے سارا ماجرہ بیان کر دیا۔

آنحضرت محمد ﷺ نے یہ سن کے فرمایا؛

بخدا! میں اُسے زمین کا ایک ٹکڑا بھی نہ دوں گا بلکہ وہ خود بھی برباد ہوا اور جو کچھ اس کے ہاتھ میں ہے وہ بھی برباد ہو گیا۔ وقت نے اُن مبارک لبوں سے نکلی ہوئی اس بات کی تصدیق کی اور جلد ہی ہوذہ بن علی برباد ہو گیا اور اُس کا ملک اُس سے چھن گیا۔

✡ ✡ ✡

ذوالحجہ 6 ہجری، بمطابق مئی 628ء

شاہ بحرین

اسلام دین حق ہے، اسلام وہ روشنی ہے جس سے زندگی کی راہیں روشن ہو جاتی ہیں، نبی اکرم ﷺ کی خواہش یہ تھی کہ اسلام کی روشنی دور دور تک پھیل جائے اور لوگ اسلام کی تعلیمات سے اپنی زندگیاں سنوار لیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنے قاصد دور دور تک روانہ کیے تا کہ وہ لوگوں کو اسلام کے اجلے چہرے سے روشناس کرا سکیں۔ نبی اکرم ﷺ نے جو قاصد غیر مسلم حکمرانوں کی طرف روانہ کیے اُن میں علاء بن حضرمی بھی تھے جو مکتوب نبوی لے کر بحرین کے حاکم منذر بن ساوی کے پاس پہنچے۔ بحرین خلیج عرب کے مغربی ساحل پر واقع ہے۔ عہد جاہلیت میں لوگ بحرین سے جزائر بحرین مراد نہیں لیتے تھے جیسا کہ کچھ مورخین کو مغالطہ لگا ہے بلکہ دراصل بحرین خلیج عرب کی اُس پٹی کو کہا جاتا تھا جو عراق کے ڈیلٹا سے موجودہ ریاست قطر تک پھیلی ہوئی ہے۔ بحرین نہایت سرسبز و شاداب علاقہ تھا اور اُس میں بہت سے شہر آباد تھے۔ مورخین نے بیان کیا بحرین میں آرہ، بحر زارہ، جواثا، سابور، غابہ، مشقر، دارین اور قطیف جیسے بڑے بڑے شہر آباد تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ قطیف

نامی شہر آج تک شاد و آباد ہے۔ بحرین اگرچہ عرب ہی کا ایک حصہ تھا مگر یہ ایران کی مجوسی ریاست کے زیر سایہ تھا۔ عہد جاہلیت میں عرب بحرین کو ارض ہجر بھی کہتے تھے۔ یہاں کے باشندوں کی اکثریت موتیوں کی غواصی کا پیشہ کرتی تھی۔ بحرین کی الگ سے ایک تاریخی پہچان ہے جو تاریخ عرب سے ذرا ہٹ کے ہے کیونکہ ماضی میں یہ خطہ فنیقیوں کی قدیم تہذیب کا گہوارہ رہ چکا تھا۔ چھٹی صدی عیسوی میں بحرین ایرانی حکومت کے زیر اثر تھا اور یہاں کے عرب گورنر کا نام منذر بن ساویٰ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے منذر بن ساویٰ کی طرف علاء بن حضرمی کو روانہ کیا۔

منذر کا شمار اُن خوش بخت لوگوں میں کیا جاتا ہے جنھوں نے نبی اکرم ﷺ کا پیغام ملتے ہی حق کو پہچان لیا تھا اور اسلام لے آئے تھے۔ منذر بن ساویٰ نے نبی اکرم ﷺ کے قاصد کے ساتھ نہایت عمدہ سلوک کیا اور جوابی خط میں نبی اکرم ﷺ کو تحریر کیا کہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محمد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں منذر بن ساویٰ کی طرف سے؛

رسول اللہ ﷺ کا فرمان مبارک پہنچا، میں اس سے قبل آپ ﷺ کا وہ خط بھی دیکھ چکا ہوں جو آپ ﷺ نے دعوت اسلام کے لیے اہل بحرین کے نام ارسال فرمایا تھا۔ میں برضا و رغبت اسلام قبول کرتا ہوں۔ تاہم اہل بحرین میں سے بعض لوگوں نے اسلام کو پسند کیا ہے اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں اور اُن میں سے بعض اپنے قدیمی مذہب پہ قائم رہے ہیں۔ میرے ملک میں

پارسی اور یہودی بھی آباد ہیں مجھے مطلع فرمائیں کہ اُن کے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا جائے۔

✡✡✡✡✡✡✡

علاء بن حضرمیؓ واپس مدینہ پہنچے اور آنحضرت محمد ﷺ کو منذر بن ساویٰ کے اسلام لانے کی خوشخبری سنائی اور اُن کا خط نبی اکرم ﷺ تک پہنچایا۔

نبی اکرم ﷺ نے جوابی خط تحریر کیا اور انھی کے ہاتھ منذر بن ساوی کی طرف روانہ کیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔۔۔۔ اِلیٰ المنذر بن ساویٰ!
سلام و علیك ! فانی احمد الله الیك الذی لااِلٰه غیره واشهدان لا الٰه الا اللّٰه وان محمدًا عبدو و رسوله۔۔۔
اما بعد! فانی اذکرك اللّٰه عزوجل فانه من ینصح فا نما ینصح لنفسهِ وانّه من یطع رُسُلی و یتبع امرهم فقد اطاعنی و من نصح لهم فقد نصح لی و ان رُسُلی قد اثنوا علیك خیرًا وانی قد شفعتك فی قومك فاترك للمسلمین ما اسلموا علیه و انك

مهما تصلح فلن نعزلك عن عملك ومن اقامم على يهو دية او مجوسية فعليه الجزية۔

محمد رسول الله

✡✡✡✡✡✡✡

خدا رحمٰن ورحیم کے نام سے

محمد رسول اللہﷺ کی جانب سے۔۔۔۔۔منذر بن ساویٰ کے نام

السلام وعلیکم !

میں اس خدا کی حمد کرتا ہوں جو یکتا ہے اور اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ! میں خدا کی یکتائی کی شہادت دیتا ہوں اور یہ کہ میں اللہ کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں۔

بعدازاں میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں اور جو نصیحت کو قبول کرتا ہے وہ اس سے اپنی ہی ذات کو فائدہ پہنچاتا ہے۔

جو شخص میرے قاصدوں کی پیروی کرے اور اُن کی ہدایت پر عمل کرے گا اُس نے حقیقت میں میری اطاعت کی اور جس نے اُن کی نصیحت کو قبول کیا اُس نے حقیقت میں میری نصیحت کو مانا۔میرے قاصدوں نے آپ کے طرزِ عمل کی بے حد تعریف کی ہے چنانچہ آپ کو اُس منصب پہ قائم رکھا جاتا ہے جو آپ کو پہلے سے حاصل ہے۔آپ کو چاہیے کہ آپ ہمیشہ اللہ اور اُس کے رسول کے خیر خواہ رہیں۔اہل بحرین کے بارے میں آپ کی سفارش قبول کی جاتی ہے اور قصور واروں کے قصور معاف کیے جاتے ہیں پس آپ بھی اُن سے درگزر فرمائیں۔تاہم اہل بحرین میں سے جو لوگ یہودیت یا مجوسیت پہ قائم رہنا چاہیں اُن پہ جزیہ ہے۔

محمد رسول اللہ

✡✡✡✡✡✡✡

چونکہ گورنر بحرین نے ابتداء میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا اس لیے مورخین نے وہ بہت سے خط روایت کیے ہیں جو نبی اکرم ﷺ نے مختلف مواقعوں پہ حاکم بحرین کے نام لکھے تھے۔امام بخاری نے عمدہ سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مسجد نبوی کے علاوہ اہل اسلام نے سب سے پہلے جس دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کی وہ بحرین میں تھی۔[*12]

✡✡✡

ذوالحجہ 6 ہجری، بمطابق مئی ، 628ء

شاہ عمان

بحرین کی طرح عمان بھی عرب کا ایک حصہ تھا،عمان عرب کے مشرق میں واقعہ ہے اور بحرین کی طرح یہاں بھی طرح طرح کے موتیوں کی کانیں تھیں جس کی وجہ سے یہاں کے لوگ خوشحال تھے۔عمان کے ساحلی مقامات نہایت سرسبز و شاداب ہیں جس کی وجہ سے اُن کے میدان پیداوار کا سونا اگلتے تھے۔اس کی وادیاں اپنی خوشبودار لکڑیوں کی وجہ سے دور دور تک مقبول تھیں اور اُس کے پہاڑ معدنیات اور موتیوں سے لبریز تھے۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ بعثت نبوی کے وقت یہاں دو بھائی مشترکہ طور پہ حکمران تھے جن کے نام انھوں نے جیفر اور عبدود بیان کیے ہیں جو ایک عرب جلندی کے بیٹے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کا خط لے کر حضرت عمرو بن العاصؓ اُن تک پہنچے،خط کا ترجمہ ذیل میں تحریر ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے جلندی کے دونوں بیٹوں جیفر اور عبدود کے نام؛

اُس شخص پہ سلامتی ہو جس نے ہدایت کو قبول کیا۔ امابعد؛

میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ سلامت رہو گے۔ کیونکہ مجھے تمام انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کے بھیجا گیا ہے تا کہ جو زندہ ہوں انھیں انجام کے خطرہ سے آگاہ کر دیا جائے اور انکار کرنے والوں پر قول حق واضح ہو جائے۔ اگر تم دونوں اسلام قبول کر لو گے تو تمھاری حکومت قائم رہے گی اور اگر تم نے اس سعادت سے انکار کیا تو حکومت تم سے چھین لی جائے گی تمھاری زمینوں پہ ہمارے گھوڑے ہنہنائیں گے اور میری نبوت تمھاری بادشاہت پہ غالب آجائے گی۔

محمد رسول اللہ ﷺ

✡✡✡✡✡✡✡

حضرت عمرو بن العاصؓ نے بیان کیا ہے کہ جب میں عمان پہنچا تو میری ملاقات عبدود سے ہوئی جو دونوں میں چھوٹا تھا۔

اُس نے مجھ سے نبی اکرم ﷺ کے متعلق بہت سی باتیں دریافت کیں اور اپنے بھائی کو جا کر بتائیں۔

میں نے اُس کو بتایا کہ تمام عرب نے نبی اکرم ﷺ کی تصدیق کر دی ہے اور لوگ دور دور تک اسلام قبول کر رہے ہیں اس لیے اُن دونوں بھائیوں کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ بھی اسلام قبول

کر لیں۔

کیونکہ اسلام قبول کر لینے کی صورت میں اُن کی حکومت انھی کو سونپ دی جائے گی دوسری صورت میں اُن کا ملک اُن سے چھین لیا جائے گا۔

عبدود نے کہا؛

میرا بھائی سخت دل کا مالک ہے اور حکومت کا بہت حریص ہے خدا کی قسم اگر وہ میری بات مانتا تو ہم ابھی سوار ہو کے اللہ کے رسول کی طرف چل دیتے اور خود اُن کے روبرو اُن کی اطاعت قبول کرتے۔

عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں جتنے دن وہاں رہا عبدود اپنے بھائی کو سمجھاتا ہی رہا مگر اُس کا بھائی انکار پہ اڑا رہا۔

تاہم جب اُس کو معلوم ہوا کہ شاہ حبشہ نجاشی نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے اور یمن حیرہ اور غسان کے لوگ بھی اسلام قبول کر چکے ہیں تو وہ جان گیا کہ وہ مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لیے اُس نے مشاورت کے بعد مجھے اپنے دربار میں طلب کیا۔

میں اُس کے پاس پہنچا اور اسے نبی اکرمﷺ کا خط پہنچایا۔

اُس نے خط پڑھا اور کہا؛

واللہ وہ لوگوں کو عمدہ باتوں کی طرف بلاتے ہیں اس کے بعد اُس نے مجھ سے پوچھا کہ نجاشی نے کیسے اسلام قبول کیا اور اسلام قبول کرنے کے بعد اُس کی حکومت کا کیا ہوا۔

میں نے اُسے تمام تفصیلات سے آگاہ کیا اور اسے بتایا کہ نجاشی کی حکومت اسی کے پاس ہی رہنے دی گئی ہے اور اگر تم بھی اسلام قبول کر لو تو یقیناً تمھاری حکومت بھی نہیں چھینی جائے گی تاہم اگر تم نے انکار کیا تو جلد ہی تم عربوں کے گھوڑوں کی پیشانیاں دیکھو گے۔

اس کے بعد اُس نے اعیان دربار سے مشاورت کی اور انھیں بتایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ہم میں مسلمانوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے دوسرے لوگوں نے اُس کی تائید کی۔

اس کے بعد انھوں نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کرلیا۔[13*]

✡ ✡ ✡

اسلام نے انسان کو زندگی کا واضح مقصد عطا کیا ہے
تاریخ بتاتی ہے کہ انسانوں کی سینکڑوں اقوام سینکڑوں
برسوں تک بغیر کسی واضح مقصد اور منزل کے بغیر ہی
زندگی گزارتی رہیں یہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے ہم
کو کتاب و رسالت سے نوازا اور زندگی کو مقصد عطا
کیا۔

6 ہجری، بمطابق مئی، 628ء

دعوت و مقصدیت

اسلام ایک عالمگیر دعوت ہے جس نے ہمیشہ رہنا ہے، اسلام کی حقانیت کسی شفاف آئینے کی مانند ہے کہ جس نے بھی اس میں اپنا عکس دیکھا اُس کو سچ کا سامنا کرنا پڑا۔ اسلام کی حقانیت اور اس کی سچائیاں ابدی اور زمان و مکان سے ماوراء ہیں مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں خالق کا انکار کرنے والوں کا وجود ملتا ہے اور یہ وہ بد بخت قبیلہ ہے جس پر اُن کا نفس مکمل دسترس حاصل کر لیتا ہے اس کے بعد اُن کی زندگی کا مقصد صرف لذتیت رہ جاتا ہے۔ اگرچہ یہ ایک پست نظریہ زیست ہے مگر پھر بھی لوگوں کی ایک اکثریت نے اسے اپنایا ہوا ہے۔ مغرب میں یہ نظریہ الگ سے ایک مذہب کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اُن کے نزدیک ہفتے میں پانچ منٹ کسی گرجے کی سروس میں گزارنے سے خالق کے حقوق ادا ہو جاتے ہیں اور انسان خود کو ایک الہامی مذہب کا پیرو کہہ سکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اہل مکہ کے مابین اپنی بعثت کا اعلان کیا تب قریش کے ماسوا اہل عرب میں بھی لوگوں کا ایک ایسا گروہ موجود تھا جس کے نزدیک زندگی لذتیت حاصل کرنے کے

لیے عطا کی گئی ہے۔ مگر حیرت کی بات تو یہ ہے کل کے اندھیروں سے نکل کر آج کے اجالوں میں بھی ایسے لوگوں کی ایک بہت بڑی اکثریت خطہ ارض پر موجود ہے جن کا مہذب لذتیت ہی ہے چاہے وہ خود کو ہندو کہیں یا مسلم، یہودی کہیں یا عیسائی پارسی کہیں یا سکھ اُن کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف لذت حاصل کرنا ہے۔ تاریخ کے مختلف ادوار کے مطالعے سے پتا چلتا ہے کہ اگرچہ تب بھی ایسے لوگوں کی کوئی کمی نہ تھی جو خالق کے انکار پہ بضد تھے مگر بہ حیثیت ایک قوم ایک بڑے انسانی گروہ کے اُن کا نشان نہیں ملتا۔

جبکہ آج کے مہذب معاشروں میں زندگی کو لذت کے حصول کا ذریعہ قرار دینے والوں کا اتنا ہجوم ہے کہ دل گھبرا جاتا ہے، ناروے، سویڈن، روس، امریکہ، انگلینڈ، چین اور جاپان جیسے بڑے ملکوں کے عام شہری کی زندگی کا نظریہ لذتیت ہی تو ہے۔ مگر اسلام نے انسان کو زندگی کا ارفع مقصد عطا کیا ہے، منزل کے راستے سے آگاہی کا وہ شعور فراہم کیا ہے جس کی بنیاد پر ایک ایسا معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جہاں اخلاقی قدریں نہایت مستحکم ہوں اور جہاں زندگی کا ایک واضح اور متعین مقصد ہو۔ اسلام انسان کو اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ انسان خیر و فلاح اور کامیابی کی طرف آئے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ خود ہمارے کچھ مسلمان بھائی بھی یہ خیال کرتے ہیں اسلام انسان کو جن انعامات کی ترغیب دلاتا ہے وہ تمام تر اُس زندگی سے متعلق ہیں جس کا انسان کو اس زندگی میں کوئی واضح شعور نہیں ہے ۔ مگر یہ ایک فکری مغالطہ ہے جو کم علم مولوی کے ذہن کی پیداوار ہے حقیقت یہ ہے اسلام جن راہوں کی طرف انسان کو بلاتا ہے اُن پہ چلنے سے اس زندگی کی راہیں بھی کشادہ ہو جاتیں ہیں کہ اسلام تو نام ہی کشادگی اور وسعت کا ہے۔

قلم کی رو بہکی اور بات کچھ دور نکل گئی ہے مگر سوچا جائے تو کچھ اتنی دور بھی نہیں نکلی اس لیے نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو اس کا مقصد زندگی کو مقصدیت فراہم کرنا ہی تو تھا۔ اسلام چونکہ کوئی ایسا دین نہیں ہے جس کو گزرتے وقت نے بوسیدہ کر دیا ہو اس لیے وہ دعوت جو نبی اکرم ﷺ نے قیصر روم کو دی وہ آج بارک اوباما کو بھی دی جا سکتی ہے جو دعوت نبی اکرم ﷺ نے خسرو

پرویز کو دی وہی دعوت آج ہندوستان کے وزیرِاعظم کو بھی دی جاسکتی ہے مگر چونکہ ایک ارب اسی کروڑ مسلمان کسی مرکزی سیاسی نظم یعنی خلافت سے عاری زندگی بسر کررہے ہیں اس لیے یہ بات قدرے مشکل دکھائی دیتی ہے مگر اس کی گنجائش تو بہرحال موجود ہے۔

اب ہم عہد نبوی کے مکتوبات سے متعلق کچھ عرض کریں گے کہ یہ دراصل زندگی کو مقصدیت فراہم کرنے کی ایک ایسی دعوت تھی جسے قبول کرلینے کے بعد مزید خیر کی گنجائش ہی ختم ہوجاتی ہے کیوں اس کے بعد انسان خود خالق کا ادراک حاصل کرلیتا ہے اور اپنے نفس کو خالق کی مرضی کے مطابق ڈھال لیتا ہے۔وہ دور جب نبی اکرم ﷺ نے اپنے خط دنیا کے مختلف حکمرانوں کی طرف روانہ کیے انتشار اور پراگندگی کا دور تھا کیونکہ خود اہل عرب میں سے ابھی بہت کم لوگوں نے اسلام کے سایہ عافیت کی خنکی کا ادراک حاصل کیا تھا تو غیروں کو اس کا کیا علم ہوگا۔

بعثت سے ذرا پہلے کے حالات پہ نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ تمام متمدن دنیا مقصدیت کے بغیر ہی زندگی کررہی تھی اور وہ قدیم تہذیبیں اور مذاہب جنھوں نے انسان کو کچھ تھوڑا بہت اخلاقی اقدار کی طرف بلایا تھا وہ بھی اب دم توڑ چکی تھیں اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ چار ہزار سال سے انسان جن معروفات پہ عمل پیرا تھا اب اُن سے بھی منہ موڑنے کو تھا۔اہل عرب کی دختر کشی کو اس ضمن میں پیش کیا جاسکتا ہے جبکہ غیر عربوں میں درندوں کے ذریعے انسان کے قتل کا تماشا بھی آئے روز کا قصہ تھا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کو انسانیت پہ رحم آیا اور اُس نے انسانوں کے بیچ آنحضرت محمد ﷺ کو مبعوث کیا جنھوں نے انسان کو زندگی کی درست سمت کا علم عطا فرمایا اور اس پہ کاربند ہوجانے کی دعوت دی۔

اسلام چونکہ ایک عالمگیر دعوت ہے اس لیے اس کے چشمہ فیض سے ہر ایک انسان مستفیض ہونے کا حق رکھتا ہے۔وہ کبھی بھی اور کسی بھی مقام پہ خالق کے آگے جھک سکتا ہے اور اس بات کا اعتراف کر سکتا ہے کہ اے میرے خالق میں اندھیروں میں تھا مجھے معاف کردے آج سے میں تیرا فرمانبردار رہوں گا اور اس کے بعد وہ اُن لوگوں میں شامل ہوسکتا ہے جن کو زندگی کی مقصدیت کا ادراک عطا کیا گیا ہو۔اسلام ہی تو وہ دین ہے جس نے قومیت وطنیت لسانیت اور قبائلیت پر انسانیت کو ارفع قرار

دیا اور گورے کالے عربی عجمی کی تفریق مٹا دی اور برتری کا معیار صرف تقویٰ کو قرار دیا گیا۔
نبی اکرم ﷺ نے اہل قریش اور انصار مدینہ کو تو اُن کے بیچ رہ کے اسلام کی طرف بلایا مگر حجاز کے اردگرد پھیلے انسانوں کے دیگر معاشروں کو خطوط کے ذریعے اسلام کی طرف بلایا۔ ہم نے یہاں مثال کے طور پہ نبی اکرم ﷺ کے کچھ خطوط پیش کیے ہیں جن میں لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی حالانکہ مورخین نے نبی اکرم ﷺ کی طرف سے بھیجے گئے دوسو پچیس سے زائد خطوط کا ذکر کیا ہے۔
یہاں ہم کچھ اُن لوگوں اور قبیلوں کے نام تحریر کرتے ہیں جن کو نبی اکرم ﷺ نے اس عالمگیر دعوت کی طرف بلایا۔ غالباً سب سے پہلا خط آنحضرت محمد ﷺ نے شاہ حبشہ کو لکھا تھا جس میں شاہ حبشہ نجاشی کو مسلمانوں کی خبر گیری کی طرف متوجہ کیا تھا، کہیں کہیں اُس خط کا تذکرہ بھی ملتا ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کو جھاڑ پلائی تھی کیونکہ ابوسفیان نے آنحضرت محمد ﷺ کو لکھا تھا کہ خندق کھودنا مسلمانوں کی بزدلی تھی جس کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے ابوسفیان کو لکھا کہ اس کا حکم تو مجھے میرے اللہ نے دیا تھا جو تمھارے لات وعزیٰ اور ہبل سے برتر ہے۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے چھ ہجری میں ہرقل قیصر روم، خسرو پرویز شاہ ایران، مقوقس شاہ مصر، حاکم بحرین منذر بھی ساوی، حاکم دمشق حارث بن ابی شمر غسانی، حاکم یمامہ ہوذہ بن علی، شاہ عمان جیفر اور شاہ حبشہ نجاشی کی طرف خط لکھے اور اُن کی طرف قاصد روانہ کیے اِن کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے تاہم جن کا ذکر نہیں کیا جا سکا اُن میں سے کچھ کے نام یہاں تحریر کیے جاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بدیل بن ورقہ خالد بن ضماد الازدی، ہلال بن امیہ رئیس یمن، نہشل بن مالک سردار بنو وائل، مطرف بن کاہن الباہلی، رفاعہ بن زید جزامی، اکیدر والئی دومۃ الجندل، ذیمران رئیس ہمدان، زرعہ ذی یزن سرداران عباہلہ حضرموت والوں کے نام، وائل بن حجر، فروہ گورنر معان، ضمیرہ لیثی، کوہ تہامہ، قبیلہ بنو اسد، قبیلہ بنی عقیل، قبیلہ بارق، شاہان حمیر کے نام بھی خطوط لکھے جن میں اُن کو اسلام کی طرف بلایا گیا۔ نبی اکرم ﷺ کے مکتوبات پہ نظر ڈالیں تو ہم جانیں گے کہ وہ انتہائی سادہ مگر نہایت پر مغز ہوا کرتے تھے جن میں بین السطور ہی بیان کر دیا جاتا کہ تم لوگ زندگی کی جن راہوں کے مسافر تھے اُن

کو بھول جاؤ کیونکہ وہ غلط تھیں درست راہ صرف وہی ہے جس کی طرف میں نے تمھیں بلایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے خطوط میں طوالت بیان، عبارت آرائی، تکلف و تصنع، اور لفظ و بیان کی بجائے سادگی حقیقت پسندی بے تکلفی اور اختصار جیسی خصوصیات نمایاں نظر آتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اِن خطوط کو آج بھی انوکھے شاہکار کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اِن خطوں سے نبی اکرم ﷺ کے مزاج اور دعوت اسلام کے طریق سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح اسلام ایک سادہ اور سہل دین ہے اور لوگوں کو آسانی کی طرف بلاتا ہے اسی طرح نبی اکرم ﷺ کے مکتوب بھی سادہ اور سہل ہیں اور لوگوں کو آسانی اور آسودگی کی طرف ہی بلاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے خطوط میں جہاں سادگی نظر آتی ہے وہیں اِن خطوط کے پیچھے ایک بڑا مدبر اور منتظم بھی نظر آتا ہے جس کی نظریں دور تک دیکھ لیتی ہیں اسی لیے تو نبی اکرم ﷺ نے دنیا کی بڑی طاقتوں کو اس امر سے آگاہ کیا کہ اگر تم نے اس دعوت سے انکار کیا جس کی طرف میں نے تمھیں بلایا ہے تو اس کے بعد تمھارے مقدر میں صرف تباہی بچے گی اور نبی اکرم ﷺ کے لب مبارک سے جو لفظ بھی نکلا تاریخ نے اُس کے سچ ہونے کی گواہی دی کہ قیصر و کسریٰ کے انجام بد سے کون آگاہ نہیں اللہ ہمیں ہدایت سے نوازے۔ آمین۔

✡ ✡ ✡

چھ ہجری میں بھی بدوی قبائل کے اسلام قبول کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت و رسالت سے اب سارا عرب آشنا ہو چکا تھا۔غزوہ احزاب کے بعداب وہ اس امر کو جان گئے تھے کہ قریش مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔

6 ہجری، بمطابق مئی 628ء

تذکرہ وفود

نبی اکرم ﷺ کی رسالت سے اب سارا عرب ہی واقف ہو چکا تھا، اہل مدینہ نبی اکرم ﷺ کی پشت پر تھے اور وہ قریش کو کئی شکستیں دے چکے تھے۔ چنانچہ صحرائے عرب میں دور دور تک اس بات کا شہرہ تھا کہ مسلمانوں کا وہ مختصر سا گروہ جو کل تک قریش کے رحم وکرم پہ تھا آج اتنی طاقت حاصل کر چکا ہے کہ قریش اُن کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتے۔ چنانچہ خطہ عرب کے وہ غیر جانبدار قبائل کی جن کی ہمدردیاں نہ تو قریش کے ساتھ تھیں اور نہ مسلمانوں کے ساتھ، فطری طور پہ اُن کے اندر ایک تجسس نے جنم لیا تھا کہ آخر دیکھا تو جائے قریش کے جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ لوگوں کو کن باتوں کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ چنانچہ چھ ہجری میں دور صحرائے عرب کے مختلف قبائل نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کے بارے میں جانا۔ اُن کے ضمیر نے اس بات کی گواہی دی کہ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو جن امور کی طرف دعوت دیتے ہیں وہ سچ ہیں۔ چنانچہ ہم نہیں

جانتے کہ عربوں کا کوئی قافلہ اس در پہ اترا ہو اور اپنا دامن ابدی رحمت سے بھر کے نہ گیا ہو۔انھی کچھ قبائل کا تذکرہ ہم یہاں کرنا چاہتے ہیں۔

قبیلہ بنو سلیم

غزوہ خندق ختم ہو چکا تھا، قریش اب ہمیشہ کے لیے پسپا ہو چکے تھے، کیونکہ خندق کے اُس طرف سے جب قریش اور اُس کے حواری فرار ہوئے تھے تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا اب قریش کبھی ہم پہ حملہ نہ کر سکیں گے بلکہ اب ہم اِن پر حملہ کریں گے اور ایسا ہی ہو۔ چھ ہجری کے آخر تک مسلمانوں نے مدینہ سے تمام یہودی قبائل کو بھی نکال دیا تھا۔ چنانچہ اب مسلمان قدرے آسانی میں تھے اور تحریک اسلامی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی تھی۔ غالباً انھی دنوں قبیلہ بنو سلیم کا ایک تاجر قیس بن نشبہ کھجوریں خریدنے کے لیے مدینہ آیا تو اُس نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات ضروری سمجھی۔ قیس بن نشبہ ایک صاحب دانش آدمی تھا اس لیے اُس نے نبی اکرم ﷺ سے بہت سے سوال پوچھے اور تسلی بخش جواب پا کر اسلام لے آیا۔ اس کے بعد وہ اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہوا جہاں اُس کی خاصی تکریم کی جاتی تھی۔

اپنی جائے سکونت پہ پہنچنے کے بعد اُس نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور اُن سے کہا؛

”اے بنو سلیم! میں نے اہل روم اور اہل فارس کا کلام سنا ہے عرب کے کاہنوں اور قبیلہ حمیر کے لوگوں کی باتیں سنی ہیں لیکن جس قدر عمدہ باتیں محمد رسول اللہ ﷺ کرتے ہیں وہ سب سے مختلف اور جدا ہیں۔ میں نے اُن سے وہ کلام بھی سنا ہے جو اُن پہ وحی کیا جاتا ہے اور تب میں کسی شک کے بغیر اُن پہ ایمان لے آیا۔ اے میری قوم! تم جانتے ہو کہ میں نے تم سے ہمیشہ بھلائی کی بات کی ہے اس لیے میرا مشورہ یہ ہے میری پیروی

کرواورتم بھی محمد رسول اللہﷺ پہ ایمان لے آؤ"۔

✡✡✡✡✡✡✡

لوگوں نے اپنے اس صاحب دانش شخص کی باتیں خوب غور سے سنیں اور کئی آدمیوں نے فوری طور پہ اسلام قبول کرلیا۔ تاہم قبیلہ کی اکثریت نے اسلام قبول کرنے میں جلدی نہ کی اور گریزاں رہے۔ وہ سواع نامی بت کی پرستش کرتے تھے جوانھوں نے آبادی سے باہر گاڑ رکھا تھا۔ اُس بت کے متولی کا نام غادی بن ظالم تھا اُس نے سب سے بڑھ کے اسلام کی مخالفت کی اور لوگوں کو حق قبول کرنے سے روکا۔ غادی بن ظالم لوگوں کو اسلام قبول کرنے سے روک رہا تھا تو حضرت قیس بن نشبہ لوگوں کو اسلام کی ترغیب دلا رہے تھے۔

پھر اللہ نے غادی بن ظالم کا دل بدل دیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن وہ اپنے بتوں کی طرف گیا تو اُس نے دیکھا کہ دو لومڑ اُس کے بت پہ پیشاب کر رہے ہیں۔ تب اُس نے سوچا کہ اگر اُس کے خدا میں کوئی طاقت ہوتی تو وہ اپنی حفاظت تو کرتا۔

اگر وہ اپنی حفاظت نہیں کرسکتا تو ہماری حفاظت کیا کرے گا۔

پھر اُس کے دل میں خیال آیا کہیں قیس بن نشبہ کا دین ہی درست نہ ہو اور اُس نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ وہ خود مدینہ جائے گا اور آنحضرت محمدﷺ سے خود ملے گا۔ وہ دربار رسالت میں حاضر ہو گیا جہاں سے کبھی کوئی دامن رحمت سے خالی نہ گیا تھا۔ چنانچہ اسلام کی روشنی سے غادی بن ظالم کا دامن بھی بھر دیا گیا۔ نبی اکرمﷺ نے اُس کے نام کو بھی بدل دیا اب اُن کا نام راشد بن عبدربؓ تھا۔ وہ واپس اپنے قبیلے میں پہنچے اور حضرت قیس بن نشبہؓ کے ساتھ مل کر دین اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔

لوگوں نے جب دیکھا کہ اُن کے بت کا متولی بھی اُس بت کو پوجنے سے انکاری ہو گیا ہے تو

رفتہ رفتہ سب لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔

نبی اکرم ﷺ جب فتح مکہ کے لیے نکلے تو بنوسلیم کے نوسو یا ایک ہزار لوگ پوری تیاری کے ساتھ قدید کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آ ملے۔ وہ غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ حضرت انس بن عیاض اور عباس بن مرداس کا تعلق بھی بنوسلیم ہی کے ساتھ تھا۔ عباس بن مرداس اُن کا مشہور شاعر تھا۔ قبیلہ بنوسلیم کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اُس علاقے میں مقیم کئی دیگر عرب قبائل کو بھی اس امر کی تحریک ہوئی اور وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں چلے آئے۔ چھ ہجری میں کئی عرب قبیلوں نے اسلام قبول کیا جن کا تذکرہ اِن صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ چھ ہجری میں ہی وقت کا پلڑا اسلام کی طرف جھک گیا۔ البتہ آٹھ ہجری میں جب مکہ فتح ہوا تو خطہ عرب میں اسلام مکمل طور پر غالب ہو گیا اور بت پرستی کی جگہ توحید نے لے لی۔

✡ ✡ ✡

قبیلہ باہلہ

نبی اکرم ﷺ کا طریق یہ تھا کہ بدوی عرب قبائل سے جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو آپ ﷺ کسی صحابی کو حکم دیتے کہ اس شخص کو دین سکھاؤ پھر چند دن بعد جب وہ رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کو سیکھ لیتا اور نماز وغیرہ کا طریقہ جان لیتا تو نبی اکرم ﷺ اُس سے فرماتے اب تم ہمارے قاصد ہو جاؤ اور اپنے قبیلے کو اسلام کی طرف بلاؤ۔ چنانچہ باہلہ قبیلہ کا ایک شخص ابو امامہ صدی بن عجلان مدینے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا وہ اپنے قبیلے کے سردار تھے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے انھیں اسلام کا قاصد مقرر کیا اور بنو باہلہ کی طرف روانہ کیا۔ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان کے وطن پہنچنے سے پہلے ہی اُن کے اسلام لانے کی اطلاع اُن کے قبیلے تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ جب وہ اپنے قبیلے میں پہنچے اور انھیں دین اسلام کی طرف بلایا تو اُن کی قوم نے آپ کے ساتھ بدسلوکی کا مظاہرہ کیا اور انھیں باندھ کر سخت دھوپ اور تپتی ریت پہ ڈال دیا اور اُن سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنے آبائی دین پہ آ جائیں۔ حضرت ابو امامہ صدی بن عجلانؓ اب اپنے دین کی قیمت چکا رہے تھے وہ گرمیوں کی تیز دھوپ میں صحرا میں پڑے تھے۔ بھوک سے اُن کا برا حال تھا اور پیاس نے اُن کی زبان کو لکڑی بنا دیا تھا مگر وہ اپنے قبیلے کے سامنے نہ جھکے تھے۔ بلکہ قریب آتی موت کو دیکھ کر وہ دھیرے دھیرے اپنے رب کو پکارنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن پہ سکنیت نازل کی تھوڑی دیر بعد ہی انھیں محسوس ہوا کہ اب نہ اِن کو بھوک ہے نہ پیاس ہے بلکہ کہیں سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آ

رہی ہے جو اُن کی اذیت کو ختم کر رہی تھی۔حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان اپنے قبیلے کی ہر دلعزیز شخصیت تھے سب لوگ اُن کو پسند کرتے تھے اس لیے بہت سے لوگ تھے جو اُن کی اس حالت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

پھر اُن کے بھانجے اور بھتیجوں نے تلواریں نکالیں اور کہا؛

ہم اپنے چچا کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے ہم انھیں کھولنے لگے ہیں جس کو ہمارے ہاتھوں مرنا پسند ہو وہ ہمیں روک لے۔

کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ کوئی اُن کو روکے۔

انھوں نے حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان کو کھولا اور ٹھنڈا دودھ پیش کیا کیونکہ وہ اپنے ساتھ دودھ اور کھجوریں لے کر آئے تھے۔

حضرت ابو امامہ اٹھے اور انھوں نے کہا؛

مجھے تمھارے اس دودھ اور کھجوروں کی کوئی ضرورت نہیں اس لیے کہ اللہ نے مجھے کھلا بھی دیا ہے اور پلا بھی دیا ہے۔

اس کے بعد وہ اپنے گھر آ گئے شام کو اُن کے گھر والوں نے اُن کو خون سے بھرا پیالہ پیش کیا تا کہ اُن کی کمزوری جاتی رہے۔ یاد رہے کہ خون پینا بنو باہلہ کی من پسند خوراک تھی۔تب حضرت ابو امامہ صدی بن عجلان نے اُن کو بتایا کہ خون پینا اُن کے دین میں حرام ہے اور وہ آئندہ اس خوراک کو ہاتھ بھی نہ لگائیں گے۔حضرت ابو امامہ اپنے قبیلے کے لوگوں کو مسلسل اسلام کی دعوت دیتے رہے کچھ نوجوانوں نے اُن کی دعوت کو قبول بھی کر لیا تھا۔رفتہ رفتہ قبیلے میں مسلمانوں کی تعداد کفار سے بڑھ گئی انھوں نے مسجد بھی بنالی تھی۔اب وہ اذانیں دیتے تھے اور نمازیں پڑھتے تھے۔اسی اثناء میں اُن کے اردگرد سے مسلمان لشکروں کے قافلے گزرنے لگے جو اُن کے اردگرد قبائل کو اسلام کی دعوت دیتے اور مزاحمت پہ اُن سے جنگ بھی کرتے۔ چنانچہ اس خطرے کے پیش نظر کہ کہیں مسلمان انھیں بھی کافر سمجھ کے اُن پہ حملہ نہ کر دیں حضرت

ابوامامہ نے ایک وفد مدینے روانہ کیا جس میں قبیلے کے کئی اہم لوگ شامل تھے۔اُن میں نہشل بن مالک وائلی تھا، مطرن بن الکاہن تھا۔یہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمان کو حکم دیا کہ بنو باہلہ کے لیے امان نامہ لکھو۔چنانچہ حضرت عثمانؓ نے بنو باہلہ کے لیے امان نامہ لکھا اور اُن لوگوں کے حوالے کر دیا اس کے بعد جلد ہی بنو باہلہ کے تمام افراد نے اسلام قبول کر لیا۔بنو باہلہ کے لوگ بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ ہر طرف اسلام کا بول بالا ہو گیا اور اسلام سارے عربوں کا مذہب بن گیا مگر وہ امان نامہ جو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے لکھوایا تھا وہ مدتوں ہمارے پاس رہا اور ہم اسے ایک مقدس صحیفے کی طرح سینے سے لگائے رہے۔

✡ ✡ ✡

بنو خشین کا وفد

بدوی عربوں کے چھوٹے چھوٹے قبائل جو دور صحراؤں میں بکھرے ہوئے تھے اُن میں اسلام قبول کرنے کا رجحان بڑھ رہا تھا۔ جس کی ایک وجہ مورخین نے یہ بیان کی ہے کہ یہ لوگ سادہ طبیعت کے مالک تھے اگر اُن کا کوئی صاحب دانش شخص اسلام قبول کر لیتا اور اُن کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کرتا تو وہ اسلام قبول کرنے میں دیر نہ لگاتے۔

اس ضمن میں کئی دیگر وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ یہ اکھڑ بدوی قبائل اب اسلام کی روز افزوں بڑھتی ہوئی قوت کا مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہے تھے۔

۲۔ مسلمانوں نے اُن کی غارت گری کے راستے مسدود کر دیئے تھے۔

۳۔ شہر مدینہ کے اہم قبائل اسلام قبول کر چکے تھے جن سے اُن کے تجارتی روابط تھے اور وہ اُن کی تکریم بھی کرتے تھے چنانچہ اُن کی پیروی میں بھی کئی قبائل نے اسلام قبول کیا۔

۴۔ اسلام قبول کرنے سے قبل اہل عرب میں اِن بدوی قبائل کی کوئی عزت و توقیر نہ تھی مگر جونہی اُن میں سے کوئی اسلام قبول کرتا تو وہ مدینہ کے اہم قبائل بنو اوس اور بنو خزرج کی آنکھ کا تارا بن جاتا۔ مسلمان اُن کو بتاتے کہ اب تم ہمارے بھائی ہو چنانچہ کئی عرب قبائل عزت و توقیر کے اس مقام کی طرف پلٹے۔

۶۔ اسلام کی روشن اور واضح تعلیمات اہل خرد کا دل بدل دیتی تھیں۔ چنانچہ جب اِن قبائل کے

صاحب دانش اور با اثر افراد اسلام قبول کر لیتے تو عام آدمی کے لیے انکار کی گنجائش ہی نہ بچتی۔

چنانچہ اسی طرح سنہ ٦ ہجری میں جب نبی اکرم ﷺ عمرہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہونا چاہتے تھے تب بنو خشین کا ایک اہم شخص ابو ثعلبہ خشنی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دین اسلام کو جاننے کی خواہش کا اظہار کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کے سامنے قرآن پڑھا۔

وہ صاحب دانش شخص تھا چنانچہ قرآن کی آثر آفریں آیات نے فوراً ہی اس کا دل بدل دیا اور وہ اسلام لے آیا۔

اس کے بعد وہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گیا اور لوگوں سے دین اسلام کی تعریف کی۔ لوگوں نے اُس کی باتوں سے گریز کیا تاہم انھوں نے اپنے قبیلے کے نو اہم افراد پہ مشتمل ایک وفد مدینہ روانہ کیا تا کہ وہ صورت حال کا گہرائی سے مشاہدہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کریں اور اس کے بعد کوئی فیصلہ کریں۔ نبی اکرم ﷺ صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ تشریف لا چکے تھے اور یہ غالباً چھ ہجری کا آخری مہینہ تھا جب بنو خشین کے اس وفد نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کی وہ سب اسلام لے آئے اور اُن کے کہنے پہ اُن کا پورا قبیلہ اسلام لے آیا۔

✡ ✡ ✡

بنو جذام کا وفد

یہ لوگ بھی چھ ہجری کو ہی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ یاد رہے کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے وہ اپنے قبائل کے لیے چند ایک تحفظات بھی حاصل کرتے تا کہ وہ اپنی قوم کو اسلام کی طرف راغب کر سکیں۔ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اُن کے لیے تحریر لکھی جاتی۔ یہ تحریریں یہ جہاں اِن لوگوں کی دلجوئی کا باعث بنتیں وہیں یہ اس بات کا ثبوت بھی تھے کہ مسلمانوں کی گرفت خطہ عرب پر مضبوط ہو رہی ہے اور دور دراز کے بدوی عرب قبائل اپنا مستقبل مسلمانوں سے وابستہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ چھ ہجری کو بنو جذام کا ایک سردار نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اُن کا نام حضرت رفاعہ بن زید بیان کیا گیا ہے انھوں نے ایک غلام بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اور اسلام بھی قبول کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

اپنی قوم کو جا کے بتا دو کہ عزت سے اسلام قبول کر لیں ورنہ انھیں طاقت سے زیر کا جائے گا اُن سے کہنا کہ اُن کے پاس دو ماہ کا وقت ہے۔

حضرت رفاعہ بن زید نے فرمایا؛

مجھے لکھ کے دیا جائے۔

نبی اکرم ﷺ کی طرف سے اُن کے لیے یہ تحریر لکھی گئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

”یہ مکتوب محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو رفاعہ بن زید کو دیا جا رہا ہے اُن کی قوم آ گاہ رہے کہ اُن میں جو لوگ حضرت رفاعہ بن زید کے ساتھ مل کر دعوت الی اللہ کا کام کریں گے اُن کے لیے امان ہے اور جو انکار کرے اُس کے لیے دو ماہ کی مہلت ہے۔ حضرت رفاعہ بن زید یہ خط لے کر اپنے قبیلے کی طرف روانہ ہو گئے اور اُن کو اسلام کی دعوت دی اللہ نے اُن کے لوگوں کو ہدایت دی اور انھوں نے اپنے سردار کے کہنے پہ اسلام قبول کر لیا۔

قبیلہ بنوغیلان

بہت سے بدوی عرب قبائل اگر چہ اس انتظار میں تھے کہ دیکھیں قریش اسلام قبول کرتے ہیں یا وہ محمدﷺ پہ غلبہ پا لیتے ہیں مگر کچھ عرب قبائل کو اس امر سے دلچسپی نہ تھی بلکہ وہ اپنے فیصلے خود کرتے تھے۔ چنانچہ دور صحرائے عرب کے ایک مقام غولی سے بنوغیان کے دو لوگ مدینہ میں اترے اُن کی غرض وغایت اگر چہ تجارت تھی تاہم اُن کے دل میں یہ اشتیاق بہر حال موجود تھا انھوں نے اہل قریش کے اُس شخص سے بھی ملاقات کرنی ہے جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔ چنانچہ وہ نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی روشن تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اُن کے دلوں پہ پڑے پردے سرک گئے اور وہ اسلام لے آئے ۔ نبی اکرمﷺ نے اُن سے دریافت کیا تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟

انھوں نے کہا ہم قبیلہ غیان سے ہیں اور ہماری وادئ کا نام غولی ہے۔ نبی اکرمﷺ نے اُن کی وادئ اور قبیلے کے نام کو پسند نہ کیا اس لیے کہ غیان کے معنی سرکشی اور غولی کے معنی گمراہی کے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرمﷺ نے فرمایا آج سے تمھارے قبیلے کا نام رشداں ہے اور تمھاری وادئ کا نام رشد ہے۔ بنوغیان نے فتح مکہ سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا اور وہ اپنے ہمسایہ قبیلے بنوجہنیہ کے ساتھ جہاد کے لیے نکلے تھے۔ وہ فتح مکہ اور بنوہوازن کے خلاف جنگ میں بھی رسول اللہﷺ کے ہمراہ تھے۔

✡ ✡ ✡

قبیلہ بنو جہنیہ

بنو جہنیہ بھی چھ ہجری میں ہی اسلام لائے تھے۔ بیان کیا گیا کہ جب نبی اکرمﷺ کا قاصد اُن کے قبیلے میں اترا تو اُن کے بت کے متولی عمرو بن مرۃ جہنی نے اُن سے ملاقات کی اور بہت سے سوال کیے۔ جب اُنہیں اطمینان ہو گیا تو انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ قبیلے نے اُن کی مخالفت کی مگر جب مسلمانوں کا وفد رخصت ہو گیا تو وہ رات کو اٹھے اور اپنے اُس بت کو آگ لگا دی جس کی اُن کی قوم پرستش کرتی تھی وہ بت لکڑی کا بنا ہوا تھا۔

عمرو بن مرۃ جہنی اُسی رات مدینہ روانہ ہو گئے۔ نبی اکرمﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے کہا کہ وہ اِن کو دین اسلام کی تعلیم دیں۔ کچھ عرصہ بعد جب وہ اسلام کو اچھی طرح جان گئے تو اپنے قبیلے کی طرف لوٹ گئے اور اُن کو اسلام کی طرف بلانے لگے۔ لوگ جلد ہی حقیقت تک پہنچ گئے اور اسلام قبول کر لیا۔

فتح مکہ کے موقع پہ بنو جہنیہ تین سواروں کے ساتھ نکلے اور نبی اکرمﷺ کے ساتھ قریش سے لڑنے کے لیے روانہ ہوئے مگر وہ دیکھ کے حیران رہ گئے کہ قریش نے بغیر کسی مقابلے کے نہ صرف ہتھیار ڈال دیئے بلکہ اسلام بھی قبول کر لیا۔

6 ہجری، بمطابق مئی، 628ء

6 ہجری، متفرقات

تحریک اسلامی کے لیے ہجرت کا چھٹا سال نسبتاً خوشگوار ثابت ہوا کیونکہ اس سال قریش نے اہل مدینہ پہ حملہ نہیں کیا بلکہ مسلمان عمرے کے ارادے سے مکہ روانہ ہوئے جس کے نتیجے میں اہل قریش کو مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کرنا پڑا۔ اگرچہ اہل قریش نے مسلمانوں کو حرم پاک تک نہ جانے دیا تاہم اُن کو اس کی بھاری قیمت ادا کرنا پڑی کیونکہ اسی معاہدے کے نتیجے میں مکہ فتح ہوا تھا اور اللہ کا وہ گھر جس کا کئی ہزار سال سے طواف ہو رہا تھا اور جسے اہل قریش نے دیگر عرب قبائل کے ساتھ مل کر اسے بت پرستی کا گہوارہ بنا دیا تھا اللہ کا وہ گھر جہاں ہزاروں سال سے توحید کا نغمہ الاپا جا رہا تھا وہاں اب شرک کی رسمیں تھیں اور جاہلیت کے طریق تھے۔ چھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے اکثر معاملات کا تذکرہ پیش کیا جا چکا ہے۔ چھ ہجری سے چند متفرقات یہاں پیش کیے جا رہے ہیں۔

اُم حبیبہؓ سے نکاح

چھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت اُم حبیبہؓ سے نکاح کیا اُن کا نام رملہ تھا اور کنیت اُم حبیبہ تھی۔ اُن کی والدہ کا نام صفیہ تھا جو حضرت عثمان بن عفانؓ کی پھوپھی تھیں اور وہ ابو سفیان سردار قریش کی بیٹی تھیں۔

اُن کا نسب یوں بیان کیا گیا ہے؛

رملہ بنت سفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف الامویہ۔ سیدہ اُم حبیبہؓ کا شمار سابقین الاولین میں کیا جاتا ہے انھوں نے تب اسلام قبول کیا تھا جب لوگ اس سے کتراتے تھے کیونکہ اہل مکہ نے اسلام کی شدید مخالفت کی تھی۔ انھوں نے اپنے خاوند عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جو ابتداء میں ہی اسلام لے آئے تھے۔ حبشہ میں وہ آرام وسکون کے ساتھ رہ رہے تھے اُن کو اللہ تعالیٰ نے اولاد سے بھی نواز رکھا تھا اُن کے ایک بیٹی تھی جس کا نام حبیبہ رکھا گیا اور اسی بیٹی کی وجہ سے سیّدہ کی کنیت اُم حبیبہ ہوگئی اور وہ اپنے نام سے زیادہ اپنی کنیت سے جانی جاتی ہیں۔

پھر نجانے عبیداللہ بن جحش کو کیا سوجھی کہ وہ اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو گئے اور انھی کا طریق اپنا لیا وہ شراب وکباب میں ہی گم ہو کر رہ گیا اور اسی حالت میں اُس کو موت نے آلیا۔

حضرت اُم حبیبہؓ سے روایت ہے کہ؛

میں حبشہ میں تھی جب میں نے ایک بہت ہی برا خواب دیکھا اور چند دنوں بعد ہی میرا شوہر مرتد

ہوگیا اور اُس نے اہل نصاریٰ کا مذہب اپنا لیا میں اس صورت حال سے بہت پریشان تھی اور میں نے خود کو اپنے خاوند سے الگ کر لیا تھا۔

اُن کے شوہر کے انتقال کے کئی سال بعد آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو شاہ حبشہ نجاشی کی طرف روانہ کیا اور انھیں لکھا کہ اُم حبیبہؓ کا نکاح مجھ سے کر دو اور انھیں مدینہ روانہ کر دو۔ چنانچہ حضرت اُم حبیبہؓ نے فرمایا کہ نجاشی کی لونڈی ابرہہ یہ پیغام لے کر مجھ تک آئی اور اُس نے مجھے بتایا کہ اللہ کے رسول آنحضرت محمد ﷺ نے تمھاری طرف نکاح کا پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو کسی کو اپنا وکیل مقرر کر لیں۔ حضرت اُم حبیبہؓ کو اس پیغام سے بڑی مسرت حاصل ہوئی کہ اس سے بڑھ کے اور کوئی سعادت اُن کے لیے ہو ہی نہ سکتی تھی۔ چنانچہ انھوں نے حضرت خالد بن سعید بن العاصؓ کو اپنا وکیل مقرر کیا۔ حضرت اُم حبیبہؓ نے یہ خوشخبری لانے والی کنیز ابرہہ کو اپنے ہاتھوں کے کنگن اور پیروں کی پازیبیں انعام میں دے دیں۔

اُسی شام شاہ حبشہ نجاشی نے تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے اُن کے سامنے حضرت اُم حبیبہؓ کا نکاح آنحضرت محمد ﷺ سے کر دیا۔

نکاح کا خطبہ بادشاہ نے خود پڑھا!

الحمد للہ الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار اشهد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمد عبدہ و رسولہ و انہ الذی بشر بہ عیسی بن مریم صلی اللّٰہ علیھا وسلم۔

امابعد !فان رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کتب الی ان ازوجہ اُم حبیبہ بنت ابی سفیان فاجبت الی مادعا الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد اصدقتھا اربع مائۃ دینار۔

✡✡✡✡✡✡✡

ترجمہ؛

''حمد وستائش ہے خداوند قدوس اور خدائے غالب اور عزیز و جبار کی۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے اور رسول برحق ہیں اور آپ وہی نبی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔

امابعد! رسول اکرمﷺ نے مجھے تحریر فرمایا ہے کہ میں آپﷺ کا نکاح حبیبہ بنت ابی سفیان سے کردوں۔ چنانچہ میں نے آپﷺ کے حکم کے مطابق آپﷺ نکاح اُم حبیبہ سے کردیا ہے۔ مہر چار سو درہم ہوگا''۔ [*14]

✡✡✡✡✡✡✡

اس کے بعد حضرت اُم حبیبہ کے وکیل حضرت خالد بن سعید کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا؛

''میں حمد وثنا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اور اس سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آنحضرت محمدﷺ اللہ کے برگزیدہ بندے اور اُس کے سچے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین برحق دے کر بھیجا ہے تاکہ اللہ اس دین کو تمام دینوں پہ غالب کردے اگرچہ یہ امر مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔

امابعد! میں نے سرکار دوعالمﷺ کے پیغام کو قبول کیا ہے اور حضرت اُم حبیبہ کا نکاح آپﷺ سے کردیا ہے اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے''۔

✡✡✡✡✡✡✡

اس طرح یہ نکاح انجام پذیر ہوا۔نکاح کے بعد لوگوں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو نجاشی نے اُن سے کہا! ابھی بیٹھئے۔پیغمبروں کی سنت ہے کہ نکاح کے بعد ولیمہ کھلایا جاتا ہے اس لیے تم لوگ کھانا کھا کر جانا۔اس کے بعد نجاشی کی طرف سے لوگوں کو پر تکلف کھانا پیش کیا گیا۔نکاح کے کچھ روز بعد نجاشی نے سیدہ اُم حبیبہ کو حضرت شرجیل بن حسنہؓ کے ساتھ مدینہ کے لیے روانہ کر دیا جب وہ مدینہ پہنچیں تو آنحضرت محمد ﷺ یہودیوں کی بیخ کنی کے لیے خیبر روانہ ہو چکے تھے۔

جب سیّدہ اُم حبیبہ رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آئیں تب اُن کی عمر چھتیس سال بیان کی گئی ہے۔خیبر سے واپسی کے بعد وہ نبی اکرم ﷺ کے حرم میں شامل ہوئیں۔مورخین نے بیان کیا ہے کہ امہات المومنین میں سیّدہ اُم حبیبہ کا درجہ بہت بلند تھا۔انھوں نے ۴۴ ہجری میں وفات پائی جب اُن کے بھائی حضرت امیر معاویہ وسیع اسلامی ریاست کے حاکم تھے۔بعض لوگوں نے اس واقعے کو سات ہجری میں بیان کیا ہے مگر ہم نے اسے چھ ہجری میں ہی بیان کیا ہے اس لیے کہ حضرت عمرو بن امیہ ضمری چھ ہجری میں ہی حبشہ پہنچے اور چھ ہجری کے آخری ہفتوں میں ہی حضرت اُم حبیبہ کا نکاح آنحضرت محمد ﷺ سے ہوا اور چھ ہجری میں ہی حضرت شرجیل بن حسنہؓ حضرت اُم حبیبہ کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ جن مورخین نے اس واقعے کو سات ہجری میں لکھا ہے ہم اُن کو بھی غلط نہیں جانتے اس لیے کہ حضرت اُم حبیبہؓ رسول اللہ ﷺ کی خیبر سے واپسی کے بعد حرم نبوی میں داخل ہوئیں اس لیے اس واقعہ کو سات ہجری میں بیان کر دینا بھی درست ہوگا۔تاہم اکثر مورخین نے اسے چھ ہجری میں ہی بیان کیا جسے ہم نے بھی اختیار کیا۔

✡ ✡ ✡

ماریہ قبطیہؓ سے نکاح

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ صلح حدیبیہ کے بعد جب نبی اکرم ﷺ کو قریش کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو آپ ﷺ نے نہ صرف عرب کے حکمرانوں بلکہ اہل عجم یعنی روم و فارس کے حکمرانوں کے نام بھی خط لکھے اور انھیں اسلام کی دعوت دی۔ اُن میں ایک خط شاہ مصر مقوقس کا نام بھی لکھا گیا جنھیں لے کر حضرت حاطب بن ابی بلتعہ مصر پہنچے۔ شاہ مصر نے اُن کی خوب تکریم کی اور نبی اکرم ﷺ کے نام جوابی خط تحریر فرمایا جس میں اُس نے لکھا کہ وہ آپؐ کی طرف سے دی گئی دعوت پہ غور کر رہا ہے اس کے علاوہ شاہ مصر نے جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو رخصت کیا تو انھیں بہت سے تحائف دیئے اور انھی تحائف میں اُس نے دو لونڈیاں بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت کے لیے روانہ کیں جن میں ایک کا نام ماریہ تھا۔ سیدہ ماریہ قبطیہؓ کے بارے میں معلوم ہوا ہے کہ وہ مصر کے ایک شریف النسل خاندان سے تعلق رکھتی تھیں اُن کے والد کا نام شمعون تھا۔ سیّدہ ماریہ نہایت حسین و جمیل خاتون تھیں نبی اکرم ﷺ نے خیبر سے واپسی پر اُن کو آزاد کیا اور اُن سے نکاح کیا۔

سیّدہ ماریہ قبطیہؓ کو نبی اکرم ﷺ کی دوسری ازواج سے یہ انفرادیت حاصل ہے کہ اُن کے بطن سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت محمد ﷺ کو چاند سے بیٹے سے نوازا جس کا نام نبی اکرم ﷺ نے اپنے آباء کے نام پہ ابراہیم رکھا۔

حضرت ابراہیم کے متعلق طبقات ابن سعد میں ابن سعد رقم طراز ہیں کہ!

جب آنحضرت محمد ﷺ نے سیّدہ ماریہ قبطیہؓ سے نکاح کیا تو آپ ﷺ نے انھیں بالا خانے میں ٹھہرایا اور اسی بالا خانے میں سیّدہ ماریہ قبطیہؓ نے آنحضرت محمد ﷺ کے فرزند ابراہیم کو جنم دیا بعد میں یہ بالا خانہ بعد میں **"مشربہ اُم ابراھیم "** کے نام سے مشہور ہو گیا۔ حضرت ابرہیم ذوالحجہ آٹھ ہجری کو پیدا ہوئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابورافع حضرت ابراہیم کی پیدائش کی خوشخبری لے کر مسجد نبوی پہنچے تو نبی اکرم ﷺ کو اس خبر سے اتنی مسرت حاصل ہوئی کہ آپ ﷺ نے ایک غلام حضرت ابو رافع کو انعام کے طور پہ عطا کیا۔

عرب کے قاعدہ کے مطابق حضرت ابراہیم کو رضاعت کے لیے اہل مدینہ کی ایک انصاری خاتون کے حوالے کر دیا گیا جس کا نام بردہؓ بنت المنذر تھا۔ چنانچہ بردہؓ نے حضرت ابراہیم کو دودھ پلانا شروع کیا۔ نبی اکرم ﷺ اکثر اپنے بیٹے سے ملاقات کے لیے بردہ بنت المنذر کے گھر جایا کرتے تھے۔ بردہؓ بنت المنذر کا خاوند ایک لوہار تھا جس کی بھٹی ہر وقت گرم رہا کرتی۔ نبی اکرم ﷺ جب اپنے بیٹے سے ملاقات کے لیے بردہؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو آپ ﷺ کی آنکھوں میں اُس بھٹی کا دھواں پڑتا رہتا مگر نبی اکرم ﷺ اپنے بیٹے کی محبت میں اس تکلیف کو برداشت کرتے رہتے۔

نبی اکرم ﷺ حضرت ابراہیم سے بہت محبت کرتے تھے مگر اللہ کی رضا سے حضرت ابراہیم نے سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی۔ ہجرت کے دسویں سال (جنوری ۶۳۲ء) میں انھوں نے انتقال کیا۔ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں میں جان دی نبی اکرم ﷺ کو اُن کی وفات سے بہت دکھ پہنچا تھا آپ ﷺ نے فرمایا؛

اے میرے فرزند! ہم تمھاری موت سے نہایت غمگین ہیں ہماری آنکھ رو رہی ہے اور ہمارا دل غمزدہ ہے مگر ہم اپنی زبان سے کچھ نہیں کہیں گے بلکہ اپنے رب کی رضا پہ صبر کریں گے تاکہ وہ ہم پہ رحم فرمائے ہم اپنی زبان سے ایسا کوئی لفظ نہ نکالیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو"۔

عہد جاہلیت میں عربوں کے توہمات اور جاہلانہ تخیلات میں سے ایک قدیمی تصور یہ بھی تھا کہ اگر کوئی بڑا شخص وفات پا جائے تو اُس کے نتیجے میں چاند گرہن یا سورج گرہن لگتا ہے۔ اتفاق سے جس روز حضرت ابرہیم نے وفات پائی اُس روز بھی سورج کو گرہن لگا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ یقیناً حضرت ابراہیم کی وفات کی وجہ سے لگا ہے۔

نبی اکرم ﷺ اگرچہ اُس وقت نہایت غمگین تھے اس کے باوجود اپنے فریضہ رسالت سے پوری طرح آگاہ تھے اس لیے فوراً ہی انھوں نے لوگوں سے کہا؛

اسلام آنے کے بعد جاہلیت کی اِن باتوں کی کوئی گنجائش نہیں اور چاند گرہن یا سورج گرہن تو محض اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے اور کسی کے پیدا ہونے سے یا مرنے سے چاند گرہن یا سورج گرہن کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے جب تم اللہ کی اِن نشانیوں کو پاؤ تو نماز پڑھو اپنے خالق کے در پہ جھک جاؤ حضرت ماریہ قبطیہؓ سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت تک زندہ رہیں اور سولہ ہجری میں انتقال فرمایا۔ حضرت عمر فاروق نے اُن کا نماز جنازہ پڑھایا اور انھیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ رضی اللہ عنہا

✡ ✡ ✡

اُم رومانؓ کی وفات

چھ ہجری کے واقعات کے بارے میں مورخین نے لکھا ہے کہ چھ ہجری میں ہی حضرت عائشہ صدیقہ کی والدہ اور حضرت ابوبکر کی زوجہ حضرت اُم رومان بنت عامر بن عویمر نے وفات پائی ۔وہ سابقون الاولون میں سے تھیں اور انھوں نے حضرت ابوبکر صدیق کی دعوت پر اسلام قبول کر لیا تھا۔حضرت ابوبکر صدیق کی اُم رومان سے دو اولادیں تھیں ایک تو حضرت عائشہ تھیں اور دوسرے حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر تھے۔حضرت اُم رومان صوم وصلواۃ کی نہایت پابند اور فراخ دست یعنی بہت سخاوت کرنے والی خاتون تھیں ۔ نبی اکرم ﷺ نے خود اُن کا نماز جنازہ پڑھایا اور اُن کی بہت تعریف فرمائی۔ نبی اکرم ﷺ نے خود اپنے ہاتھوں سے اُن کو لحد میں اتارا اور فرمایا؛

”مَنْ اَرَادَا یَّنْظُرَ اِلٰی امْرَاَۃٍ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذِہٖ۔

”جس شخص کو حوروں کی زیارت کا شوق ہو وہ اِن کی زیارت کر لے“

✡ ✡ ✡

محرم 6 ہجری...بمطابق 28 مئی ، 627ء

نومسلم

اہل عرب سوچ رہے تھے اس لیے کہ وہ صاحب دانش تھے اور اُن کی سوچ کا منطقی نتیجہ انھیں رسول اللہﷺ کے قدموں میں لے جاتا۔ اہل عرب کے اہم لوگ رفتہ رفتہ اسلام قبول کر رہے تھے۔ خطہ عرب کا ماحول کچھ یوں تھا کہ اُن کا ایک اہم آدمی اسلام لے آتا تو اُس کے کُل قبیلے کو سوچنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی اور پل بھر میں سینکڑوں لوگ اسلام کے زیریں سائے تلے آ جاتے۔ اُس قبائلی سماج میں صاحب دانش اور قبیلے کے سردار کی عزت کسی بادشاہ سے بھی بڑھ کے تھی اس لیے جونہی قبیلے کا سردار اپنے قبیلے کو کسی امر کی طرف بلاتا تو قبیلے کا کوئی بھی شخص اُس سے تعرض نہ کرتا بلکہ اپنے سردار کے خالق کے سامنے سر جھکا دیتا۔ چنانچہ چھ ہجری میں جب قریش نے مسلمانوں سے جنگ بندی کا دس سالہ معاہدہ کیا تو لوگوں کے دلوں سے قریش کا خوف جاتا رہا اور اب اکثر قبائل اپنے فیصلوں میں خود کو آزاد محسوس کرنے لگے تھے۔ چنانچہ عربوں کے بہت سے اہم آدمیوں نے چھ

ہجری میں اسلام قبول کیا انھی میں سے کچھ کا تذکرہ اِن صفحات میں مقصود ہے،اللہ تعالیٰ ہماری رہنمائی فرمائے۔آمین

✡ ✡ ✡

عبداللہ بن اوفیؓ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ نے صلح حدیبیہ سے قبل ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔ چنانچہ نبی اکرمﷺ جب عمرہ کے ارادہ سے مکہ کی طرف نکلے تو وہ آپﷺ کے ہمراہ نکلے اوراس کے بعد بھی اسلام کی سربلندی کے لیے جو فوجی مہمیں خطہ عرب کے مختلف علاقوں کی طرف نکلیں وہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ اُن کے والد ابو وافی اُن سے بھی پہلے اسلام قبول کر چکے تھے۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کا اصل نام علقمہ بن ابی خالد تھا اور اُن کا تعلق بنو اسلم سے بتایا جاتا ہے۔ عبداللہ بن ابی اوفی نے جب اسلام قبول کرلیا تو اس کے بعد اُن کی خواہش ہوتی کہ وہ ہمہ وقت رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہیں۔ چنانچہ کبھی ہم انھیں بیعت رضوان کے موقع پر جانصاری کا قول کرتے دیکھتے ہیں تو کبھی فتح مکہ کے عظیم لشکروں میں اُن کی موجودگی محسوس کرتے ہیں، کبھی بنو ہوازن کے خلاف اُن کی تلوار لہراتی دکھائی دیتی ہے تو کبھی تبوک کے راستے میں تپتے صحراؤں میں اُن کے قدموں کی چاپ سنائی دیتی ہے۔

✡ ✡ ✡

خراش بن امیہ

خراش بن امیہ بن ربیعہ بن فضل بن کعبی خزاعی نے بھی صلح حدیبیہ کے موقع پر ہی اسلام قبول کیا تھا۔مورخین نے صحابہ سے روایت کیا ہے کہ جس روز ہم اس خبر کی وجہ سے سخت پریشان تھے کہ کیا واقعی ہی قریش نے حضرت عثمان غنی کو قتل کر دیا ہے تو سب سے پہلے اسی روز ہم نے اپنے درمیان حضرت امیہ بن خراش کو دیکھا۔انھوں نے بیعت رضوان سے قبل ہی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنے اسلام کا اقرار کرلیا تھا۔وہ بیعت رضوان میں شامل ہوئے تھے۔حضرت خراش بن امیہ کا تعلق بنوخزاعہ کے ایک حلیف قبیلے سے تھا اور اُن کی کنیت ابونھلہ تھی۔تاہم بعض مورخین کا دعویٰ ہے کہ اگرچہ حضرت خراش بن امیہ نے چھ ہجری میں ہی اسلام قبول کیا تھا مگر وہ حدیبیہ کا موقعہ نہ تھا بلکہ اس سے قبل ہی شہر نبوی میں وہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے۔تاہم سب مورخ اس امر میں متفق ہیں کہ حضرت امیہ بن خراش صلح حدیبیہ کے موقع پر وہاں موجود تھے اس لیے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش سے معاہدہ کر لیا اور حلق وقربانی کے لیے اُٹھے تو یہ حضرت اخراش بن امیہ ہی تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کے سر کے بال مونڈے تھے۔

✡ ✡ ✡

حارثہ اوران کے بیٹے

صلح حدیبیہ کے واقعے سے کچھ ماہ قبل بنواسلم کا قلب سلیم رکھنے والا ایک شخص حضرت حارثہ بن سعید اپنے آٹھ بیٹوں کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اوراسلام قبول کیا۔ اُن کے بیٹے بھی اپنے باپ کی طرح قلب سلیم کے مالک تھے اور اپنے دل کی رغبت کے ہاتھوں اسلام قبول کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت حارثہ بن سعید کے بیٹوں کے نام ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں۔

- حضرت اسماء بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت ہند بن حارثہ رضی اللہ عنہ (اصحاب صفہ میں شامل تھے)۔
- حضرت خراش بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت زوہیب بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت حمران بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت فضالہ بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت مالک بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- حضرت سعید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے آٹھویں بیٹے کا نام کسی مورخ نے نہیں لکھا۔

[*15]

حضرت سعید بن حارثہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عمرہ کے لیے مدینہ سے نکلے اُن کے بیٹے بھی

اُن کے ہمراہ تھے۔ صلح حدیبیہ اور بیعت رضوان کے موقع پر حضرت سعید بن حارثہ اور اُن کے بیٹوں کی موجودگی کا تذکرہ اکثر مورخین نے کیا ہے۔ حضرت ہند اور اسماء اصحاب صفہ میں شامل تھے اور ساتھ ہی یہ دونوں بھائی خود کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لیے ہر لمحہ وقف رکھا کرتے۔ نو ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت ہند بن حارثہ کو حکم دیا کہ اپنے قبیلے بنی اسلم میں جاؤ اور اُن سے کہو جن لوگوں نے صبح کچھ کھا لیا ہے وہ باقی دن کے روزہ کی نیت کریں اور جنھوں نے ابھی تک کچھ نہیں کھایا وہ بھی روزہ کی نیت کر لیں اور وہ عاشورہ کا روز تھا۔[16*]

✡ ✡ ✡

خفاف بن ایماءؓ

یہ بنوغفار کے صالح لوگ تھے،حضرت خفاف بن ایما اُن کے والد ایما اور ایما کے والد رخضہ تینوں رسول اللہﷺ کے صحابی تھے۔اِن لوگوں نے چھ ہجری میں صلح حدیبیہ سے قبل اسلام قبول کیا تھا۔حضرت خفاف بن ایماء بہت عمدہ قاری تھے اورلحن وسوز کے ساتھ کتاب اللہ کی تلاوت کیا کرتے تھےاسی وجہ سے رسول اللہﷺ نے انھیں بنوغفار پرامام اورخطیب مقرر کیا تھا۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت خفاف نے اسلام قبول کیا تھااور اُن کے باپ اور دادا ایماء نے اُن کے بعد تب اسلام قبول کیا تھاجب رسول اللہﷺ عمرہ کی نیت سے مدینہ سے نکلے۔تاہم یہ ثابت شدہ امر ہے کہ رسول اللہﷺ کے یہ تینوں صحابہ بیت رضوان کے موقع پرموجود تھےاورانھوں نے رسول اللہﷺ کے ہاتھ پرموت یا حضرت عثمان کا قصاص لینے کی بیت کی تھی۔

✡ ✡ ✡

رفاعہ بن زیدؓ

رسول اللہ ﷺ جب صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر مدینہ پہنچے تو بنو جذام کا ایک وفد آپ ﷺ سے ملنے کے لیے اپنے وطن سے تشریف لایا تھا۔ یہ وفد حضرت رفاعہ بن زید بن وہب جذامی کی قیادت میں رسول اللہ ﷺ کے ملنے کے لیے حاضر ہوا تھا تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے ملیں اور دین اسلام کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی دعوت کو غور سے سنا اور دل کی گہرائیوں سے اُس پر ایمان لائے۔ نبی اکرم ﷺ کو بنو جذام کے اسلام قبول کرنے پر بہت خوشی محسوس ہوئی تھی اس لیے کہ بنو جذام ایک عرصہ تک انکار پر اڑے ہوئے تھے اور دور صحراؤں میں اسلامی لشکروں سے نبرد آزما رہے تھے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ بنو جذام کا یہ وفد چھ ہجری کے آخری مہینے کے آخری دنوں میں حاضر ہوا تھا اس لیے کہ نبی اکرم ﷺ اہل خیبر کی طرف نکلنے کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ بنو جذام کا وفد کتنے لوگوں کو پر مشتمل تھا تاہم یہ بات ہمارے علم میں آئی کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو جذام کے اس وفد کو ایک خط بھی دیا تھا جس میں قبیلے کے اُن لوگوں کو اسلام کی طرف رغبت دلائی گئی تھی جو اس وفد میں شامل نہ تھے۔ حضرت رفاعہ بن زید نے جب وہ خط اپنے قبیلے کے لوگوں کے سامنے پڑھا تو وہ سب اسلام لے آئے تھے۔ یاد رہے کہ جب رفاعہ بن زید مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوئے تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک غلام پیش کیا تھا جس کا نام مدعم بیان کیا گیا ہے یہ غلام جنگ خیبر میں مارا گیا تھا۔

✡ ✡ ✡

محرم 6 ہجری...بمطابق 28 مئی ، 627ء

6 ہجری، کچھ مزید

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہمہ جہت تھی، کبھی آپ ﷺ دورِ عرب کے صحراؤں میں جہاد کرتے دکھائی دیتے ہیں تو کبھی آپ ﷺ مسجد نبوی میں صحابہ کو اطوارِ زیست اور مقاصدِ زیست سے آگاہی فراہم کرتے نظر آتے ہیں، کبھی آپ ﷺ کسی کی عیادت میں مشغول ہیں تو کبھی آپ ﷺ کسی کی تعزیت میں مصروف نظر آتے ہیں۔ کبھی آپ ﷺ اپنے گھر کے کاموں کی طرف متوجہ رہتے ہیں تو کبھی آپ ﷺ اسلام قبول کرنے کے لیے آنے والوں مہمانوں کی خدمت میں مشغول نظر آتے ہیں، کبھی آپ ﷺ اپنے گھر والوں کے ساتھ خوش وخرم نظر آتے ہیں تو کبھی ہمسائے کی خدمت میں مصروف عمل دکھائی دیتے ہیں، کبھی آپ ﷺ حضرت سعد بن عبادہؓ کے باغ میں آرام فرماتے نظر آتے ہیں تو کبھی سلطنت روم پر حملہ کرنے کی غرض سے صحراؤں کے پرصعوبت سفر میں نظر آتے، کبھی آپ ﷺ لوگوں کو قرآن سنا رہے ہوتے ہیں تو کبھی آپ ﷺ اس قدر طویل نفل نمازوں میں مشغول نظر آتے کہ آپ ﷺ کے پاؤں سوج جاتے، چنانچہ یہ سارے رنگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ کی ہمہ جہت

زندگی کا مظہر ہیں انھی رنگوں میں مزید کچھ رنگ چھ ہجری سے پیش خدمت ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡

چھ ہجری میں ہی رسول اللہ ﷺ غزوہ ذی قرد سے واپسی پر گھوڑے سے گر پڑے جس سے آپ ﷺ کو کئی چوٹیں آئیں۔ آپ ﷺ کے جسم مبارک پہ دائیں طرف کئی خراشیں تھیں جن سے خون رِستا تھا، نبی اکرم ﷺ اِن زخموں کی وجہ سے کئی روز تک مسجد نبوی میں تشریف نہ لا سکے اور اپنے حجرے میں ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

چھ ہجری میں ہی رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اسلام کی دعوت کو دور دور تک پھیلا دیا جائے ۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے چھ ہجری کے آخری مہینے میں اپنے قاصد دور و نزدیک کے حکمرانوں کی طرف روانہ کیے اور انھیں خط دیئے جس میں اُن لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی۔ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ عجمی لوگ اُس خط کو اہمیت نہیں دیتے جس پر بھیجنے والے کی مہر نہ ہو۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ تحریر کیا گیا اس انگوٹھی کو اس طرح تیار کیا گیا کہ سب سے اوپر اللہ لکھا گیا درمیان میں رسول اور نیچے تیسری سطر میں محمد لکھا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مدینہ کے ایک سنار حضرت یعلی بن امیہ نے اس انگوٹھی کو تیار کیا تھا۔[17*]

✡✡✡✡✡✡✡

بحرین کے بادشاہ منذر بن ساوی کے پاس رسول اللہ ﷺ کے قاصد حضرت علاء بن حضرمی پہنچے اور انھیں رسول اللہ ﷺ کا خط پیش کیا۔ منذر بن ساوی نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی

خوب تکریم کی اور اُن سے دین اسلام کے بارے میں جانا اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے ہدایت کو چنا اور وہ اسلام لے آئے۔

✡✡✡✡✡✡✡

چھ ہجری میں ہی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رسول اللہ ﷺ کا خط لے کر شاہ حبشہ نجاشی **اصحمہ** کے دربار میں پہنچے۔نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کی خوب تکریم کی،رسول اللہ ﷺ کے خط کو چوما آنکھوں سے لگایا اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو بتایا کہ میں نے اس خط کا مضمون پڑھا اور میں نے اُس کی اطاعت کی اور میں رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا۔ازاں بعد نجاشی نے نبی اکرم ﷺ کو ایک خط لکھا اور آپ ﷺ کے قاصد حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے حوالے کیا جس میں تحریر کیا کہ میں نے آپ ﷺ کے حکم کے سامنے سر جھکا دیا ہے اور اسلام قبول کرلیا ہے،حکومتی معاملات کی وجہ سے میں حاضر نہیں ہوسکا تاہم اپنے بیٹے اور بھائی کو ایک وفد کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں تا کہ وہ میرے نہ آنے کی معذرت کر سکیں،اگر آپ ﷺ نے مجھے حکم دیا تو میں خود حاضر ہو جاؤں گا۔

✡✡✡✡✡✡✡

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ شاہ حبشہ نجاشی نے ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا جس میں شاہ حبشہ نجاشی کا بیٹا اور بھائی شامل تھے۔مورخین نے تحریر کیا ہے کہ شاہ حبشہ کا یہ وفد بہتر افراد پر مشتمل تھا جو دو کشتیوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔اِس وفد کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے لیے بہت سے قیمتی تحائف بھی تھے۔شاہ حبشہ کے بھائی کا نام ذومخبر بیان کیا گیا ہے اور وہ شاہ حبشہ نجاشی **اصحمہ** کا چچازاد بھائی تھا۔انھوں نے بھی اپنے بھائی شاہ حبشہ **اصحمہ** کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔وہ مدینے پہنچے اور انھوں نے رسول

اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔شاہ حبشہ **اصحمہ** کے بھائی ذومخبر سے مورخین نے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا اور مجھے آپ ﷺ سے محبت ہوگئی اور میں نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت دی تو میں اب کبھی اپنے وطن واپس نہ جاؤں گا بلکہ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت کرتا رہاہوں گا۔چنانچہ چند روز بعد جب اہل حبشہ کے وفد نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرت ذومخبر نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی میں اپنے وطن واپس نہیں جانا چاہتا اس لیے کہ مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے تو اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں آپ ﷺ کی خدمت کے لیے مدینہ میں ہی رُک جاؤں۔تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمادی،حبشہ کا وفد واپس چلا گیا مگر حضرت ذومخبر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ہی حاضر رہے حتیٰ کہ گیارہ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔

✡✡✡✡✡✡✡

صحرائے عرب کی وسعتوں میں طرح طرح کے جانور پائے جاتے تھے جو عربوں کے ذوق شکار کی تسکین کرتے۔انھی جانوروں میں ایک خورگر بھی تھا۔ابن جریر طبری نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب چھ ہجری کو عمرے کے لیے نکلے تو راستے میں حضرت ابوقتادہ نے خورگر شکار کیا اور اُن کے لیے یہ شکار حلال تھا اس لیے کہ ابھی انھوں نے احرام نہ باندھا تھا۔حضرت ابوقتادہ نے اُس خورگر کو حلال کیا اور اُس کا کچھ گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ ﷺ نے کھالیا اگرچہ آپ ﷺ حالت احرام میں تھے۔اسی سفر میں آگے جا کر ابوایا ودان کے مقام پر بدوی قبائل سے کچھ صحابہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کا تعلق بنولیث سے تھا۔اُن میں سے ایک صحابی حضرت صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو شکار کیا ہوا ایک زندہ خورگر پیش کیا تاہم آپ ﷺ نے اسے لینے سے انکار کردیا۔نبی پاک ﷺ نے محسوس کیا کہ صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ کا ہدیہ قبول نہ کرنے کے باعث اُن کے چہرے پر

رنج وملا کا رنگ چھا گیا۔تب آپ ﷺ نے وضاحت کی ہم چونکہ احرام کی حالت میں اس لیے تمہارے خور گر کو حلال کر کے کھانے سے قاصر ہیں اس لیے ہم نے اسے لینے سے انکار کیا اور وہ اس کا غم نہ کرے۔تب حضرت صعب بن جثامہؓ پر سکون ہو گئے۔

✡✡✡✡✡✡✡

اسی سال یعنی چھ ہجری میں نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ابواء کے مقام پر اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی قبر انور کی زیارت کی۔اِس وقت آپ ﷺ غزوہ بنولحیان سے واپس تشریف لا رہے تھے۔یہ مہم ربیع الاول 6 ہجری کو عسفان کے قرب وجوار میں پیش آئی تھی۔ آنحضرت محمد ﷺ نے اپنی والدہ ماجدہ کے لیے مغفرت کی دُعا فرمائی مگر آپ ﷺ کو اس سے روک دیا گیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو سخت صدمہ پہنچا۔تاہم روایت کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کو زندہ کیا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئیں اِس کے بعد پھر اُن کا انتقال ہو گیا۔نبی اکرم ﷺ کے والدین کریمین کو ایمان لانے کے لیے زندہ کرنے کی اس حدیث پاک میں اگرچہ محدثین نے کلام فرمایا ہے لیکن انھی کا ارشاد ہے کہ اس کی سند حسن ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے والدین کے ایمان کو بیان کرنا جائز ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

معطم بن عدی کا شمار قریش کے اکابرین میں کیا جاتا تھا،تاہم اس حوالے وہ منفرد حیثیت کے حامل ہیں کہ جہاں قریش سارے کے سارے رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں اندھے ہو چکے تھے وہاں معطم بن عدی جیسے چند صاحب دانش ایسے بھی تھے جنھوں نے محتاط رویہ اختیار کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں حد سے نہ گزرے تھے۔معطم بن عدی نے اگرچہ جاہلیت کے عالم میں انتقال کیا تاہم رسول اللہ ﷺ اُن کی بہت تکریم فرماتے تھے۔اسی لیے کہ دس نبوی کو

جب آپ ﷺ اہل طائف کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے مکہ سے نکلے تو اہل مکہ نے فیصلہ کیا کہ اب وہ رسول اللہ ﷺ کو شہر مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ تب یہی معطم بن عدی تھے جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو پناہ دی اور اپنے بیٹوں کے ساتھ ننگی تلواروں کے سائے میں نبی پاک ﷺ کو لے کر حرم پاک میں داخل ہوئے اور اہل قریش سے کہا خبردار میں نے محمد (ﷺ) کو اپنی پناہ میں لیا ہے اس لیے اب کوئی اُن سے تعرض نہ کرے۔ اگلے سال اُن کا انتقال ہو گیا۔ غزوہ بدر کے موقعہ پر جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کے بہت سے اہم لوگوں کو گرفتار کر لیا تو قریش کا ایک وفد اُن کی رہائی کے لیے مذاکرات کرنے کے لیے حاضر ہوا اُن میں معطم بن عدی کے بیٹے جبیر ابن معطم بھی تھے آپ ﷺ نے جبیر ابن معطم سے کہا اگر آج تمھارا باپ زندہ ہوتا اور مجھے ایک دفعہ اشارہ بھی کر دیتا تو میں قریش کے اِن تمام قیدیوں کو رہا کر دیتا۔ یہی جبیر ابن معطم چھ ہجری کو اسلام لائے، اللہ تعالیٰ نے اُن کی بھلائی کا فیصلہ فرمایا اور انھیں ہدایت عطا فرمائی۔

✡✡✡✡✡✡✡

چھ ہجری میں ہی رسول اللہ ﷺ کے دستِ راست اور قریبی ساتھی حضرت عمر فاروق نے جمیلہ بنت عاصم نامی خاتون سے نکاح کیا۔ اُن کے بطن سے حضرت عمر کو عاصم بن عمر جیسا صاحب دانش بیٹا حاصل ہوا۔ ازاں بعد حضرت عمر نے اس عورت کو چھوڑ دیا تھا۔ حضرت عاصم حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نانا تھے جو امت مسلمہ کے خلیفہ ہوئے اور جن کا تقویٰ اور سادگی تاریخ کا زیور بنا۔

✡✡✡✡✡✡✡

اہل عرب میں گھوڑوں اور اونٹوں کی دوڑ معروف کھیل تھے۔ چنانچہ مورخین نے بیان کیا ہے کہ

چھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں کی دوڑ کرائی۔ وہ گھوڑے جن کو دوڑنے کی تربیت دی گئی تھی اُن کی دوڑ حیفہ سے شروع ہوئی اور انھیں ثنیۃ الوداع تک جانا تھا جو چھ میل کا فاصلہ ہے۔ اسی طرح وہ گھوڑے جن کو دوڑنے کے لیے سدھایا نہ گیا تھا اُن کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے شروع ہوئی اور اُن کی منزل مسجد بنی زریق تھی یہ تقریباً ایک میل کا فاصلہ تھا۔ سدھائے ہوئے گھوڑوں کی دوڑ میں حضرت ابوبکر صدیق کا گھوڑا سب سے آگے نکل گیا تھا" **اسد الغابہ**" میں لکھا گیا ہے کہ عہد اسلام میں یہ گھوڑوں کی سب سے پہلی دوڑ تھی۔

✡ ✡ ✡

چھ ہجری میں بھی بدوی قبائل کے اسلام قبول کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعوت و رسالت سے اب سارا عرب آشنا ہو چکا تھا۔غزوہ احزاب کے بعد اب وہ اس امر کو جان گئے تھے کہ قریش مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔

محرم 6 ھجری...بمطابق 28 مئی ، 627ء

6 ہجری، احکام وقوانین

دستورِانسانیت لحہ بہ لحہ مرتب ہورہا تھا۔قرآن مجید میں انسانیت کی راہنمائی کے لیے جابجاہدایت کے چراغ روشن کیے جارہے تھے۔منزل کی راہ میں دور دور تک چمکتے دمکتے سنگ میل آویزاں کیے جارہے تھے۔انسانیت کوشرف واخلاق سے آگاہی فراہم کی جارہی تھی۔زندگیوں کے اسلوب بدلے جارہے تھے۔کہن نظریات وتخیلات فطرت کی حقیقی پکار سے بدلے جارہے تھے۔لوگ دین اسلام کے آسودہ سایہ میں خوش تھےاورقرآن حکیم میں اترنے والے ہرنئے حکم پہ سرتسلیم خم کیے ہوئے تھے۔یہاں ہم چھ ہجری میں اترنے والےاحکامات وقوانین کا کچھ تذکرہ کرنا چاہتے ہیں۔یادرہے کہ احکام وقوانین کے ضمن میں جواحکام چھ ہجری کی ذیل میں بیان کیے جارہے ہیں اُن کا بیان مورخین کے ہاں پایاجاتاہے تاریخ وسیراورنزول قرآن کے ضمن میں روایات کا جوذخیرہ ہم تک پہنچاہےانھی کی بنیاد پرہم نے کچھ احکامات وقوانین کو چھ ہجری کے ذیل میں بیان کیاہے۔اللہ ہماری راہنمائی فرمائے اورہمیں غلطیوں

سے محفوظ رکھے۔

✡ ✡ ✡

نماز استسقاء

چھ ہجری میں جب بہت مہینوں تک آسمان سے پانی نہ برسا تو لوگ پریشان ہو گئے اُن کے جانور مرنے لگے، غلہ ختم ہونے لگا، گھاس خشک ہوگئی، خوارک کی قلت پیدا ہوگئی، پانی کے ذخائر ختم ہوگئے، درختوں کے پتے اور اُن کی کھال تک جھلس گئی اور نوبت فاقوں تک پہنچی تو لوگ آنحضرت محمدﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہﷺ پانی ختم ہوگیا ،غلہ ختم ہوگیا،خوراک ختم ہوگئی۔

یارسول اللہﷺ !رب کریم سے بارش کے لیے دُعا کیجئے۔

نبی اکرمﷺ اُٹھ کھڑے ہوئے اور صحابہ سے فرمایا؛

لوگوں کو اکٹھا کرلو اور میرے پیچھے کسی کھلی جگہ پہ آجاؤ۔

صحابہ رسول اللہﷺ کے ساتھ نکلے اور آپﷺ کے ساتھ ایک کھلی جگہ میں نماز ادا کی اسی کو نماز استسقاء کہا جاتا ہے جو چھ ہجری میں مشروع ہوئی اور امت آج تک نماز استسقاء ادا کرتی چلی آئی ہے۔ نبی اکرمﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی اور اپنا رخ صحابہ کی طرف موڑا اور اپنی چادر کو الٹا کر کے اوڑھ لیا۔اس کے بعد آپ گھٹنوں کے بل بیٹھے پہلے تکبیر کہی اور اس کے بعد رب العزت سے اِن الفاظ میں بارش کی استدعا کی آپﷺ نے فرمایا کہ!

" اَللّٰھُمَّ اَسْقِنَا وَ أَغِثْنَا غَیْثًا مُغِیْثًا وَحَیَاءً رَبِیعًا وَجَدًا طَبَقًا غَدَقًا مُغْدِقًا عَامًا هَنِیْئًا مَرِیْئًا مُرِیْعًا مُرْتِعًا وَابِلاً شَامِلاً مُسْبِلاً مُجَلِّلًا دَئِمًا وَدَرًا نَافِعًا غَیْرَضَارٍّ عَاجِلاً غَیْرَ رَائِثٍ غَیْثًا۔ اَللّٰھُمَّ تُحْیِ بِهِ الْبِلَادَ وَتُغِیْثُ بِهِ الْعِبَادَ وَ تَجْعَلُهُ بَلَاغًا صَالِحًا لِلْحَاضِرِ وَالْبَادِ۔ اَللّٰھُمَّ أَنْزِلْ اَرْضِنَا زِیْنَتَهَا وَ أَنْزِلْ عَلَیْهَا سَکَنَهَا اَللّٰھُمَّ أَنْزِلْ عَلَیْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَاءً طَهُوْرًا تُحْیِ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتَةً وَّاَسْقِهٖ مِمَّا خَلَقْتَ اَنْعَامًا وَ أَنَاسِیَّ کَثِیْرًا۔

ترجمہ؛

اے اللّٰہ ! ہم پہ رحمت کی بارش نازل فرما۔ایسی بارش سے ہماری مدد فرما جو مخلوق کو سیراب کردے۔ایسی بارش جو تروتازہ کرنے والی ہو، جو خوشی وشادمانی لانے والی ہو ۔جو اپنے دامن میں خیر کثیر لیے ہو اور مسلسل ہو۔ہر قسم کے نقصان سے خالی اور اچھے اثرات والی ہو حسن فطرت کو نکھارنے والی اور جانوروں کی سیرابی کا سامان کرنے والی ہو۔موسلادھار بارش ہو اور ہر سو برسنے والی ہو۔جل تھل کرنے والی ہو اور ساری زمین کو محیط ہو۔مفید ہو۔مضر نہ ہو۔جلد برسے۔تاخیر سے نہ برسے۔اے اللہ! ہماری زمین پہ اس کا حسن اور اس کی برکت نازل فرما۔اے اللہ! ہم پہ آسمان سے پانی نازل فرما جس کے ذریعے تو مردہ زمینوں کو حیات بخشے اور اس پانی سے اپنی مخلوق میں سے کثیر تعداد میں انسانوں اور جانوروں کو سیراب کرے"۔

✡✡✡✡✡✡✡

محدثین نے صحابہ کے حوالے سے روایات بیان کی ہیں کہ!

لوگ ابھی وہیں بیٹھے تھے اور نبی اکرم ﷺ نے دُعا ابھی پوری ہی کی تھی کہ آسمان پہ بادلوں کے

ٹکڑے نمودار ہونے لگے اور لوگ ابھی گھروں کو بھی نہ پہنچے تھے کہ بارش شروع ہوگئی۔ایسا لگتا تھا جیسے دن میں ہی رات ہوگئی ہو بادل خوب کھل کے برس رہے تھے ہر طرف جل تھل ہو گیا تھا یہ بارش سات دن اور سات رات تک برستی رہی حتیٰ کہ لوگ دوبارہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ!

مکانات گر گئے، راستے بند ہو گئے، زمین تباہ ہوگئی!

یارسول اللہ ﷺ! بارش رکنے کی دُعا فرمایئے۔

صحابہ کی اس فریاد کو سن کر نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے حتیٰ کہ آپ ﷺ کے دندانِ مبارک دکھائی دینے لگے اور نبی پاک ایسا کم ہی مسکراتے تھے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا!

اے میرے اللہ!

اَللّٰھُمَّ عَلٰی رُءُ سِ الظِّراب وَ مَنَابِتِ الشَّجَرِ وَ بُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَظُھُوْرِ الْاٰکَامِ

اے اللہ! چٹانوں کے سروں پر، درختوں کے جھنڈوں پر وادیوں کے اندر اور ٹیلوں کی پشتوں پہ مینہ برسا!

حَوَالَیْنَا لَا عَلَیْنَا !

ہمارے اردگرد برسا، ہم پہ نہ برسا!

چنانچہ شہر مدینہ سے بادل چھٹ گئے مگر اردگرد برستے رہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت علی نے یہ اشعار اسی موقع پہ کہے تھے۔

وَ اَبْیَضُ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْھِہٖ

ثِمَالُ الْیَتٰمٰی وَ عِصْمَۃٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ سفید گوری رنگت والے جن کے چہرے کے طفیل بادل پانی مانگتے ہیں جو یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی عصمت کا محافظ ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

يَلُوْذُبِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
فَهُمْ عِنْدَهٗ فِىْ نِعْمَةٍ وَّ فَوَاضِلِ

آلِ ہاشم کے ہلاک ہونے والے مساکین انھی کے دامن میں پناہ لیتے ہیں لوگ اِن کے انعام واکرام اور فضل واحسان سے خوب واقف ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

كَذِبْتُمْ وَبَيْتِ اللّٰهِ يُرْدٰى مُحَمَّدٌ
وَ لَمَّا نُقَاتِلْ دُوْنَهٗ وَنُنَاضِلِ

حرم کی قسم! وہ جھوٹا ہے جس نے کہا کہ محمدﷺ کو ہلاک کر دیا جائے گا جب تک ہم اُن کے سامنے قتل نہ ہو جائیں اور خوب کھل کے جہاد نہ کرلیں یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

وَنُسْلِمُهٗ حَتّٰى نُصَرَّعَ حَوْلَهٗ
وَنُذْهِلُ عَنْ اَبْنَاءِ نَا وَالْحِلَائِلِ

وہ سمجھتے ہیں ہم انھیں قریش کے حوالے کر دیں گے مگر وہ نہیں جانتے کہ اس سے قبل ہماری لاشیں اِن کے ارد گرد تڑپ رہی ہوں گی اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بے خبر ہو چکے ہوں گے۔ [*18]

❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ستاروں پہ اعتقاد

اہلِ عرب طرح طرح کی بدرسومات اور توہمات کا شکار تھے حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بھی کبھی کبھار اُن کی جاہلیت عود کر آتی اور وہ جاہلیت کی باتیں کرنے لگتے۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ چھ ہجری کو جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کی طرف نکلے تو موسم کی سختی کی وجہ سے آپ ﷺ کے اصحاب بہت پریشان تھے اور کافی دن گزر چکے تھے بارش بھی نہ ہوئی تھی۔ چنانچہ صحابہ کی درخواست پر نبی اکرم ﷺ نماز استسقاء کے لیے نکلے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر آسانی عطا فرمائے اور بادل گھر گھر آئے اور خوب برسے۔ تب کچھ لوگوں نے کہا کہ یہ بارش تو فلاں ستارے کی وجہ سے برسی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس امر سے آگاہ فرما دیا۔ چنانچہ اگلے روز آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم میں سے کچھ لوگوں نے تو یوں رات بسر کی کہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت میں مصروف رہے اور جن لوگوں نے کہا کہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے آئی انھوں نے میرا انکار کیا، میری رسالت اور اللہ کی وحدانیت کا انکار کیا اور دور گمراہی میں جا پڑے۔

ظہار کی ممانعت

اگر چہ بعض مورخین نے اس کا ذکر پانچ ہجری میں بھی کیا ہے ہم نے بھی طلاق ظہار پہ ایک مختصر نوٹ پانچ ہجری کے متفرقات میں لکھا ہے مگر درست یہی ہے کہ سورہ مجادلہ کی وہ آیات جو اس قبیح رسم کی نفی میں اتریں وہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد اور غزوہ خیبر سے قبل نازل کی گئیں۔ طلاق ظہار اہل عرب کی جاہلیت کا عکس تھا کوئی شخص اپنی بیوی کو کہتا جا آج سے تو میری ماں کی پیٹھ کی طرح ہے تو لوگ کہتے اِن کے مابین مطلق علیحدگی ہوگئی ہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ اوس بن صامت ایک بوڑھے شخص تھے وہ غصے میں اپنی بیوی سے ظہار کر بیٹھے مگر پھر انھیں اس بات کا پچھتاوا ہوا تو انھوں نے کہا میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ تو مجھ پہ حرام ہوگئی ہے تاہم اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرو۔ چنانچہ اوس بن صامت کی بیوی حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپؐ سے ظہار کے متعلق حکم دریافت فرمایا!

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا:

اے عورت تیرے اس معاملے میں میرے پاس اللہ کا کوئی حکم نہیں ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ تو اُس پہ حرام ہوگئی ہے۔

حضرت خولہ رونے لگیں اور نوحہ کرنے لگیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ اس روایت کی راوی ہیں انھوں نے فرمایا کہ!

جب وہ عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اس وقت میں رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔

جب نبی اکرم ﷺ نے اُس سے کہا کہ وہ اپنے شوہر پہ حرام ہو چکی ہے تو وہ بہت روئی حتیٰ کہ میں بھی رونے لگی اور رسول اللہ ﷺ کے سوا وہاں جو کوئی بھی تھا رونے لگا۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ نے کہا!

تب تو میں اپنا شکوہ اپنے رب کے سامنے ہی کروں گی میں اپنے اللہ ہی سے اس کی فریاد کرتی ہوں کہ اس بڑھاپے میں جب میری ہڈیاں گھل گئیں ہیں تب میں کہیں کی نہ رہی۔اِس کے بعد وہ عورت اٹھ کے چلی گئی اور میں پھر سے رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں کنگھی کرنے لگی ابھی آدھے بالوں میں ہی کنگھی ہوئی ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ پہ وحی کے آثار شروع ہو گئے میں آپ ﷺ سے ہٹ کے بیٹھ گئی۔

جب وحی کے آثار ختم ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا؟

وہ عورت کہاں گئی ہے کوئی اُس کو خبر پہنچائے کہ اُس کا شوہر غلام ادا کردے وہ ظہار سے بری ہو جائے گا۔

ہم میں سے کوئی خولہ بنت ثعلبہؓ کی طرف دوڑا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے شوہر اوس بن صامت کے ساتھ حاضر ہو گئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے خولہ سے کہا!

اپنے شوہر سے کہو ایک غلام آزاد کردے تو وہ ظہار سے بری ہو جائے گا۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ نے کہا!

یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو بہت غریب لوگ ہیں ہمارے پاس غلام کہاں؟

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے کہا!

پھر اپنے شوہر سے کہو کہ مسلسل دو ماہ کے روزے رکھے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ! وہ تو ایک بوڑھا آدمی ہے اس کی قدرت نہیں رکھتا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

پھر اُس سے کہو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ نے کہا!

یارسول اللہ ﷺ! ہمارے تو اپنے بچے کل سے بھوکے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ تھوڑی دیر خاموش رہے پھر اُن سے کہا!

اپنے شوہر سے کہو وہ اُم منذر بنت قیس کے پاس جائے وہ فدیہ ادا کرنے میں اُس کی مدد کریں گی۔

چنانچہ حضرت اوس بن صامتؓ فوراً اُم منذر کے پاس گئے جس نے انھیں ایک وسق کھجوریں دیں یاد رہے کہ ایک وسق کھجوریں ایک اونٹ کا بوجھ ہوتیں ہیں آج کے حساب سے ایک کوانٹل سمجھ لیں۔

چنانچہ حضرت اوس بن صامتؓ نے اِن کھجوروں کو ساٹھ مسکینوں میں تقسیم کیا پھر بھی بہت سی کھجوریں اُن کے بچوں کے لیے بھی بچ رہیں۔

حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کی فریاد پہ جو آیات نازل ہوئیں وہ یہاں تحریر کی جارہی ہیں۔

" قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ ۝ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ

اَنْ یَّتَمَآسَّا ط ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ O فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ O اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ المجادلۃ ۵۶ ؛ آیات ۵-۱)

ترجمہ:

”اللہ نے سن لی اُس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملے میں تم سے تکرار کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے۔ اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے وہ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے۔ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں اُن کی بیویاں اُن کی مائیں نہیں ہیں، اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنھوں نے اِن کو جنم دیا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر اپنی اُس بات سے رجوع کریں جو انھوں نے کہی تھی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کریں، اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے قبل اس کے کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اُس کے رسول پہ ایمان لاؤ۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں اور کافروں کے لیے دردناک سزا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ اسی طرح ذلیل و خوار کر دیئے

جائیں گے جس طرح کہ اِن سے پہلے کے لوگ ذلیل وخوار کیے جا چکے ہیں۔ہم نے صاف صاف آیات نازل کر دیں ہیں اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے"۔

✡✡✡✡✡✡✡

ایک زمانے تک لوگ حضرت خولہ بنت ثعلبہؓ کو یاد کرتے رہے جن کی فریاد پر قرآن کی یہ آیات اتریں۔امام برہان الدین حلبیؒ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جب حضرت عمرؓ کچھ لوگوں کے ساتھ کہیں جا رہے تھے تب ایک ضعیف خاتون نے اُن کو روکا اور اُن سے باتیں کرنے لگیں لوگ دور کھڑے حضرت عمر کا انتظار کرنے لگے۔

لوگوں نے محسوس کیا کہ وہ عورت خلیفۃ المسلمین کو نہایت سخت سست کہہ رہی ہے اور حضرت عمر خاموشی سے سر جھکائے اُس خاتون کی باتیں سن رہے ہیں۔

وہ خاتون کہہ رہی تھی!

عمر تجھ پہ افسوس ہے! ابھی کل کی بات ہے جب تو چھوٹا سا بچہ تھا اور تجھ کو عمیر یعنی ننھا عمر کہا جاتا تھا اور تو عکاظ کے میلے میں اپنے ہم عمروں کو لاٹھی سے ہانکتا پھرتا تھا پھر کچھ ہی زمانہ گزرا کہ لوگ تجھے عمر بن خطاب کہنے لگے اور میری آنکھوں کے سامنے ہی تو امیر المومنین بن گیا تو اے عمر! اپنی رعیت کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس بات کو جان لو کہ جو شخص اِن چیزوں سے ڈرا جن سے اللہ نے ڈرنے کا حکم دیا ہے وہی ہر دلعزیز ہوگا اور جو شخص موت سے ڈرا اُسے بہت سی محرومیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس کے بعد وہ عورت لاٹھی ٹیکتی ہوئی روانہ ہوگئی۔

لوگ حضرت عمر کے پاس آئے اور کہا؛

امیر المومنین! آپ نے اس بڑھیا کے ساتھ بہت دیر لگا دی۔

حضرت عمر نے اُن سے کہا؛

بخدا! اگر وہ تمام رات اور اگلا سارا دن بھی کھڑی رہتی تو میں یونہی اُس کی باتیں سنتا رہتا اس لیے کہ تم نہیں جانتے وہ کون ہے یہ وہ عورت ہے جس کی فریاد سات آسمانوں پہ سنی گئی اور اس کے لیے فوراً قرآن نازل کیا گیا یہ خاتون حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا تھیں۔

✡ ✡ ✡

غیر مسلموں سے نکاح

بیان کیا گیا ہے کہ صلح حدیبیہ سے پہلے بعض مسلمان عورتیں کفار کے نکاح میں تھیں اور خود مسلمانوں میں سے بھی کئی لوگوں کے ہاں ایسی بیویاں موجود تھیں جو اپنے آباء کے دین پہ اڑی ہوئیں تھیں اور اسلام قبول کرنے کو تیار نہ تھیں یہ صورت حال زیادہ دیر تک برداشت نہ کی جاسکتی تھی اس لیے کہ اس سے اسلام کے پاکیزہ اخلاق اور عمدہ تعلیمات کو اگلی نسل تک منتقل کرنا دشوار تھا اس لیے سنہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد سورۃ الممتحنہ میں کچھ آیات اتاریں گئیں جن میں یہ حکم دیا گیا کہ مومن عورتوں کو کفار کے نرغے سے آزاد کرایا جائے اور انھیں مومن مردوں کے نکاح میں دے دیا جائے۔ اسی طرح مومن مردوں کے لیے بھی یہ حکم اتارا گیا کہ وہ اپنی ایسی بیویوں سے خود کو الگ کرلیں جو ابھی تک اپنے آباء کے دین پر مستحکم ہیں۔ مورخین نے سورہ الممتحنہ کی اِن آیات کے شانِ نزول کے بارے میں اطلاع دی ہے کہ یہ آیات صلح حدیبیہ کے بعد اُس وقت نازل کی گئیں جب عقبہ بن ابی معیط کی مومن بیٹی کفار قریش کے نرغے سے نکل کر کسی طرح مدینہ پہنچ گئی تو اُس کے تعاقب میں عقبہ کے دو بیٹے عمارہ اور ولید مدینہ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ سے حضرت اُم کلثوم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ان کی بات سنی اور توقف فرمایا؛

اس پر قرآن حکیم کی یہ آیات اتریں اور نبی اکرم ﷺ عمارہ اور ولید کو بلایا اور کہا؛

ہم تمھیں اُم کلثوم کو واپس نہیں کریں گے تم مکہ چلے جاؤ۔

مگر آپ ﷺ نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر رکھا ہے۔

انھوں نے صلح حدیبیہ کی دہائی دی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ہم اپنے معاہدے پہ قائم ہیں مگر معاہدے میں کہیں بھی یہ نہیں لکھا کہ اگر کوئی عورت مکے سے فرار ہو کر مدینہ آ جائے تو اسے بھی واپس کیا جائے گا وہاں صرف مردوں کا ذکر ہے اور ہم نے معاہدے کے مطابق تم کو وہ تمام مرد واپس کیے ہیں جو مکہ سے بھاگ کے یہاں پہنچے۔

عمارہ اور ولید مکہ واپس چلے گئے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمارہ اور ولید کو اِن آیات کے اترنے کے بعد انکار کیا تھا۔

مذکورہ آیات ذیل میں تحریر کی جا رہی ہیں۔

" يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ O

القرآن الحکیم (سورۃ الممتحنۃ 60 ؛ آیات 9,10)

ترجمہ؛

’’اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، جب مومن عورتیں تمھارے پاس ہجرت کر کے آئیں تو (اُن کے مومن ہونے کی) جانچ پڑتال کر لیا کرو، اور اُن کے ایمان کی حقیقت تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر جب تمھیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انھیں کفار کی طرف واپس نہ کرو۔ نہ وہ کفار کے لیے حلال ہیں اور نہ کفار اُن کے لیے حلال۔ اُن کے کافر شوہروں نے جو مہر اُن کو دیئے تھے وہ انھیں پھیر دو اور اُن سے نکاح کر لینے میں تم پہ کوئی گناہ نہیں جب کہ تم اُن کے مہر اُن کو ادا کر دو۔ اور تم خود بھی کافر عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ روکے رکھو اور جو مہر تم نے اپنی بیویوں کافر بیویوں کو دیئے تھے وہ تم واپس مانگ لو اور جو مہر کافروں نے اپنی مسلمان بیویوں کو دیئے تھے وہ انھیں واپس مانگ لیں۔ یہ اللہ کا حکم ہے وہ تمھارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور وہ علیم و خبیر ہے۔

صلواۃ الخوف

صلواۃ الخوف نماز کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے۔آج کے مسلمان نماز کی حقیقت سے کما حقہ‘ آگاہ نہیں ہیں۔اُن کے اندر عمل کی بے انتہا سستی پائی جاتی ہے ہم دیکھتے ہیں لوگوں کی ایک قلیل تعداد ہے جو شکر کی حقیقی راہوں کی مسافر ہے۔جو خالق کے قہر سے لرزتے ہیں۔جن کے دل میں اللہ کی رضا حاصل کرنے کا شوق ہے۔جو دین کی اصل سے آگاہ ہیں۔جو اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتے ہیں مگر جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول سے محبت کرتے ہیں وہ اللہ کی اطاعت سے کبھی منہ نہیں موڑتے اور اللہ کی اطاعت نماز کے بغیر ممکن نہیں۔اس لیے کہ اللہ کا رسول تو تلواروں کے سائے میں بھی نماز ادا کرتا ہے جبکہ ہم ذرا ذرا سی بات پہ نماز چھوڑ دیتے ہیں۔اور اپنے اس عمل پر ہمیں ذرا بھی ندامت نہیں ہوتی اللہ ہمارے حال پہ رحم فرمائے۔

صلواۃ الخوف کے بارے میں مورخین نے بیان کیا ہے؛

کہ سب سے پہلے صلواۃ الخوف کا طریقہ غزوہ ذات الرقاع میں اختیار کیا گیا اور اس موقع پہ قرآن حکیم میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا خُذُوا حِذْرَكُمْ

اے ایمان والو ہوشیار ہو جاؤ

اس واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے علامہ ابن جریر طبری نے لکھا ہے؛

کہ غزوہ ذات الرقاع میں دشمن کی تعداد اگرچہ مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ تھی مگر اُن کے دلوں پہ مسلمانوں کی ہیبت چھائی ہوئی تھی اس لیے باوجود اپنی کثرت کے وہ مسلمانوں پہ حملہ کرنے سے گریزاں رہے۔

پھر کسی نے اُن کو بتایا کہ تھوڑا انتظار کرو۔

ابھی کچھ دیر بعد مسلمانوں کی عبادت کا وقت ہو جائے گا تو وہ ہتھیار رکھ کر نماز میں مشغول ہو جائیں گے اُس وقت اگر تم انھیں قتل بھی کر دو تب بھی وہ اپنی نماز نہیں توڑیں گے۔

چنانچہ نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی حضرت جبرائیل نے نبی اکرم ﷺ کو اُن کے بد ارادوں سے آگاہ کر دیا اور ساتھ ہی صلواۃ الخوف کا طریقہ بھی سمجھا دیا۔

چنانچہ جب نماز کا وقت ہوا تو مسلمان دو حصوں میں منقسم ہو گئے۔

لوگوں کے ایک گروہ نے نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نماز ادا کرنا شروع کی مگر ایک گروہ اپنے ہتھیار سنبھالے دشمن کے مقابل صف آرا رہا۔

اس طرح دشمن مسلمانوں کو غفلت کی حالت میں نہ پا سکا اور اُس کا منصوبہ غارت ہو گیا۔

یادرہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مومن کی ہر مشکل کا حل نماز میں ہی بتایا ہے اس لیے اگر انسان کو مشکلات کا سامنا ہو تب بھی نماز کا حکم ہے اگر اسے فراخی اور آسودگی حاصل ہو تب بھی اسے نماز ہی کا حکم ہے، اگر زلزلہ آجائے تب بھی نماز ہی کا حکم ہے۔

خوشی میں شکر کی نماز ہے۔

دکھ میں اعانت کی نماز ہے۔

مصیبت میں صبر کی نماز ہے۔

سورج یا چاند گرہن میں خسوف نماز ہے۔

فراغت میں بندگی کی نماز ہے۔

نعمت حاصل ہونے پہ شکرانے کی نماز ہے۔

علم بڑھنے پہ محبت کی نماز ہے۔

جنت کے حصول کے لیے نفل نماز کی تاکید ہے۔

دوزخ سے نجات کے لیے فرض نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مشاورت کے لیے استخارہ کی نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے تہجد کی نماز ہے۔

قبر کے عذاب سے نجات کے لیے جنازہ کی نماز ہے۔

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اشراق کی نماز ہے۔

بارش نہ ہو تو استسقاء کی نماز ہے۔

جنگ کے لیے خوف کی نماز ہے۔

غربت اور دکھ اور مصیبت کے وقت نفل نماز ہے۔

دنیا کے لیے بھی نماز ہے اور آخرت کے لیے بھی نماز ہے۔ اور نماز کے بغیر خود کو مسلمان کہنا ایک درجے کی شرمندگی ہے۔ اپنے دامن میں جھانک کے دیکھئے کیا ہم نے اللہ کی رضا کے حصول اور اپنے معاملات کی اصلاح کے لیے کبھی نماز کا رخ کیا ہے۔ ظلم کی حد تو یہ ہے کہ آج کا مسلمان فرض نماز سے بھی غافل ہے۔ ہماری مساجد رونق سے خالی ہیں اُن کی ویرانی امت کی بے حسی پہ دلیل ہے۔ کاش انسان کو زندگی کی حقیقت کا علم ہو جائے تو وہ جانے کہ یہ زندگی تو ایک دھوکہ ہے ایک سایہ ہے ایک جھلک ہے اُس اصل زندگی کی جہاں نہ پریشانی ہوگی نہ دُکھ ہوگا مگر کامیابی کا اصل راز نماز ہی میں ہے کاش کہ کوئی جانے اور خود کو اللہ کی راہ پہ چلائے۔

✡ ✡ ✡

یکم محرم 7 ہجری بمطابق 18 مئی 628ء



- غزوہ خیبر
- غزوہ ذات الرقاع
- عمرہ قضاۃ
- حضرت صفیہؓ سے نکاح
- حضرت میمونہؓ سے نکاح
- امامہ بنت حمزہؓ
- متعہ کی حرمت
- مزارعت

7 ھجری، بمطابق مئی 628ء تا 629ء

خیبر و اہل خیبر

خیبر اُن فتنہ گروں کی بستی تھی جن کی قساوتِ قلبی سے تاریخ کے اوراق بوجھل ہیں۔اُن کے دل مسلمانوں کے خلاف بغض وعناد کے آتش فشاں بن چکے تھے اور اُن کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ کسی طرح مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی ریاست کو نابود کر دیا جائے۔خیبر کا علاقہ مدینہ سے ایک سو پچاس کلومیٹر کے فاصلے پہ واقع یہودیوں کی ایک آزاد اور مستحکم ریاست بنتا جا رہا تھا۔اس ریاست کو بنو قینقاع اور بنو نضیر کی جلاوطنی کے بعد مزید استحکام حاصل ہوا اس لیے کہ وہ اپنا بے شمار مال لے کر وہاں پہنچے تھے۔مورخین نے خیبر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہودی عبرانی زبان میں قلعے کو خیبر کہتے تھے چونکہ اس علاقے میں اُن کے بہت سے قلعے تھے اس لیے اس پورے علاقے کو خیبر کہا جانے لگا۔البتہ امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ خیبر یثرب کے بھائی کا نام تھا اور یثرب وہ پہلا شخص تھا جو اِن علاقوں میں اترا۔پورے خطہ عرب میں اہل یہود کو اور کسی علاقے میں اس قدر استحکام اور قوت حاصل نہ تھی جو اُن کو خیبر میں حاصل تھی اس لیے کہ خیبر میں اُن کے

نخلستان بے پناہ پیداوار دیتے تھے اور خیبر کی زرخیز وادیاں کھجور، انگور، انجیر، لیموں اور ترلج کی وافر پیداوار کے لیے بھی مشہور تھیں۔ یہی پیداوار اِن کے معاشی استحکام کی ضمانت تھی۔ خیبر کی جغرافیائی حقیقتیں بھی اُن کے لیے ممد و معاون تھیں۔ خیبر تقریباً پچیس مربع میل پہ محیط ایک ایسا علاقہ تھا جہاں زرخیز وادیاں تھیں، پہاڑی چشمے تھے، انگوروں کے باغ اور کھجوروں کے نخلستان تھے۔ بلند و بالا اور سنگلاخ پہاڑی چٹانیں اُن کے لیے شہر پناہ کا کام دیتی تھیں۔ وہاں ٹھنڈے لاوے کے نوکیلے پہاڑ تھے جن کے درمیان سے اترتے بیشمار پہاڑی چشمے اُن کی پانی کی ضروریات کے لیے کافی ہو جاتے اور یہی پہاڑی چشمے اُن کے پھلوں کی پیداوار کے لیے اکسیر کا درجہ رکھتے تھے۔

خیبر دراصل کسی خاص قلعے یا بستی کا نام نہ تھا بلکہ اُس تمام علاقے کو خیبر کہا جاتا تھا جس میں یہودیوں کے قلعے جا بجا پھیلے ہوئے تھے۔ یہودی اپنے قلعوں کی فصلیں اونچی رکھتے تھے اور قلعے کے اندر ہی اپنی ضرورت کی ہر چیز موجود رکھا کرتے۔ اس کے علاوہ اِن علاقوں میں یہودیوں کے بیس ہزار جوان حربی صلاحیت سے مزین تھے جس کی وجہ سے عرب خیال کیا کرتے کہ خیبر کی وادیوں کو فتح کرنا ناممکن ہے۔ خیبر کے علاقے میں یہودیوں کے جو قلعے تھے۔ مورخین نے اُن کی تعداد مختلف بیان کی ہے تاہم اُن کی بیان کردہ معلومات کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو انھوں نے سترہ قلعوں کی نشاندہی کی ہے جو تین بڑے حصاروں میں منقسم تھے جن کو نطاۃ، شق اور کتیبہ کہا جاتا تھا۔

اُن کے قلعوں کے نام اس طرح بیان کیے گئے ہیں۔

الواطیح، السلالم، الصعب، النطاۃ، الزبیر، الشق، احصن ابی، المنازل، النعیم، السمر ان، النظار، الکتیبہ، القصوہ، المریط اور القموص۔

خیبر کے علاقے میں اگرچہ عرب بھی آباد تھے مگر اُن کی تعداد انتہائی قلیل تھی۔ مورخین نے اُن کا ذکر اس لیے حذف کیا ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں اُن کی کوئی حیثیت ہی نہ تھی وہ مزدور لوگ تھے جو روزانہ کی اجرت پہ یہودیوں کے ملازم تھے اور اُن کے کھیتوں وغیرہ میں کام کرتے تھے۔ تاہم اہل

خیبر کے بنوغطفان سے نہایت عمدہ تعلقات تھے جو ایک طاقتور عرب قبیلہ تھا جو نہ صرف یہودیوں کے مفادات کا تحفظ کرتا تھا بلکہ اب تک مسلمانوں کا بدترین دشمن بھی ثابت ہوا تھا۔اس لیے کہ اہل یہود کی پشت پناہی میں اُس کے مالی مفادات پوشیدہ تھے اوراس لیے بھی کہ بنوغطفان صحرائے عرب کے باسی تھے اوراُن کی معاشی حالت دیگر عرب قبائل کی طرح دِگرگوں ہی تھی۔

وہ غارت گر تھے اوراُن کی معاش کا دارومدار صرف لوٹ مار پہ ہی تھا مگراس کے باوجود وہ سیاسی سمجھ بوجھ بھی رکھتے تھے اور جس طرف سے بھی انھیں مال ودولت کا لالچ دیا جائے وہ اسی طرف ہوجاتے تھے۔اسی لیے تو جب انھوں نے قریش اور یہودیوں کے ساتھ مل کر غزوہ خندق میں مسلمانوں کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو ذرا سے لالچ سے انھوں نے قریش اور یہودیوں سے دغابازی پہ آمادگی ظاہر کر دی تھی۔اگرچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے مشورے کے بعد بنوغطفان کو دی گئی پیش کش واپس لے لی تھی اس طرح یہ معاہدہ نہ ہوسکا تاہم اس سے بنوغطفان کے ذہنی رجحان کا سراغ ضرور مل جاتا ہے۔

اور وہ بنوغطفان ہی تھے جو اہل خیبر کی تجارت کو تحفظ اور سہارا فراہم کیے ہوئے تھے اہل خیبر کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ تو اُن کے ہاں پیدا ہونے والی اجناس سے حاصل ہوتا تھا تاہم وہ سود کا کاروبار بھی کرتے تھے اورسونے چاندی کے زیورات بنانے میں بھی اُن کو مہارت حاصل تھی۔چنانچہ قریش مکہ تک شادی بیاہ میں زیورات انھی سے حاصل کیا کرتے تھے۔جب نبی اکرم ﷺ نے بنوقینقاع اور پھر بعد میں بنونضیر کو مدینہ سے جلاوطن کیا تو اُن کی اکثریت خیبر میں ہی پہنچی جہاں اُن کے باغات تھے اور دیگر جائیدادیں پہلے سے موجود تھیں اس لیے اب خیبر کی سیاسی اور حربی حیثیت میں کافی حد تک اضافہ ہو چکا تھا۔مدینہ سے جلاوطن ہونے والے یہودی ہوں یا خیبر کے قدیمی یہودی اُن سب میں بنونضیر سب سے اعلیٰ نسب والے تھے اور دیگر یہودی قبائل اُن کی تکریم کرتے تھے۔

اس لیے جب بنونضیر مدینہ سے جلاوطنی کے بعد خیبر پہنچے تو اہل خیبر نے انھیں بغیر کسی تردد کے اپنا حاکم اور سربراہ مان لیا۔چنانچہ اب عملاً خیبر کی قیادت بنونضیر ہی کر رہے تھے اور وہی بنوغطفان کے

ساتھ مل کر مسلمانوں کو نابود کر دینے کی تمنا دل میں لیے طرح طرح کی سازشوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہودیوں کی فطری کج روی نے اُن کو وہ دن بھی دکھایا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے غزوہ خندق کے موقع پر میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کی وجہ سے بنو قریظہ کے تمام یہودیوں کو قتل کرا دیا تو اس کے بعد اہل خیبر کے دلوں میں انتقام کے مزید آلاؤ سلگنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ اہل خیبر کی تمام حرکات و خواہشات سے آگاہ تھے اور ایک لمحہ کے لیے اِن سے غافل نہ تھے یہی وجہ ہے کہ بنو قریظہ کے قتل عام کے بعد جب خیبر کے سربراہ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق جس کا تعلق بنو نضیر سے تھا نے عرب بدوؤں سے ساز باز شروع کی اور اُن کو مدینے پہ حملہ کرنے کے عوض خیبر کی نصف پیداوار دینے کا لالچ دیا تو اس سے قبل کہ وہ اپنے منصوبے کو عملی جامعہ پہناتے نبی اکرم ﷺ کے حکم پر آپ ﷺ کے جانثاروں نے اُسے اُس کے قلعے میں گھس کر قتل کر دیا تھا جس کے بعد کچھ روز تو یہودی سہمے رہے اس کے بعد پھر اپنی پرانی روش پہ آ گئے اور یہودیوں کے ایک اہم سردار اسیرم بن رزام نے سر اٹھایا اور اہل نجد کے بدو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف صف آرا کرنے میں مصروف ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کی سرکوبی کے لیے حضرت عبداللہ بن رواحہ کی قیادت میں تیس سواروں کا ایک لشکر خیبر کی طرف روانہ کیا جنھوں نے اپنی چالاکی کی بنا پر اسیرم بن رزام کو خیبر کے قلعوں سے نکال لیا اور بعد میں اُس کی غداری کی بنا پہ اسے قتل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے بعد آپ ﷺ کی انتہائی کمزور اسلامی ریاست کو تین بڑے دشمنوں کا سامنا تھا جن میں اول تو اہل قریش تھے جو ہر سال دو سال بعد مدینے پہ چڑھائی کر دیتے دوم مدینہ اور خیبر کے یہودی تھے جنھیں منافقین کی حمایت بھی حاصل تھی اور وہ کافی طاقتور بھی تھے مسلمانوں کے خلاف صف آرا تیسری بڑی قوت اہل نجد کے وہ بدوی قبائل تھے جن کی عمومی حیثیت کرائے کے قاتلوں جیسی تھی اور وہ ایک بہت بڑی قوت تھے جو بنو غطفان کی سربراہی میں دور صحرائے عرب تک پھیلے ہوئے تھے۔ چھ ہجری کو جب نبی اکرم ﷺ عمرہ کے لیے تشریف لے گئے اور اہل قریش نے آپ

ﷺ کا راستہ روکا تب مسلمان تو چونکہ جنگ کی نیت سے مکہ کی طرف گئے ہی نہ تھے مگر قریش کو بھی ان کی کمزور حربی قوت نے جنگ سے گریز پہ مجبور کیا اور یوں اُن کو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک معاہدہ کرنا پڑا گیا جس کو صلح حدیبیہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور قرآن حکیم میں اس کو فتح مبین قرار دیا گیا ۔یہ بشارت چونکہ اللہ رب العزت کی طرف کتاب فرقان میں مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لیے اتاری گئی تھی اس لیے وہ حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی اور صلح حدیبیہ کے بعد دشمن ایک ایک کر کے مغلوب ہو گئے اور سارا عرب اسلام کی مسحور کن خوشبوؤں سے مہکنے لگا۔

صلح حدیبیہ کے بعد قریش کے باز و بندھ گئے تھے اور مسلمانوں کے دشمنوں کی تعداد تین سے کم ہو کر دو رہ گئی تھی ۔بنو غطفان بغیر کسی بڑے لالچ کے محض عقیدے کے اختلاف کی بنا پہ مسلمانوں سے الجھنے کے لیے تیار نہ تھے اس لیے جب بھی یہودیوں نے اُن کو مدینے پہ حملے کے لیے اکسانا چاہا انھوں نے اہل خیبر کے سامنے بھاری شرائط پیش کیں مگر اہل خیبر فی الحال اُن کی شرائط ماننے کو تیار نہ تھے۔تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس بات کا امکان بہت روشن تھا کہ بنو غطفان اور خیبر کے یہودی کسی بھی وقت کسی معاہدے تک پہنچ سکتے تھے اور مسلمانوں کی نوزائیدہ ریاست کے لیے انتہائی شدید خطرہ پیدا کر سکتے تھے۔

چنانچہ مورخین نے بتایا کہ بالآخر اہل خیبر اور بنو غطفان کے مابین خیبر کی نصف پیداوار دینے کے عوض معاہدہ ہو گیا اور اس سے قبل کے کہ وہ اس معاہدے پہ عمل درآمد کرتے اور متحد ہو کر مدینے پہ چڑھائی کر دیتے نبی اکرم ﷺ نے اُن کو یہ موقع نہ دیا اور مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے اور ایک رات جب یہودی اپنے کھیتوں میں کام کرنے کے لیے اپنے قلعوں سے باہر آئے تو مسلمانوں کے لشکر کو اپنے عین سامنے دیکھ کر ششدر رہ گئے اور یہ پکارتے ہوئے اپنے قلعوں کی طرف دوڑے کہ ہائے خیبر اجڑ گیا۔

✡ ✡ ✡

خیبر کی تاریخ کے بارے میں مورخین نے بیان کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کی اولاد جو طوفان سے بچ نکلی وہ نئی پناہ گاہوں کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی چنانچہ یثرب اور خیبر نامی دو بھائی عرب کے اس علاقے میں نکل آئے۔ایک نے شہر مدینہ بسایا تو دوسرا خیبر میں جا بسا۔



یہودیوں کی تاریخ میں ایک اور سیاہ دن کا اضافہ مقدر کر دیا گیا تھا کہ نبی اکرم ﷺ سولہ سو صحابیوں کے ہمراہ اُن کی کج روی درست کرنے کے لیے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے تھے۔ انھوں نے جس شدت سے اسلام سے انکار کیا تھا اور جس رعونت سے اسلام کی بیخ کنی پہ تلے بیٹھے تھے وہ کسی بھی اہل کتاب قوم کے لیے زیبا نہ تھا۔ اسلام کی ترویج و اشاعت کے ہر مرحلے میں اُن کے اندر یہ احساس زندہ رہا کہ نبوت و رسالت بنی اسرائیل سے بنو اسماعیل کو منتقل ہو گئی ہے اور اسی احساس نے اُن کے اندر ردعمل کے اُس سلسلے کو جنم دیا جس کے نتیجے میں وہ اسلام کے خلاف خم ٹھوک کر میدان عمل میں اتر آئے اور آخرت کے ساتھ ساتھ انھیں دنیا میں بھی ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑا کہ اللہ کے رسولوں کی تکذیب سے یہی نتیجہ نکلنے والا تھا۔ اگرچہ جنگ احزاب (غزوہ خندق) کا واقعہ اُن کے لیے عبرت کے بے پناہ سامان لیے ہوئے تھا مگر اُن کی قساوتِ قلبی نے اُن کے دل مردہ کر دیئے تھے اور مردہ دلوں سے خیر و حسنہ کے چشمے خشک ہو جاتے ہیں اور ناعاقبت اندیشی اُن کا شیوہ

ٹھیرتی ہے لہٰذا انھوں نے اسلام دشمنی کی روش کو جاری رکھا اور سات ہجری میں جنگ کی چنگاریاں سلگانے کے لیے بنو غطفان اور دیگر کئی بدوی عرب قبائل کو طرح طرح کے لالچ دے کے اکسایا اور مدینہ پہ حملہ کرنے کی منصوبہ بندی شروع کر دی۔ تاہم مدینہ کی اسلامی ریاست بھی اُن کی ہر حرکت سے آگاہ تھی اور اُن پہ کڑی نگاہ رکھی ہوئی تھی اس لیے مسلمانوں نے حسب سابق پہل کرنا مناسب جانا اور آنحضرت محمد ﷺ نے صحابہ کو جہاد پہ نکلنے کے لیے تیاری کا حکم دے دیا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ!

یہ مئی جون کے گرم ترین دن تھے جب مسلمان چپکے چپکے جہاد کی تیاریوں میں مشغول تھے اور منافقین کی نظروں سے بچ کر ہر ممکن تیاری کر رہے تھے دراصل اُن کے سالار اعظم ﷺ نے اُن کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ احتیاط سے تیاری کریں کیونکہ وہ دشمن کو اُس کی بے خبری میں جا دبوچنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ صحابہ عزم و جوش کے ساتھ جنگ کی آگ بھڑکانے کے لیے ضروری تیاریوں میں مگن تھے اور زادِراہ اکٹھا کر رہے تھے کیونکہ انھیں ایک کٹھن سفر درپیش تھا۔ اعلان جنگ کے بعد بہت سے وہ لوگ بھی جنگ پہ نکلنے کے لیے تیار ہو گئے جنھوں نے غزوہ حدیبیہ پر نکلنے سے گریز کیا تھا جس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ایک تو کچھ لوگوں کے دلوں پہ اہل قریش کا خوف تھا دوسرے اس مہم سے مال غنیمت ہاتھ آنے کی امید کم ہی تھی اس لیے لوگوں کی ایک تعداد جن کا ایمان کمزور تھا یا وہ منافقین کی باتوں میں آ گئے تھے اور اُن میں ایک بڑی تعداد اُن بدوی عربوں کی تھی جن کو اسلام قبول کیے ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی۔ غزوہ حدیبیہ کے بعد قرآن میں کئی ایسی آیات اتریں تھیں جن میں مسلمانوں کو وسیع مال غنیمت کی بشارت عطا کی گئی تھی۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

میرے ساتھ صرف وہی لوگ نکلیں جو حدیبیہ کے روز ہمارے ساتھ تھے اور جو لوگ مال غنیمت کے لالچ میں ہمارے ساتھ نکلیں گے مال غنیمت میں سے انھیں کچھ عطا نہ کیا جائے گا اور صلح

حدیبیہ میں جن آیات میں مسلمانوں کو مال میں کشادگی کی بشارت دی گئی تھی وہ یہ ہیں۔

" وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا O وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا O

القرآن الحکیم (سورۃ الفتح 48 ؛ آیات 19,20)

ترجمہ؛

''اللہ تم سے بکثرت اموال غنیمت کا وعدہ کرتا ہے جنھیں تم حاصل کرو گے فوری طور پہ تو یہ فتح اس نے تمھیں عطا کر دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تمھارے خلاف اٹھنے سے روک دیئے ہیں تا کہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی بن جائے اور اللہ سیدھے راستے کی طرف تمھیں ہدایت بخشے۔اس کے علاوہ دوسری اور **غنیمتوں** کا بھی وہ تم سے وعدہ کرتا ہے جن پہ تم ابھی قادر نہیں ہوئے اور اللہ نے اُن کو گھیر رکھا ہے کہ اللہ ہر بات پہ قادر ہے''۔

✡✡✡✡✡✡✡

چنانچہ نبی اکرم ﷺ محرم سات ہجری کو خیبر کی طرف روانہ ہوئے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ محرم کے بیس دن گزر چکے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے کوچ کیا۔ [19*]

نبی اکرم ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت نمیلہ بن عبداللہ لیثی کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ [20*]

اُمہات المومنین میں سے حضرت اُم سلمیٰؓ ہمراہ تھیں۔

لشکر اسلام خیبر کی طرف روانہ تھا اور ایک حدی خواں کی پرسوز آواز سے اونٹ مسرور ہو رہے تھے اُن کی گردنیں لمبی ہوچکیں تھیں اور اُن کے قدم دور پڑتے تھے۔

چاندنی رات کا سحر اور حدی خواں کے سوز نے ایک سماں باندھ دیا تھا نبی اکرم ﷺ نے لوگوں سے پوچھا؟

یہ کون ہے؟

لوگوں نے جواب دیا!

یارسول اللہ ﷺ یہ عامر بن اکوع ہیں۔

حضرت عامر بن اکوع رجز کے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا
وَ لَا تَصَدَّقْنَا و لَا صَلَّیْنَا

اللہ کی قسم ! اگر اللہ تعالیٰ کا کرم نہ ہوتا تو ہم ہدایت یافتہ نہ ہوتے، نہ صدقہ کرتے اور نہ ہی نمازیں پڑھتے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّا اِذَا قَوْمٌ بَغَوا عَلَیْنَا
وَ اِنْ اَرَدُوْا فِتْنَۃً أَبَیْنَا

جب کوئی قوم ہم پہ سرکش ہو اور ہم پر جنگ مسلط کردے تو ہم اس کی اطاعت کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَاَنْزِلَنْ سَكِيْنَةً عَلَيْنَا
وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اے اللہ! ہم پہ سکینہ نازل فرما۔ اور اگر ہمارا سامنا دشمنوں سے ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھنا۔ [21*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت عامر بن اکوع کے اِن عمدہ اشعار کو پسند کیا اور اُن کے لیے مغفرت کی دُعا کی۔

حضرت عمرؓ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

جب انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی یہ دُعا سنی تو جان گئے کہ حضرت عامر بن اکوع جلد ہی شہادت کی خلعت اوڑھ لیں گے کیونکہ صحابہ جانتے تھے کہ جنگ کے دوران جب نبی اکرم ﷺ کسی کے لیے مغفرت کی دُعا کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کو منصب شہادت پہ فائز کر دیتا ہے چنانچہ حضرت عمر نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ

آپ نے اُن کے لیے مغفرت کی دُعا فرمادی ہے آپ نے ہمیں اِن سے مزید مستفید کیوں نہ ہونے دیا۔

حضرت عامر بن اکوع کے چچا حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں:[22*]

پھر جلد ہی جنگ کا آغاز ہو گیا اور حضرت عامر بن اکوع غزوہ خیبر میں شہید ہو گئے۔ انھوں نے اپنی تلوار سے دشمن پہ ایک زوردار وار کیا مگر تلوار اچٹ کر خود انھیں ہی لگ گئی جس کی بنا پہ وہ

شہید ہو گئے۔ چونکہ وہ اپنی ہی تلوار کی زد میں آ گئے تھے اس لیے صحابہ نے اُن کے متعلق طرح طرح کی باتیں کرنا شروع کر دیں۔ انھوں نے کہا کہ عامر بن اکوع شہید نہیں ہوئے اور نہ وہ جنت میں جائیں گے۔ میں اُن کی باتوں سے بہت افسردہ تھا جو انھوں نے میرے بھتیجے کے بارے میں کیں تھیں چنانچہ میں اُن کی شکایت لے کر آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور اُن سے عرض کی!

یارسول اللہ ﷺ!

لوگ عامر بن اکوع کے بارے میں یوں اور یوں کہتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے دلاسا دیا پھر فرمایا؛

وہ تو اسلام کی خاطر بہت ہی جدو جہد کرنے والا جوان تھا چونکہ وہ اپنی ہی تلوار کے زخم سے شہید ہوا ہے اس لیے اُس کے لیے تو دو شہیدوں کا اجر ہے اور آپ ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں جوڑ رکھیں تھیں اور اُن سے اشارہ کر کے مجھے عامر بن اکوع کے دوہرے اجر کے بارے میں بتا رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ اپنے جانثاروں کے ساتھ خیبر کی طرف رواں تھے اور حدی خوانوں کے نغمے سفر کی صعوبت کو کم کرتے تھے۔

امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ جب جہاد کے لیے تشریف لے جایا کرتے تو حضرت براء ابن عازب حدی خوانی کیا کرتے جس سے اونٹ مست ہو جاتے اور سفر تیز رفتاری سے طے ہونے لگتا انھوں نے مزید لکھا ہے کہ خاص ازواج مطہرات اور دیگر اُن خواتین کے لیے جو اِن قافلوں کے ہمراہ ہوتیں الگ سے حدی خواں ہوا کرتا جو خواتین کو رجزیہ اشعار سناتا اور اُن کا خیال رکھتا۔

انھوں نے لکھا کہ براء ابن عازب مردوں کو اشعار سنایا کرتے اور حضرت **انجشہ** خواتین کے لیے حدی خوانی کیا کرتے تھے۔ [23*]

اس سے قبل بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ مسلمان جب دین اسلام کی حفاظت کے لیے اہل کفار سے جنگ کے لیے نکلا کرتے تھے تب اُن کے ہمراہ مختصر تعداد میں خواتین بھی ہوتیں تھیں جو جذبہ جہاد سے سرشار ہوتیں تھیں اور مسلمانوں کے زخموں کی مرہم پٹی کیا کرتیں اور اُن کو پانی پلایا کرتیں تھیں۔ چنانچہ غزوہ خیبر میں بھی سولہ سترہ خواتین مسلمانوں کے ہمراہ تھیں جو جذبہ جہاد سے سرشار تھیں ہم یہاں اُن خواتین کے نام درج کر رہے ہیں جو غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ساتھ تھیں۔

آنحضرت محمد ﷺ کے ساتھ اُن کی زوجہ حضرت اُم سلمٰی بھی اُن کے ساتھ تھیں، صفیہ دختر عبدالمطلب، سلمٰی نبی اکرم ﷺ کی خادمہ، اُم عمارہ نصیبہ بنت کعب، اُم منیع، اُم مطاوع الاسلمیہ، اُم سلمٰی بنت ملحان، اُم ضحاک بنت مسعود الحارثیہ، ہند بنت عمرو بن حرام، اُم العلاء الانصاریہ، اُم عامر الاشہیلیہ، اُم عطیہ الانصاریہ، اُم سلیط، امیہ بنت قیس الغفاریہ، کعیبہ بنت الاسلمیہ رضی اللہ عنہ

عاصم بن عدی کی زوجہ بھی مجاہدین اسلام کے ساتھ تھیں جن کے ہاں قیام خیبر کے دوران ہی ایک بیٹی نے جنم لیا۔

اُم عطیہ انصاری کی یہ روایت امام حلبی نے درج کی ہے:

کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خیبر کو نکلیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سر بلند کیا اور ایک ایک کر کے تمام قلعے سرنگوں ہو گئے اور مسلمان خیبر کے حاکم بن گئے جنگ کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔ مجھے آنحضرت ﷺ نے ایک قیمتی ہار عطا فرمایا۔

خدا کی قسم! تب سے وہ ہار میرے ہی پاس ہے اور میں نے اسے اپنے گلے سے کبھی جدا نہیں کیا اور میں نے اپنے ورثا کو وصیت کر رکھی ہے کہ جب میں مر جاؤں تو میرے گلے سے یہ ہار نہ اتارا جائے بلکہ اسے میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے اس لیے کہ یہ ہار نبی اکرم ﷺ نے خود

اپنے ہاتھ سے میرے گلے میں ڈالا تھا۔

چاندنی رات میں اللہ کی توحید کی سر بلندی کے لیے اللہ کے بزرگ و برتر بندوں کا یہ قافلہ اپنے سفر کو جاری رکھے ہوئے تھا۔تب نبی اکرم ﷺ نے ایک شتر سوار کو دیکھا جس کا اونٹ سب سے آگے جا رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے کہا؛

اس کو روکو!

اور صحابہ نے آگے بڑھ کر اُس صحابی کو روکا جن کا نام حضرت عبس بن جبرؓ تھا۔

نبی اکرم ﷺ اُن تک پہنچے اور نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبس بن جبرؓ سے پوچھا؟

تم سب سے الگ اور سب سے آگے کیوں چل رہے ہو؟

انھوں نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ !

میری اونٹنی بہت سرکش ہے اور قابو میں ہی نہیں آتی۔

اب نبی اکرم ﷺ حضرت عبس بن جبر کے ساتھ ساتھ ہی چل رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت عبس بن جبر سے سوال کیا؟

وہ چادر کیا ہوئی جو میں نے تمھیں کچھ روز قبل دی تھی؟

حضرت عبس بن جبر نے جواب دیا!

یارسول اللہ ﷺ !

وہ ایک قیمتی چادر تھی جسے میں نے اوڑھنا چاہا مگر پھر مجھے اس مہم کا علم ہوا تو میں نے اُسے فروخت کر دیا کیونکہ میرے پاس زادِراہ نہ تھا۔میں نے وہ چادر آٹھ درہم میں فروخت کی دو درہم اپنی بیوی کو دیئے کہ وہ میری غیر موجودی میں اپنی اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرے دو درہم میں نے زادِراہ کے طور پہ اپنے ساتھ رکھ لیے اور چار درہم سے یہ چادر خرید لی

جس کو میں اوڑھے ہوئے ہوں۔

نبی اکرم ﷺ اُس چادر کی تفصیلات سن کے مسکرا دیئے اور فرمایا!

اے عبس!

اگر تم کچھ دن اور جیئے تو تم دیکھو گے کہ تمھارے مال میں کشادگی آجائے گی تمھارے پاس زادِ راہ کی کوئی کمی نہ ہوگی تمھارے پاس کثیر مال و دولت ہوگی اور بہت سے غلام ہوں گے مگر یاد رکھو سیم و زر کی اس کثرت میں تمھارے لیے بھلائی کم ہی ہوگی۔

مدینے سے نکلنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلا پڑاؤ صہبا کے مقام پہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے استفار کیا؟

تمھارے پاس کچھ کھانے کے لیے ہے۔

صحابہ کے پاس کھانے پینے کی چیزوں کی کمی تھی اس لیے چند صحابہ کے پاس محض کچھ ستو تھے اور انھوں نے وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دستر خوان بچھایا اور یہ تھوڑے سے ستو اُس پہ ڈال دیئے پھر ہاتھ اٹھا کر اِن میں برکت کے لیے دُعا کی اور اس کے بعد ہم سب نے جو کہ سولہ سو تھے اسی دستر خوان سے کھایا اور سیر ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے عصر مغرب اور عشاء کی نمازیں اسی مقام پہ ادا کیں اور اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق سے فرمایا؛

حسیل بن خارجہ کو پیش کرو۔

حسیل بن خارجہ کے ذمے اس سفر میں اسلامی لشکر کی راہبری کا فریضہ تھا کہ وہ اِن علاقوں سے اچھی طرح واقف تھے۔

حضرت حسیل بن خارجہ حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

حسیل ہمیں ایسی جگہ لے چلو جہاں ہم اہل خیبر اور بنو غطفان کے بیچ میں حائل ہو جائیں۔اور

حسیل لشکر اسلام کو ایک ایسے مقام پہ لے گئے جہاں اسلامی لشکر اہل خیبر اور بنو غطفان کے مابین حائل ہو گیا اور اس مقام کا نام رجیع تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو پڑاؤ کا حکم دیا۔

تاہم حدود خیبر میں داخل ہونے سے قبل نبی اکرم ﷺ نے لشکر اسلام کو رُک جانے کا حکم دیا اور بارگاہ رب العزت میں یہ دُعا فرمائی۔

"اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَلْنَ،
وَرَبَّ الْأَرْضِيْنَ السَّبْعِ وَمَا أَقْلَلْنَ،
وَرَبَّ الشَّيَاطِيْنِ وَمَا أَضْلَلْنَ ،
وَرَبَّ الرِّحِ أَذْرَيْنَ ، فَاِنَّا نُسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ وَخَيْرِ أَهْلِهَا وَخَيْرِ مَا فِيْهَا ،
وَنَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ أَهْلِهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا ۔

ترجمہ؛

"اے اللہ! تو آسمانوں کا بھی پروردگار ہے اور وہ جن چیزوں پہ سایہ فگن ہیں اُن کا بھی تو ہی مالک ہے۔

اے رب! تو ہی اِن سات زمینوں کا رب ہے اور جو کچھ انھوں نے اپنے اوپر اٹھایا ہوا ہے اُن بھی تو ہی رب ہے۔

اے رب! تو ہی شیطانوں کا پروردگار ہے اور جن کو شیاطین نے بہکایا ہے اُن کا بھی تو ہی رب ہے۔

اے رب! تو ہی ہواؤں کا رب ہے اور جن کو وہ اٹھائے لیے جا رہی ہیں اُن کا بھی تو ہی رب ہے۔

اے ان سب کے رب! ہم تجھ سے اس بستی کی خیر مانگتے ہیں، اس کے مکینوں کی خیر مانگتے ہیں اس کے مال ومتاع کی خیر مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رب! ہم تجھ سے اس بستی کے شر سے پناہ مانگتے ہیں، اس بستی کے مکینوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں اور تجھ سے ہی اس کے مکینوں اور سامان کے شر سے پناہ مانگتے ہیں۔ [24*]

✡✡✡✡✡✡✡

نبی اکرم ﷺ رات کے وقت خیبر کی بستیوں میں پہنچے تھے اور نبی اکرم ﷺ رات کو دشمن پہ حملہ کرنا پسند نہ کرتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کو پڑاؤ کا حکم دیا اور صبح صادق طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ خیبر کے یہودیوں کو اگرچہ خبریں مل رہی تھیں کہ مسلمان اُن پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں مگر وہ اپنی حربی قوت سے اتنے مطمئن تھے اور اُن کا خیال تھا مسلمان اس کی کبھی جرأت نہ کریں گے۔ مگر اُن کی یہ رعونت اُن کو بہت بھاری پڑی اور اُس دن جب معمول کے مطابق انھوں نے اپنے کھیتی باڑی کے ہتھیار اٹھائے اور اپنے نخلستانوں کی جانب جانے کے لیے اپنے قلعوں اور گڑھیوں سے باہر نکلے تو انھیں اس منظر پہ یقین ہی نہ آیا جو اُن کے سامنے پھیلا تھا۔

وہ ششدر رہ گئے اور دور دور تک پھیلے مسلمانوں کے لشکر کو دیکھنے لگے پھر اُن لوگوں نے اپنے ہتھیار پھینکے اور اپنے قلعوں کی طرف بھاگ نکلے اور اندر داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ اُن کے اس طرح فرار سے پر مسلمان مسرور ہو گئے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، خَرِبَتْ خَیْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ خیبر اجڑ گیا۔ جب ہم کسی قوم کے میدان

میں خیمہ زن ہوتے ہیں تو جن کو ڈرایا جاتا ہے اُن کی صبح خوفناک ہو جاتی ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

یہودی مسلمانوں کے اس اچانک حملے سے گھبرا اٹھے تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی عورتوں بچوں اور اموال کو کتیبہ کے قلعوں میں منتقل کر دیا اور اپنے لڑنے والے لوگوں اور اسلحہ کو ناعم کے قلعے میں منتقل کرنا شروع کر دیا۔ مسلمان خیبر کے دروازوں کے سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے تب حضرت حباب بن المنذر نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ

آپ جس جگہ ٹھہرے ہیں وہ اللہ کے حکم سے ہے یا محض ایک جنگی چال؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں! یہ تو محض ایک جنگی چال ہے۔

تب حضرت حباب بن منذر نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ

اس جگہ پڑاؤ کرنے سے لشکر اسلام کو کئی خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے میں نطاۃ قلعے کے جنگجوؤں سے خوب واقف ہوں اُن کے تیر دور تک جاتے ہیں اور اُن کا نشانہ پختہ ہے اور اس وقت لشکر اسلام جہاں قیام پذیر ہے وہ اُن کے تیز اندازوں کی زد میں ہے۔ پھر وہ لوگ بلندی پر ہیں اس لیے اُن کے تیر دور تک آئیں گے اور مسلمان لشکر کو نقصان پہنچائیں گے۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی قوی اندیشہ ہے کہ لشکر اسلام کے بائیں جانب درختوں کے جو جھنڈ ہیں یہودی اُن کی آڑ لے کر مسلمانوں پہ شب خون ماریں گے اور یارسول اللہ ﷺ یہاں ہم پانی سے بھی قدرے فاصلے پر ہیں اس لیے میرا مشورہ یہ ہے کہ لشکر اسلام کو یہاں سے کوچ کا حکم دیا

جائے اور مناسب جگہ کی تلاش کی جائے۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت حباب بن المنذر کے مشورے کو قبول کیا اور اُن کے دلائل کی تعریف فرمائی ساتھ صحابہ کو حکم دیا کہ وہ محمد بن مسلمہ کو پیش کریں۔

حضرت محمد بن مسلمہ کے تشریف لانے پر نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

مسلمانوں کے لشکر کے لیے مناسب جگہ کی تلاش کرو۔

حضرت محمد بن مسلمہ تشریف لے گئے اور جب دو پہر ڈھلنے کے قریب تھی تب وہ تشریف لائے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا! یارسول اللہ ﷺ میں نے لشکر اسلام کے لیے مناسب جگہ تلاش کرلی ہے چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو کوچ کا حکم دیا اور مقام رجیع سے کوچ فرمایا اور مقام صخرہ پراتر آئے۔

صاحب عیون الاثر نے لکھا ہے کہ مقام صخرہ پہ پڑاؤ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا تھا کیونکہ اس مقام پہ پڑاؤ کرنے سے مسلمان لشکر یہودیوں اور بنوغطفان دونوں پہ بہ یک وقت نظر رکھ سکتا تھا۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

پھر جب تک نبی اکرم ﷺ نے خیبر میں قیام فرمایا یہیں مقیم رہے صحابہ نے یہاں ایک مسجد بنا دی تھی جہاں نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ نماز ادا کرتے رہے۔

جہاں تک بنوغطفان کا تعلق ہے تو اُن کے متعلق دو روائتیں ہیں۔

پہلی تو یہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ سے خیبر کے لیے کوچ کیا تو معاہدے کے مطابق بنوغطفان یہودیوں کی مدد کے لیے نکل کھڑے ہوئے مگر جب وہ اپنے مسکن سے ایک ہی منزل دور ہوئے ہوں گے کہ انھوں نے اپنے پیچھے شور سنا اور اُن کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اُن کی غیر موجودگی میں مسلمانوں نے اُن کی خواتین اور بچوں پہ حملہ کردیا ہے اس لیے وہ فوراً ہی واپس پلٹے اور اپنے ٹھکانے پہ پہنچے مگر وہاں کچھ بھی تھا یہ ایک خوف تھا جو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے اُن کے دلوں میں ڈال دیا گیا تھا۔دوسری روایت یہ ہے کہ جب بنو غطفان یہودیوں کی مدد کے ارادے سے نکلے تو اُن کی غیر موجودگی میں مسلمانوں کے ایک دستے نے جو تین سواروں پہ مشتمل تھا اُن کے ٹھکانوں پہ حملہ کر دیا جہاں اب صرف عورتیں اور بچے ہی تھے مسلمانوں نے اگرچہ عورتوں اور بچوں پہ حملہ تو نہیں کیا مگر وہ خوفزدہ ضرور ہو گئیں اور اُن کے شور کو سن کے ہی بنو غطفان کے جنگجو واپس پلٹے تھے اور اس کے بعد اُن کو پھر خیبر کی طرف نکلنے کی ہمت نہ ہوئی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو خیبر فتح کرا دیا۔

✡ ✡ ✡

جنگ کا آغاز

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ خیبر کے دروازوں پہ تشریف فرما تھے جنگ کا باقاعدہ آغاز نطاۃ کے قلعے ناعم سے ہوا۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے لشکر کو ترتیب دیا اور اُن کو جھنڈے عطا فرمائے۔[*25]

حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت حباب بن المنذر اور حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہم کو علم عطا فرمائے گئے۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا شعار "**یا منصور امت**" تھا۔

پہلے دن جب جنگ کا آغاز ہوا تو نبی اکرم ﷺ نے آغاز جنگ سے قبل اللہ رب العزت سے یہ دُعا فرمائی اور صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

" لَا تَتَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَإِنَّكُمْ لَا تَدْرُوْنَ مَا تُبْتَلُوْنَ بِهٖ مِنْهُمْ فَإِذَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَقُوْلُوا اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبُّنَا وَ رَبُّهُمْ نَوَاصِيْنَا وَنَوَاصِيْهِمْ بِيَدِكَ اِنَّمَا تَقْتُلُهُمْ اَنْتَ ثُمَّ أَلْزِمُوا الْأَرْضَ جُلُوْسًا فَإِذَا غَشُوْكُمْ فَانْهَضُوْا وَكَبِّرُوْا

ترجمہ؛

"دشمن سے مقابلہ کی تمنا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے رہو۔

کیونکہ تم نہیں جانتے کہ دشمن کے مقابلے میں تمھیں کس طرح آزمایا جائے گا لیکن جب دشمن سے مقابلے کے بغیر کوئی چارہ کار نہ رہے اور آمنا سامنا ہو جائے تو یہ دُعا مانگو۔اے اللہ ہمارا بھی تو ہی رب ہے اور اُن کا بھی تو ہی رب ہے ہماری پیشانیاں بھی تیرے ہاتھ میں ہیں اور اُن کی پیشانیاں بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تو ہی اُن کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے''۔

✡✡✡✡✡✡✡

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

یہ دُعا مانگنے کے بعد زمین پر جم کر بیٹھ جاؤ اور دشمن پہ نظریں جمائے رکھو جب وہ تمھارے قریب آئے اور تم پہ حملہ کرنا چاہے تو نعرہ تکبیر لگا کر کھڑے ہو جاؤ اور دشمن پہ حملہ آور ہو جاؤ۔

امام حلبی نے بیان کیا ہے کہ!

جنگ کے ابتدائی ایام میں نبی اکرم ﷺ خود اس جنگ میں شریک رہے آپ ﷺ الظرب نامی گھوڑے پہ سوار تھے اور آپ ﷺ نے دوہری زرہ پہن رکھی تھی۔تاہم جنگ کے تیسرے یا چوتھے روز نبی اکرم ﷺ سر میں شدید درد کی وجہ سے اپنے مستقر میں واپس تشریف لے آئے تھے جو مقام صخرہ میں تھا۔مورخین نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ کبھی کبھار نبی اکرم ﷺ کو درد شقیقہ یعنی آدھے سر کا درد ہو جایا کرتا تھا۔دوسری طرف ناعم قلعہ کا محاصرہ جاری تھا اور یہودی قلعہ بند ہو جانے کی بجائے قلعہ سے باہر آ کر مسلمانوں کا سامنا کر رہے تھے۔

یہ جنگ کئی روز سے جاری تھی۔

اس دوران حضرت ابو بکر صدیق،حضرت عمر مسلمانوں کی راہبری کرتے رہے دونوں اطراف سے خون بہہ رہا تھا مگر آٹھ روز گزرے جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا۔مسلمان اب تک بہت سے یہودیوں کو قتل کر چکے تھے اور کئی مسلمان یہودیوں کے تیروں سے زخمی ہوئے تھے۔مسلمان

جب قلعہ کی فصیل کے قریب جاتے تو یہودی اُن پہ بے پناہ تیر اندازی کرتے جس سے مسلمانوں کو پسپا ہونا پڑتا۔تاہم مسلمان جانتے تھے کہ اگر انھوں نے خیبر کو فتح کرنا ہے تو قلعہ ناعم کو فتح کرنا انتہائی ضروری ہے اس لیے کہ یہ قلعہ فتح ہو جانے کے بعد نطاۃ کے باقی قلعے آسانی سے فتح ہو جاتے کیونکہ یہودی اپنی بھرپور طاقت کے ساتھ قلعہ ناعم کا دفاع کر رہے تھے نطاۃ کے علاقے میں جو قلعے تھے اُن کے اندر چالیس ہزار کھجور کے نخلستان تھے جو یہودیوں کی امارت کا باعث تھے۔یہودیوں کے بہت بڑے جنگجو مرحب اور اُس کے بھائی اسی قلعے میں رہتے تھے۔اور یہودی مرحب کو ہزار سواروں کے برابر جانتے تھے۔

یہ شاید قلعہ ناعم کے محاصرے کا پانچواں روز تھا جب شدید لڑائی کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ کے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ شدید تھکاوٹ کے بعد قلعہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھے تو اوپر سے ابو کنانہ بن الربیع نے چکی کا پاٹ اُن پہ گرا دیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ اپنے بھائی حضرت محمود بن مسلمہ کی شہادت سے بہت اداس تھے تب نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دلاسا دیا اور فرمایا؛

عنقریب اللہ تعالیٰ تم کو اُن پہ غلبہ عطا فرمائیں گے۔

جنگ کے انھی ایام میں یہودیوں کے ایک سیاہ فام شخص نے اسلام قبول کیا۔

امام برہان الدین حلبی نے اُن کا نام اسود راعیؓ لکھا ہے۔

وہ اہل یہود کی بکریاں چرایا کرتا تھا کہ ایک دن وہ اپنا ریوڑ لے کر نکلا تو للہ تعالیٰ نے اُس کے دل کو بدل دیا اور وہ آنحضرت محمد ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔

اُس نے اپنے لوگوں سے سُن رکھا تھا کہ وہ ایک ایسے شخص سے لڑنے جا رہے ہیں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔چنانچہ اُس سیاہ فام یہودی غلام حضرت اسود راعیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا؟

میں نے سنا ہے کہ آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپؐ پہ کتاب اتاری جا رہی

ہے۔نبی اکرم ﷺ نے اُس کو اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا اور اُس کو ابدی کامیابی اور اُن انعاموں کی طرف بلایا جو اسلام قبول کرنے کی صورت میں اُس کا مقدر بننے والے تھے۔

یہودی سیاہ چرواہا یہ سب سن کر رونے لگا اور کہا؛

اے اللہ کے رسول ! میں ایک ایسا شخص ہوں جسے زندگی سے کوئی حصہ نہیں ملا میں نہایت بدصورت اور بدبودار شخص ہوں میں مال وزر اور عزت سے دور ایک ایسا شخص ہوں جس کو معاشرے میں ذرا بھی وقار حاصل نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے فرمایا؛

اسلام قبول کر لے تجھے دنیا میں بھی عزت حاصل ہو جائے گی اور آخرت میں تیرا شمار عزت دار لوگوں میں ہوگا۔

اُس شخص نے اسلام قبول کرلیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ

میں اب واپس یہودیوں کے پاس نہیں جانا چاہتا اس لیے مجھے بتائیے کہ میں اِن بکریوں کا کیا کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اِن کا منہ قلعہ کی طرف کرو اور انھیں ہانک دو بکریاں اُن کے مالکوں تک پہنچ جائیں گی۔اُس شخص نے ایسا ہی کیا اور اُس کی بکریاں یہودیوں کے قلعے میں داخل ہو گئیں۔اس کے بعد وہ شخص مسلمانوں کے اُس لشکر میں شامل ہو گیا جو قلعہ ناعم کی فصیل کے باہر یہودیوں سے نبرد آزما تھا۔جلد ہی اُسے شہادت کی خلعت عطا کردی گئی کہ قلعے کی فصیل سے آتا ہوا ایک تیر اُس کے سینے میں گھس گیا تھا۔صحابہ اُسے نہ پہنچانتے تھے اس کے باوجود وہ اسے اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آئے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا ہم اس شخص کو نہیں جانتے مگر یہ

مسلمانوں کی طرف سے لڑ رہا تھا اس لیے ہم اسے اٹھا لائے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو اُس کے اسلام لانے کا پورا واقعہ بیان کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس کی خاک آلود نعش کو دیکھا اور اس نعش کو ہی پکارتے ہوئے فرمایا! اے حبشی غلام! کیا تو نے اللہ کے رسول کے وعدے کو سچا پایا ہے بخدا اُس نے تیرے بدصورت چہرے کو حسین چہرے سے بدل دیا ہے اور تیرے بدن سے اٹھتی بدبو کو خوشبو سے بدل دیا ہے اور تیرے مال کو بے تحاشا بڑھا دیا ہے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنا رخ صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا؛

میں نے دیکھا کہ!

دو حوریں اس کے چہرے پہ لگی راکھ کو صاف کر رہیں تھیں اور کہہ رہی تھیں اے اللہ اُن ہاتھوں کو خاک آلود کر دے جنھوں نے تیرے اس نیک بندے کے چہرے کو خاک آلود کیا ہے۔

آٹھ دن جنگ ہوتی رہی مگر اس کا کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

کل میں اُس شخص کو پرچم عطا کروں گا جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس قلعے پہ فتح عطا فرمائے گا کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والا ہو گا اور اللہ کا رسول اور اللہ بھی اُس سے محبت کرتے ہیں اور وہ کبھی فرار ہونے والوں میں شامل نہیں رہا۔ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک سنا اور بے چین ہو اٹھے اس لیے کہ اُن میں سے ہر ایک کی خواہش یہی تھی کہ یہ عزت و تکریم اُسی کے حصے میں آئے۔

حضرت عمر فاروق اس واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ!

بخدا! اُس رات کے سوا مجھے کبھی اس بات کی خواہش نہیں رہی کہ مجھے مسلمانوں کا سربراہ بنایا جائے''۔

پھر صبح ہوئی اور مسلمانوں کی بے چینی عروج پہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے دریافت کیا؟

علی ابن طالب کہاں ہیں؟

لوگوں نے بیان کیا کہ اُن کی آنکھیں خراب ہیں اس لیے وہ اپنے خیمے میں آرام کر رہے ہیں ۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو حکم دیا کہ جاؤ اور علی کو میرے پاس لے کر آؤ۔

حضرت محمد بن مسلمہ فرماتے ہیں جب میں حضرت علی کو لے کر آنحضرت محمد ﷺ کے پاس پہنچا تو حضرت علی کی آنکھیں اتنی سوجی ہوئی تھیں کہ انھیں کچھ بھی نظر نہ آتا تھا اور میں اُن کا بازو پکڑے انھیں راستہ بتا رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے چچازاد کا ہاتھ پکڑ لیا اور دریافت کیا؟

علی تمھیں کیا ہوا ہے؟

حضرت علی نے آنخضرت محمد ﷺ کو بتایا کہ اُن کو آشوب چشم ہے جس کی وجہ سے اُن کی آنکھیں سوجی ہوئی ہیں اور اُن سے بے پناہ پانی بہتا ہے۔نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی کا سر اپنی گود میں رکھا اور اُن کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا کچھ لمحے ہی گزرے ہوں گے کہ حضرت علی کو اس بیماری سے نجات مل گئی جس میں وہ کئی روز سے مبتلا تھے اور وہ خیبر میں بھی لشکر اسلام کے بعد پہنچے تھے جس کی وجہ اُن کی یہی بیماری تھی۔اس کے بعد آنخضرت محمد ﷺ نے ایک بڑا سا جھنڈا حضرت علی کے حوالے کیا اور اُن کو مسلمانوں پہ امیر مقرر کر دیا۔

حضرت علی نے علم سنبھالا اور آنخضرت محمد ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ میں اُن سے کس بات پہ لڑائی کروں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

تو جا اور پہلے اُن کو اسلام لانے کی دعوت دے بخدا اگر تیری دعوت پہ اُن میں سے ایک شخص بھی اسلام لے آئے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تجھے سرخ اونٹ ملیں اور وہ دن قلعہ ناعم کی جنگ کا فیصلہ کن دن ثابت ہوا ۔اُس دن مسلمان جب یہودیوں کے اس قلعے کے سامنے پہنچے

تو حضرت علی سب سے آگے تھے کہ پرچم اُن کے پاس تھا وہ قلعہ ناعم کی فصیل کے پاس پہنچے اور اپنے جھنڈے کو یہودیوں کے دروازے کے سامنے گاڑ دیا۔

یہودیوں کی ایک ٹولی قلعے سے نکلی اور اُن کا سربراہ حارث نامی یہودی تھا جس کے متعلق مورخین نے لکھا ہے کہ وہ مرحب کا بھائی تھا اُس نے مسلمانوں سے مبازر طلب کیا تو حضرت علی نے اُس سے کہا!

میری طرف آ میں تجھے نظر نہیں آیا۔

چنانچہ حارث اور حضرت علی کے درمیان مقابلہ ہوا مگر ایک مختصر جھڑپ کے بعد ہی حضرت علی نے اسے قتل کر دیا اور حارث کے قتل ہوتے ہی اس کے ساتھ آئے ہوئے جنگ آزما واپس قلعے کی طرف بھاگ گئے۔ اس کے بعد یہودیوں کا ایک طویل القامت شخص قلعے سے باہر آیا اور آتے ہی حضرت علی پہ حملہ آور ہوا حضرت علی نے اُس کا وار اپنی ڈھال پہ لیا اور اپنی تلوار اُس کی پنڈلی پہ ماری سے جس سے وہ لنگڑا گیا اور نیچے گر گیا اگلے ہی لمحے حضرت علی نے اُس کا سر بھی کاٹ دیا۔ اس کے معماً بعد ایک اور جنگ آزما یہودی قلعے سے باہر آیا جس کا نام یاسر تھا بعض مورخین نے لکھا کہ حقیقت میں یہ مرحب کا بھائی تھا۔ یاسر نے مبازر کو پکارا اور اُس میں رعونت بہت تھی کہ وہ ایک طاقتور سانڈھ کی طرح تھا مورخین نے لکھا ہے کہ مرحب کی طرح وہ بھی پہلوان تھا اور بہت طاقتور تھا۔

اُس نے مسلمانوں سے مبازرت کے لیے کسی کو پکارا تو حضرت علی آگے بڑھے مگر حضرت زبیر بن عوام اُن سے بھی زیادہ تیزی سے نکلے اور اُن سے کہا!

اے علی! اسے میرے لیے چھوڑ دو!

حضرت علی رُک گئے اور حضرت زبیر بن عوام یاسر کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ آنحضرت محمد ﷺ اس معرکے کا جائزہ لے رہے تھے اُن کے ساتھ آپ ﷺ کی پھوپھی حضرت زبیر کی والدہ حضرت صفیہ بھی کھڑی تھیں حضرت صفیہ اس معرکے سے کچھ گھبرائیں اور نبی اکرم ﷺ

سے کہا!

یارسول اللہ ﷺ

یہ یہودی کہیں میرے زبیر کو شہید نہ کردے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا!

نہیں! صفیہ بلکہ زبیر اُس کو قتل کرے گا۔

اُدھر زیادہ مقابلے کی نوبت ہی نہ آئی یاسر حضرت زبیر کے دو وار بھی نہ سہہ سکا اور قتل ہو گیا ۔قلعہ ناعم کے یہودی اپنے نامور سالاروں سے محروم ہو رہے تھے اس لیے اُن کے جوش و خروش میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔امام مسلم نے حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہوئے مرحب کے قتل کی روداد کچھ یوں بیان کی ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع فرماتے ہیں:

کہ پھر مرحب نکلا جس کو یہودی اپنا فخر جانتے تھے وہ ایک نہایت ہی طاقتور پہلوان تھا اور ساتھ ہی بہت بہادر اور ماہر جنگجو تھا اس لیے یہودی اُس پہ بجا طور پہ فخر کرتے تھے۔مرحب اِک شان کے ساتھ قلعے سے باہر آیا اور اُس کے ساتھ بہت سے دوسرے جنگجو بھی تھے۔

مرحب آگے بڑھا اور رجز کے یہ اشعار کہے۔

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّى مَرْحَبُ
شَاكِى السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ
إِذَا اللُّيُوثُ أَقْبَلَتْ تَلَهَّبُ

سارا خیبر مجھے جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں ہتھیاروں سے مسلح اور بہادر ہوں میں کہنہ مشق جنگجو ہوں جب شیر مجھ پہ حملہ کرتے ہیں تو میں جوش میں بھڑک اٹھتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

مسلمانوں میں سے حضرت عامر بن اکوع مرحب کے مقابلے کے لیے نکلے اور رجز کے یہ اشعار پڑھے!

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ أَنِّي عَامِرْ
شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُغَامِرْ

خیبر جانتا ہے کہ میرا نام عامر ہے میں مسلح ہوں بہادر ہوں اور خطروں میں کود جانے کا فن جانتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

چنانچہ حضرت عامر بن اکوع اور مرحب آمنے سامنے ہوئے اور مقابلہ شروع ہو گیا۔
دونوں نے ایک دوسرے پہ خوب وار کیے اور دادِ شجاعت دی۔
مرحب کا ایک شدید وار حضرت عامر نے اپنی ڈھال پہ روکا اور اپنی تلوار سے مرحب پہ وار کیا حضرت عامر کے پاس جو تلوار تھی اُس کی لمبائی کم تھی یعنی وہ ایک چھوٹی تلوار تھی اس لیے جب حضرت عامر بن اکوع نے مرحب پہ وار کیا تو مرحب طرح دے گیا اور تلوار اپنے ہی روز پہ لہراتی ہوئی خود حضرت عامر بن اکوع کے گھٹنے پہ لگی اور اسے کاٹ دیا جس سے اُن کا خون تیزی سے بہنے لگا اور تھوڑی دیر بعد وہ شہید ہو گئے۔لوگ انھیں اٹھا کر پیچھے لے آئے اور انھوں نے اپنے پیاروں کے ہاتھوں میں جان دی۔
مرحب اس دوران پیچھے اپنے لشکر کے پاس واپس چلا گیا تھا مگر تھوڑی دیر بعد وہ کسی شیر کی طرح دھاڑتا ہوا واپس آیا اور مسلمانوں سے مبازر طلب کیا۔
اب حضرت علی اُس کی طرف بڑھے اور رجز کے یہ اشعار کہے۔

أَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرًا
کَلَیْثِ غَابَاتٍ کَرِیْہِ الْمَنْظَرِ
أُوْفِیْھِمْ بِالصَّاعِ کَیْلَ السَّنْدَرَہْ

میں وہ ہوں جس کا نام اُس کی ماں نے حیدر رکھا ہے میں جنگل کے شیروں کی طرح نڈر اور خوفناک ہوں، میں اُن کو ایک صاع کے بدلے بہت بڑے پیالے سے ماپ کردوں گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت علی آگے بڑھے اور مرحب کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔

مرحب نے حضرت علی پہ وار کیا حضرت علی طرح دے گئے مگر حضرت علی کا وار مرحب نہ روک سکا اور حضرت علی کی تلوار اُس کے سر کے خود کو کاٹتی ہوئی اور اُس کی گردن تک جا پہنچی۔حضرت علی نے اُس دشمن اسلام کا سرتن سے جدا کیا اور بارگاہ رسالت میں پیش کر دیا۔اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوگئی مسلمانوں نے بہت سے یہودیوں کو قتل کیا اور اُن کے زخمیوں سے میدان جنگ اٹ گیا تھا ستر سے زیادہ یہودی قتل ہوئے تھے مسلمان شہدا کی تعداد نہایت ہی کم تھی اس لیے کہ مرحب یاسر اور حارث جیسے سرداروں کو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کرانے کے بعد یہودی اب بے دلی سے لڑ رہے تھے جلد ہی انھوں نے قلعے کی طرف پسپا ہونا شروع کر دیا مگر آج مسلمان انھیں قلعے میں محفوظ ہوتا نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے مسلمانوں نے اُن کو دروازے کی طرف دبایا اور ساتھ ہی خود بھی قلعہ ناعم میں داخل ہو گئے۔قلعے کے اندر داخلے کے بعد مسلمانوں کو خاطر خواہ مدافعت کے آثار نظر نہ آئے اس لیے کہ یہودی اس قلعے کے پچھلے دروازوں سے صعب نامی قلعے کی طرف فرار ہو رہے تھے۔جلد ہی مسلمانوں کو قلعے پہ مکمل

قبضہ حاصل ہوگیا اور ایک بڑی جنگ کے بعد نطاۃ حصار کا یہ اہم قلعہ ناعم مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا تھا خیبر میں یہ مسلمانوں کی پہلی فتح تھی مگر یہ فتح اس حوالے سے نہایت اہم تھی کہ اس سے مسلمانوں کو یہودیوں کی حقیقی قوت کا اندازہ ہوگیا تھا۔

یہودی اگرچہ بہادری سے لڑے تھے مگر ذلت اب اُن کا مقدر بن چکی تھی اور اللہ کا فیصلہ آخر پورا ہو کے رہنا تھا اس لیے ناعم کی فتح کے بعد مسلمانوں نے بہت کم وقت ضائع کیا اور قلعہ صعب کا محاصرہ کرلیا جہاں اب بہت سے یہودی جنگجوا کھٹے ہو چکے تھے اور نئے جوش وخروش کے ساتھ مسلمانوں کے مقابل اترنے کی تیاری کررہے تھے۔

✡ ✡ ✡

صعب کا محاصرہ

قلعہ ناعم کی فتح کے بعد مسلمانوں نے قلعہ صعب کا محاصرہ کیا جہاں یہودیوں نے بے پناہ ہتھیار ذخیرہ کیے ہوئے تھے اور اس کے ساتھ ہی اس قلعے میں انھوں نے بہت سا سامان خورو نوش بھی چھپا رکھا تھا۔ اس قلعے کا سردار ایک معروف یہودی سردار صعب بن معاذ تھا۔ یہودی اس قلعے کی اہمیت سے خوب آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ مسلمانوں کو شق اور کتیبہ کے قلعوں تک پہنچنے کے لیے سب سے پہلے قلعہ صعب فتح کرنا ہوگا۔ اس لیے یہودی متحدہ طور پہ اس قلعے کا دفاع کر رہے تھے وہ اس لیے بھی اس قلعے کی حفاظت کرنا چاہتے تھے کہ اُن کے بہت سے نخلستان اسی علاقے میں تھے اور اگر مسلمان قلعہ صعب پہ قابض ہو جاتے تو اُن کی کھجوروں کے یہ تمام نخلستان مسلمانوں کے ہاتھ میں چلے جاتے۔ مسلمانوں کو اس قلعہ کا محاصرہ کیے دو روز ہوئے تھے اور سوائے اِکا دوکا جھڑپوں کے جنگ کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تھا۔ ناعم کی طرح صعب والے کھل کر قلعے سے باہر نہ آتے تھے اور نہ ہی زیادہ دیر مسلمانوں سے جنگ کرتے تھے بلکہ شاید وہ اس جنگ کو لمبا کرنا چاہتے تھے اس لیے کہ اُن کے قلعے میں سامان وخرونوش اور ہتھیاروں کی کوئی کمی نہ تھی۔ جبکہ دوسری طرف صورت حال الٹ تھی اور مسلمانوں کے پاس سامان خورونوش کی انتہائی کمی تھی۔

امام برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ!

بنی اسلم کے کچھ لوگ آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ

ﷺ ہمارے پاس کھانے کو کچھ بھی نہیں اس لیے لوگوں نے ہمیں آپؐ کے پاس اپنے نمائندہ کے طور پہ بھیجا ہے اور وہ حضرت اسماء ابن حارثہ اور اُن کی بیوی تھیں۔

لوگوں نے انھیں ملامت کی اور کہا؛

تم عرب ہو کر بھوک کی شکایت کرتے ہو حالانکہ عرب مر جاتا ہے مگر بھوک کی شکایت کسی سے نہیں کرتا۔

حضرت اسماء کی بیوی لوگوں کی یہ بات سن کے مسکرا دیں اور اُن سے کہا؛

بخدا! یہ بھوک کی شکایت نہیں ہے بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اللہ رب العزت سے ہمارے لیے دُعا فرمائیں اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے اٹھے ہاتھ واپس نہیں لوٹائے جاتے اس لیے تم کہہ سکتے ہو کہ ہم تو رسول اللہ ﷺ کی رحمت اور محبت سمیٹنے آئے ہیں اپنی بھوک کی شکایت کرنے نہیں۔ دوسری طرف خود آنحضرت محمد ﷺ بہت نرم دل تھے اور لوگوں کی پریشانی پہ خود بھی پریشان ہو جاتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے فوراً اپنے ہاتھ دُعا کے لیے اٹھا لیے اور بارگاہ رب العزت میں درخواست کی۔

”اے میرے اللہ! تجھے اپنے بندوں کے حال کا پتا ہے اور تو جانتا ہے کہ اُن کے پاس قوت و استعداد نہیں ہے اور اس وقت میرے پاس بھی کچھ نہیں ہے جو میں اِن کو دوں۔ اے اللہ مسلمانوں کو یہودیوں کے ایسے قلعے پہ فتح حاصل فرما جس میں وافر سامانِ خورونوش موجود ہو“۔

✡✡✡✡✡✡✡

صحابہ نے بیان کیا ہے کہ پھر اُسی دن شام سے پہلے قلعہ صعب فتح ہو گیا اور مسلمانوں کو بے پناہ مال غنیمت حاصل ہوا جس میں کھانے پینے کی بے شمار اشیاء شامل تھیں۔ بنی اسلم کے لوگوں کی

اس شکایت پر کہ وہ بھوک سے بے حال ہو رہے ہیں نبی اکرم ﷺ نے پہلے اللہ سے دُعا کی اس کے بعد مسلمانوں کا جھنڈا حضرت حباب ابن منذر کو عطا فرمایا جو اسے لے کر روانہ ہوئے اور مسلمانوں کو جنگ پر برانگیختہ کیا۔

وہ یہودیوں کے سامنے پہنچے اور انھیں للکارا؛

یہودی قلعے سے باہر نکلے اور جنگ شروع ہوگئی نبی اکرم ﷺ خود اس معرکے میں شریک تھے۔

پہلے قلعہ صعب سے اُن کے بہادر جنگجو نکلے اور مسلمانوں کو للکارا؛

سب سے پہلے یوشع نامی ایک شخص باہر نکلا اور مسلمانوں کی طرف سے مبازر کو پکارا۔

حضرت حباب بن منذر آگے بڑھے اور اُس کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد ذیال نامی یہودی قلعے سے نیچے اترا اور مسلمانوں کو مبازرت کے لیے پکارا تو حضرت عمارہ بن عقبہ غفاری نکلے۔

وہ انصار کے ایک نوجوان تھے انھوں نے اُس یہودی کو پکارا اور بجلی کی طرح اُس کی طرف لپکے اور کہا؛

میں ایک غفاری نوجوان ہوں لے میرا وار سنبھال!

مگر یہودی اُن کے شدید وار کی تاب نہ لا سکا اور حضرت عمارہ نے ذیال کو قتل کر کے اس ہتھیار اتار لیے۔

اس کے بعد یہودیوں کا ایک ہجوم قلعے سے اترا اصحابہ نے روایت کی ہے کہ وہ پانچ سو سے زیادہ ہی تھے۔

اب گھمسان کا رن پڑا اور یہودیوں نے مسلمانوں پہ ایک شدید حملہ کیا مسلمانوں نے خوب مقابلہ کیا مگر پھر وہ پسپا ہونے لگے کیونکہ یہودی نہ صرف میدان جنگ میں اُن سے لڑ رہے تھے بلکہ اُن کی فصیل سے بے پنا تیراندازی اور پتھراؤ بھی جاری تھا۔

اس لیے مسلمان وقتی طور پہ پیچھے ہٹ آئے تاہم جب نبی اکرم ﷺ نے گھوڑے سے اتر کر انصار و مہاجرین کو پکارا تو وہ فوراً ہی اس طرح اکٹھا ہو گئے جس طرح روشن شمع کے گرد پروانے آناً فاناً اکٹھا ہو جاتے ہیں۔

حضرت حباب بن منذر اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے سامنے ڈٹے ہوئے تھے اور پسپا ہونے ہونے سے انکاری تھے جلد ہی مسلمان اُن کی مدد کو پہنچے اور انھوں نے دشمن کو دور تک پیچھے ہٹا دیا۔

تھوڑی دیر بعد جب یہودیوں نے واپس قلعے کی طرف جانا چاہا تو مسلمانوں نے اُن کا راستہ روک لیا گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی اور ابھی سورج ڈوبنے میں کافی وقت باقی تھا جب مسلمانوں نے قلعہ صعب پہ قبضہ کر لیا۔

اس جنگ میں تین صحابہ شہید ہوئے اور بہت سے یہودی قتل ہوئے مورخین نے اُن کی تعداد نہیں لکھی تاہم اغلب یہی ہے کہ اُن کے بہت سے لوگ قتل ہوئے اور اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔

خاص طور پہ اس قلعے سے کھانے پینے کی اشیاء کے بہت سے ذخائر مسلمانوں کے ہاتھ لگے جن کی اِن کے ہاں شدید کمی پائی جاتی تھی۔

اسی جنگ کے دوران ایک دن نبی اکرم ﷺ نے دیکھا کہ یہودیوں کا ایک چرواہا اپنی بکریاں سمیٹے قلعے کی طرف جا رہا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کون ہے جو اِن میں سے اللہ کے سپاہیوں کے لیے دو بکریاں اٹھا لائے۔

حضرت کعب بن عمر اٹھے اور فرمایا؛

یہ کام میں کروں گا۔

وہ دبے پاؤں اُس ریوڑ کی طرف لپکے جس کا اگلا حصہ قلعے کے دروازوں سے اندر داخل ہو رہا تھا انھوں نے دو بکریاں اپنی بغل میں دبائیں اور اس طرح دوڑے جیسے انھوں نے کوئی بھی

بوجھ نہ اٹھا رکھا ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے حکم سے انھیں ذبح کیا گیا اور اس کا گوشت پکایا گیا جسے سب مجاہدین نے کھایا۔

بعد میں جب وہ یہ واقعہ سنایا کرتے تو صحابہ اُن سے پوچھتے تم اُس وقت کتنے لوگ تھے تو حضرت کعب بن عمرو مسکرا کر جواب دیتے۔

ہم بہت تھے مگر اس کے باوجود اُن دو بکریوں کا گوشت ہم کو کافی ہو گیا تھا۔

امام حلبی نے تحریر کیا ہے کہ!

صعب کے قلعے میں گیہوں، کھجور، گھی، زیتون کا تیل، چربی اور بہت سے مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے جس سے اُن کی فوری ضرورت پوری ہو گئی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے:

"کہ جب تک بنی قمہ کی حویلی فتح نہیں ہوئی تھی رسول اللہ ﷺ نے نہ گیہوں کی روٹی سے پیٹ بھرا اور نہ ہی کھجور سے"

قلعہ صعب سے مسلمانوں کے ہاتھ بہت سے جنگی ہتھیار بھی لگے اس لیے کہ جب مسلمانوں نے قلعہ پہ قبضہ کر لیا اور یہودیوں کے اموال پہ قبضہ جما لیا تو ایک چرواہے نے جان بخشی کے عوض مسلمانوں کو بتایا کہ اس قلعے میں ایک تہہ خانہ ہے جس کا راستہ میں جانتا ہوں اور جہاں یہودیوں نے اپنے ہتھیار چھپا رکھے ہیں۔

مسلمان اُس چرواہے کی راہنمائی میں قلعے کے تہہ خانے میں داخل ہوئے جہاں انھوں دیکھا کہ ایک بہت بڑے کمرے میں تلواریں زرہیں تیر کمانیں اور دیگر جنگی سامان موجود تھا جس پہ مسلمانوں نے قبضہ لیا اسی جنگ میں پہلی بار مسلمانوں کے ہاتھ منجنیق اور دبابے بھی لگے۔

اسی قلعہ سے مسلمانوں کو یمنی کپڑے کی بیس گھانٹھیں بھی ملیں اور شراب کے بہت سے مٹکے تھے جنھیں صحابہ نے توڑ دیا تھا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ!

اُس روز یہودیوں کی بہت سی شراب مسلمانوں کے ہاتھ لگی ایک صحابی جن کا نام حضرت عبداللہ الحمار نے اُس یہودیوں کے اس ذخیرے سے شراب پی لی نبی اکرم ﷺ نے جوتوں سے اس کی مرمت کی اور صحابہ کو بھی حکم دیا کہ وہ اسے جوتے ماریں۔

حضرت عمر جب اُسے جوتا مارنے کے لیے آگے بڑھے تو فرمایا؛

تم پہ خدا کی لعنت ہو۔

تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں منع فرمایا اور کہا؛

''عمر اس پہ لعنت نہ بھیجو کیونکہ اس خطا کے باوجود یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔''

قلعہ صعب کی فتح مسلمانوں کے لیے بہت اہم تھی دوسری طرف یہودی اب صعب سے متصل قلعے قلہ کی طرف بھاگ رہے تھے اور مسلمان اُن کے تعاقب میں تھے۔

✡ ✡ ✡



نطاۃ کے سلسلہ کا یہ آخری قلعہ تھا جس کو مورخین نے **"حصن قلہ الزبیر"** کا نام دیا ہے۔

قلہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے امام برہان الدین حلبیؒ نے لکھا ہے کہ!

عبرانی میں پہاڑ کی چوٹی کو قلہ کہا جاتا ہے کیونکہ یہ قلعہ ایک پہاڑ کی چوٹی پہ واقعہ تھا اس لیے اس کا نام قلہ پڑ گیا اور اس قلعہ کو حضرت زبیر کے نام سے اس لیے منسوب کیا جاتا ہے کہ فتح حاصل ہونے کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے یہ قلعہ اُن کو عطا فرما دیا تھا۔ نطاۃ کے قلعوں ناعم اور صعب سے فرار ہونے والے یہودی بھی اس قلعے میں موجود تھے اور اس کی قلعے کی جغرافیائی حیثیت قلعے والوں کے لیے مدد و معاون ثابت ہو رہی تھی مسلمانوں نے اگرچہ اس قلعہ کا محاصرہ کر لیا تھا مگر وہ جانتے تھے کہ یہ قلعہ آسانی سے فتح نہیں ہوگا تاہم مسلمانوں کو اللہ کی مدد حاصل تھی اس لیے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے قلعے کی فتح کا سبب پیدا کر دیا۔

قلعہ سے یہودیوں کا چرواہا نکلا اور اپنے جانوروں کو چھوڑ کر سیدھا آنحضرت محمد ﷺ کے خیمے کی طرف آیا مسلمانوں نے اسے پکڑ لیا۔

تاہم اُس نے اصرار کیا کہ وہ مسلمانوں کے سردار سے ملنا چاہتا ہے تو مسلمانوں نے اسے آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

اُس نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا؛

اے مسلمانوں کے سردار!

خدا کی قسم! اگر آپ مہینوں بھی اس قلعے کا محاصرہ کیے رکھیں مگر اس کو فتح نہیں کر سکیں گے تاہم اگر آپ میری اور میرے اہل وعیال کی جان بخشی کا وعدہ کریں تو میں آپ کو یہودیوں کے ایک ایسے راز سے آگاہ کردوں گا کہ وہ قلعے سے باہر آنے پہ مجبور ہو جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس چرواہے سے جان بخشی کا وعدہ کیا جس کا نام مورخین نے غزال لکھا ہے اور اُس سے دریافت کیا اب ہمیں اُس راز سے آگاہ کردو جس کا تم نے تذکرہ کیا ہے۔

غزال نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ یہودیوں کے اس قلعے میں زمین دوز نہریں ہیں جب رات کو مسلمان سو جاتے ہیں تو وہ چپکے سے باہر آتے ہیں اور پانی بھر کے قلعے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے چند صحابہ کو غزال کے ساتھ بھیجا اور اُن کو حکم دیا کہ یہودیوں کا پانی کاٹ دیا جائے۔

چنانچہ غزال کی نشاندہی کے بعد مسلمانوں نے یہودیوں کا پانی کاٹ دیا اور دو دن بعد ہی یہودی اس بات پہ مجبور ہوئے کہ وہ قلعے سے باہر کر مسلمانوں کا سامنا کریں۔

چنانچہ وہ قلعے سے باہر آئے اور مسلمانوں سے گھمسان کی جنگ کی۔

جنگ دن کے کئی پہر چلتی رہی یہودیوں نے مسلمانوں کا خوب جم کے مقابلہ کیا مگر مسلمانوں کے سامنے اُن کی ایک نہ چلی۔

دس یہودیوں کو قتل کرانے کے بعد وہ پسپا ہو گئے وہ چاہتے تھے کہ واپس قلعے میں گھس جائیں مگر مسلمان اُن کے ساتھ ہی اُن کے قلعے میں داخل ہو گئے مسلمانوں نے یہودیوں کے اموال پہ قبضہ کر لیا اور یہودی قلعے سے فرار ہونے لگے۔

خیبر کے یہودیوں نے یہ عادت اپنا لی تھی کہ جب اُن کا کوئی قلعہ مسلمانوں کے ہاتھوں سرنگوں ہوتا تو اُن کے قابل جنگ افراد اپنے اموال اور بیوی بچوں کی پرواہ کیے بغیر بھاگ کر کسی اور

قلعے میں پناہ گزیں ہوجاتے۔

قلہ کی فتح کے بعد نطاۃ کے حصار کے سب قلعے فتح ہوگئے تھے اور مسلمانوں کے حوصلے بہت بلند ہو چکے تھے چنانچہ صورت حال یوں تھی کہ یہودی آگے آگے بھاگ رہے تھے اور مسلمان بدستور اُن کے تعاقب میں تھے۔

✡ ✡ ✡

حصن ابی کا محاصرہ

نطاۃ کے تمام قلعے ناعم، صعب اور قلہ کی فتح کے بعد اب سلسلہ شق کے قلعوں کی باری تھی اس لیے مسلمانوں نے شق کے ایک قلعہ ابی کا محاصرہ کرلیا تھا۔ شق کے اس سلسلے میں دو ہی قلعے تھے جن میں ایک نام حصن ابی تھا اور دوسرے کا نام بری تھا۔ ابی مسلمانوں کے محاصرے میں تھا اور بری اس امر کا منتظر تھا کہ مسلمان کسی قہر کی طرح اس کی زمینوں کو بھی روند ڈالیں۔ مورخین نے بیان کیا ہے کہ قلعہ ابی کے باہر خوب جنگ ہوئی تھی اور مسلمانوں نے یہودیوں کا قتل عام کیا تھا۔ ہم اس معرکے کی تفصیلات امام برہان الدین حلبی کی مشہور زمانہ سیرت **"سیرت حلبیہ"** سے تحریر کرتے ہیں۔ انھوں نے لکھا کہ یہودی بہت پرعزم تھے اور اُن کے بہادر مسلمانوں کو للکار رہے تھے۔ سب سے پہلے اُن کا مشہور پہلوان غزوال نکلا اور مسلمانوں کے لشکر سے مبازر کو طلب کیا حضرت حباب ابن منذرؓ اُس کے سامنے گئے اور اِن دونوں بہادروں میں معرکہ شروع گیا۔ غزوال نے حملہ کیا تو حضرت حبابؓ جھک کر طرح دے گئے مگر وہ حضرت حبابؓ کے جوابی وار کو نہ سہار سکا اور حضرت حباب بن منذرؓ نے اُس کا ایک ہاتھ کلائی سے کاٹ کر الگ کردیا۔

غزوال کا ہاتھ نیچے گرنے کو تھا کہ اُس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کٹے ہوئے ہاتھ کو تھاما اور واپس قلعے کی طرف بھاگا مگر حضرت حباب ابن منذرؓ اب اس کو فرار کا موقع نہ دینا چاہتے تھے اس لیے وہ بھی اس کے تعاقب میں بھاگے اور شہر پناہ کے نیچے اُس کی ٹانگ کاٹ دی جس

کے بعد غزوال گر گیا۔

غزوال کے قتل کے بعد یہودیوں کی طرف سے ایک اور جنگجو نکلا اور مسلمانوں سے مبازرت کے لیے پکارا ایک صحابی آگے بڑھے مگر اس یہودی نے اُن کو شہید کر دیا اور وہیں کھڑے ہو کر مسلمانوں سے کسی اور بہادر کو مقابلے کی دعوت دی اس دوران حضرت ابو دجانہؓ خود کو تیار کر رہے تھے کیونکہ جب تک وہ اپنے سر پہ سرخ پٹہ نہ باندھ لیں اس وقت تک وہ جنگ کے لیے نہ نکلا کرتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے سر پہ سرخ پٹی باندھی اور ایک شان سے چلتے ہوئے اُس یہودی کے سامنے گئے اور لمحوں میں ہی اسے کاٹ کر رکھ دیا جس کے بعد عام جنگ شروع ہو گئی۔

مسلمانوں نے دشمن کو دباؤ میں رکھا اور اُن کے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔

جنگ کی چکی چلی مگر یہودی اب بھاگنا چاہتے تھے اس لیے اُن کا رخ قلعے کے دروازے کی طرف تھا اور مسلمان حضرت ابو دجانہؓ کی قیادت میں اُن کے تعاقب میں تھے چنانچہ یہودی پسپا ہوتے ہوئے اپنے قلعے کے دروازوں سے اندر کی طرف بھاگے اور مسلمان اُن کے ساتھ ہی اس قلعے میں داخل ہو گئے۔ قلعے میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کو خاطر خواہ مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا اور اس طرح خیبر کا چوتھا قلعہ بھی سرنگوں ہوا۔ قلعہ ابی میں بھی مسلمانوں کے لیے بہت کچھ تھا اُن کے ہاتھ بہت سی بکریاں لگیں اور مال و دولت کے انبار تھے جنھیں مسلمان سمیٹ رہے تھے اور یہودی جنگجو شق کے دوسرے قلعے بری کی طرف بھاگ رہے تھے۔ اس قلعے میں بھی یہودیوں نے سامان و خورد و نوش کا کافی ذخیرہ محفوظ کر رکھا تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔

✡ ✡ ✡

بری پہ یلغار

بری شق کے سلسلے کا دوسرا قلعہ تھا جہاں بہت سے یہودی جمع ہو رہے تھے اور انھوں نے اس قلعے کی حفاظت کا بھرپور اہتمام کر رکھا تھا۔ اس لیے جب مسلمان اُن کے قلعے کے سامنے کھلی زمین میں اکٹھے ہوئے تو قلعے سے یہودیوں نے بے پناہ تیر اندازی اور سنگ باری کی حتیٰ کہ اُن کے تیر وہاں تک پہنچے جہاں رسول اللہ ﷺ کے اپنے اصحاب کے ساتھ کھڑے تھے۔ بیان کیا گیا ہے کہ یہودیوں کے پھینکے ہوئے کچھ تیر نبی اکرم ﷺ کے لباس میں الجھ کے رہ گئے تھے۔ تب نبی اکرم ﷺ جھکے اور زمین سے سنگریزوں اور مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اسے اہل یہود کی طرف پھینک دیا۔ اس کے بعد تو یوں لگا جیسے اُس قلعے کی دیواریں لرزنے لگی ہوں ۔مسلمان تیزی سے قلعے کے دروازے کی طرف بھاگے اور شہر میں داخل ہو گئے۔ یہودی اب تیر اندازی بھول چکے تھے اور کتیبہ کے قلعوں کی طرف فرار ہو رہے تھے۔ صحابہ کے ہاتھ جو کچھ بھی لگا انھوں نے اس پہ قبضہ جما لیا۔ بیان کیا گیا ہے اس قلعے میں بھی بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔[*26]

اس طرح شق کے سلسلہ کے تمام قلعے بھی مسلمانوں کے ہاتھوں سرنگوں ہوئے اور مسلمان اب کتیبہ کے قلعوں کی طرف روانہ ہوئے۔[*27]

قموص پہ حملہ

قموص خیبر کے سلسلہ کتیبہ کا ایک نہایت مضبوط اور مستحکم قلعہ تھا۔بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خیبر میں یہودیوں کے جتنے بھی قلعے تھے قموص اُن سے بڑا تھا یہ حُیَیّ بن اخطب اور کنانہ بن الربیع کا قلعہ تھا۔اسی قلعے سے حییٔ بن اخطب کی بیٹی اور کنانہ بن الربیع کی بیوی زینب کو گرفتار کیا گیا۔انھیں ہم حضرت صفیہ کے نام سے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں عزت عطا فرمائی اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اِن کو اپنی زوجیت کا شرف بخشا۔قموص چونکہ یہودیوں کا بہت بڑا اور مضبوط قلعہ تھا اس لیے یہودیوں نے اسے بچانے کے لیے سردھڑ کی بازی لگا دی تھی۔وہ قلعے سے اترتے اور مسلمانوں سے جنگ کرنے کے بعد واپس قلعہ میں چلے جاتے۔قلعہ کے دروازے انتہائی مضبوط اور دیواریں بہت پختہ تھیں اس لیے بیس روز تک مسلمانوں نے اُس کا محاصرہ کیے رکھا مگر اس جنگ کا کوئی فیصلہ نہ ہوا حتیٰ کہ بیس روز بعد اللہ تعالیٰ نے یہ عزت حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے حصے میں لکھی کہ اُن کے ہاتھوں یہ قلعہ سرنگوں ہوا۔

اس قلعے سے مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت حاصل ہوا۔

یہودیوں کی ایک بڑی تعداد کو گرفتار کیا گیا اور اُن کے مال و دولت پہ قبضہ کر لیا گیا۔یہودیوں کی یہ وسیع اور مستحکم ریاست اب تاریخ کے صفحوں سے مٹنے والی تھی کیونکہ مسلمانوں کی راہ میں اب اُن کے دو چھوٹے چھوٹے اور غیر اہم قلعے ہی رہ گئے تھے جن کو وطیح اور سلالم کہا جاتا تھا۔

اس کے بعد خیبر کے علاقوں سے یہودیوں کی اجارہ داری ہمیشہ کے لیے ختم ہونے والی تھی اور مسلمانوں کو اُن کے سازشی ذہن سے نجات ملنے والی تھی کیونکہ وہ ہر دم اسلام دشمنی میں سرگرم رہتے اور مسلمانوں کو جنگ میں الجھانے میں ہمیشہ پیش پیش رہے تھے۔

سالم اور وطیح

یہ وہ آخری حصار تھا جس کے بعد حجاز سے یہودیوں کا نام ونشان تک مٹ کے رہ جانے والا تھا۔قموص پہ مسلمانوں کے قبضے کے بعد یہودی اب بددل ہو چکے تھے اور وہ جانتے تھے کہ آخر انھیں بھی جھکنا پڑے گا۔ چنانچہ جب مسلمانوں نے اس قلعے کا محاصرہ کیا تو فصیل شہر پہ کوئی آدمی دکھائی نہ دیا شاید یہودی جنگ سے اکتا چکے تھے اور جانتے تھے کہ مسلمانوں سے جنگ اُن کے بس کی بات نہیں رہی۔حالانکہ اس قلعے میں اُن کے ساتھ بنی حقیق جیسا بڑا یہودی راہنما موجود تھا۔وطیح کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے برہان الدین حلبی نے لکھا ہے کہ [28*]اس قلعے کو صدیوں پہلے وطیح ابن مازن نامی ایک شخص نے تعمیر کرایا جو قوم ثمود کا ایک فرد تھا۔اور سلالم[29*] نامی قلعہ بھی اس سے ملحق ہی تھا مگر قموص جیسے قلعہ کے فتح ہو جانے کے بعد یہودیوں میں اب پہلے جیسا جوش وخروش دکھائی نہ دیتا تھا شاید وہ ذہنی طور پہ شکست کو تسلیم کر چکے تھے۔مسلمانوں کو اس قلعہ کا محاصرہ کیے چودہ روز گزر چکے تھے مگر قلعہ سے نہ تو اُن کا کوئی جنگجو اترا جو مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دیتا اور نہ ہی انھوں نے قلعے تیراندازی یا پتھراؤ کیا جس سے اندازہ ہونے لگا کہ وہ جنگ پہ آمادہ نہیں مگر مسلمانوں نے آخر اس قلعے کو فتح کرنا تھا اس لیے باہم مشاورت سے یہ فیصلہ ہوا کہ منجنیق نصب کی جائے اور اُن کی شہر پناہ پہ پتھراؤ کیا جائے۔

یہودی قلعے کی دیوار سے مسلمانوں کو منجنیق نصب کرتے دیکھ رہے تھے اور اب انھیں اپنی بربادی کا یقین ہو چکا تھا اس لیے رات کی تاریکی میں اُن کی طرف سے ایک قاصد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا نام شماخ تھا اور عرض کی اے اللہ کے رسول (ﷺ) ہمارا سردار کنانہ بن ابی الحقیق کہتا ہے کہ ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے اس لیے ہمیں اجازت عطا فرمائی جائے کہ ہم اپنے بدن کے دو کپڑوں سمیت اپنی اولادوں کو لے کر قلعے سے نکل جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس قاصد سے کہا؛

ہمیں تمھاری یہ شرط منظور ہے مگر یاد رکھنا جس نے بددیانتی کی اور اپنا مال اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی اُس کی سزا موت ہوگی۔ شماخ نے رسول اللہ ﷺ کی اس شرط کو قبول کیا اور کہا ہم صرف اُن کپڑوں میں قلعے سے نکلیں گے جو ہم نے پہن رکھیں ہوں گے اس کے علاوہ قلعے میں جو کچھ بھی ہے وہ مسلمانوں کا ہے۔ شماخ واپس چلا گیا اور قلعے کے دروازے کھول دیئے گئے۔

نبی اکرم ﷺ کے حکم سے صحابہ آگے بڑھے اور اِن دونوں قلعوں پہ جنگ کے بغیر ہی قبضہ کر لیا اور اُن کے اموال اپنی حفاظت میں لے لیے اس کے بعد یہودی ایک ذلت آمیز قوم کی طرح وہاں سے رخصت ہو گئے حجاز میں اُن کے اقتدار کا سورج غروب ہو چکا تھا اور اب وہ ہمیشہ کے لیے اِن زمینوں سے بے دخل کر دیئے گئے تھے۔

بہت سا مال غنیمت تھا جو اس قلعے میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا اُس کی تفصیل ہم برہان الدین حلبی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

انھوں نے لکھا ہے کہ!

چونکہ یہ قلعے ایک معاہدے کے تحت سر ہوئے تھے اس لیے مسلمانوں کے ہاتھ اس قلعے سے لونڈی غلام تو نہ آئے کہ رسول اللہ ﷺ نے تمام یہودیوں کی جان بخش دی تھی مگر بہت سا

سامان حرب ضرور مسلمانوں کے ہاتھ لگا جس میں سوزرہیں، چارسو عمدہ قسم کی تلواریں، ایک ہزار نیزے اور پانچ سو عربی کمانیں مع ترکشوں کے شامل تھیں۔

مال غنیمت میں مسلمانوں کو تورات کے بہت سے صحیفے بھی ملے تھے آنحضرت محمد ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ توراۃ کے یہ نسخے یہودیوں کو واپس کر دیئے جائیں

یہودی ایک ایک کر کے قلعے سے رخصت ہو رہے تھے۔

مسلمانوں نے دیکھا کہ بنونضیر کے سردار کنانہ اور ربیع بھی دبے پاؤں نکل رہے ہیں تو انھوں نے اِن دونوں کو روک لیا اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا کیونکہ وہ نبی اکرم ﷺ کے بدترین دشمن تھے۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کی توجہ اس امر کی طرف مرکوز کی کہ جب بنی نضیر کو مدینہ سے بے دخل کیا گیا تھا تو سلام بن ابی الحقیق نے ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا ایک تھیلا اٹھا رکھا تھا اور لوگوں کو بتاتا جاتا تھا کہ اس میں اُس کا خزانہ ہے جس کو اسلام کی دشمنی کے لیے ہی خرچ کرے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے کنانہ بن ابوالحقیق سے اُس خزانے کے متعلق دریافت کیا تو اُس نے کہا!

وہ تو سارا مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں خرچ ہو چکا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

یاد رکھو اگر وہ خزانہ دستیاب ہو گیا تو تمھاری زندگیوں کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری ختم ہو جائے ہو گی اور تمھارے اموال کا مالک میں ہو جاؤں گا اور جو کچھ میں تمھارے مال میں سے لوں گا وہ میرے لیے حلال ہو گا

انھوں نے اس بات کو تسلیم کیا۔

صحابہ یہودیوں کے اس خزانے کے متعلق تحقیقات کر رہے تھے کہ انھیں ایک یہودی نے بتایا کہ انھوں نے کنانہ کو ایک ویرانے کے گرد چکر لگاتے ہوئے کئی بار دیکھا تھا۔

صحابہ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ سے بیان کی۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اُس جگہ کا جائزہ لو۔

صحابہ اُس جگہ پہنچے جس کی طرف اُس یہودی نے راہنمائی کی تھی۔

وہاں جب ایک درخت کی جڑ کو کھودا گیا تو وہاں سے سلام بن ابی الحقیق کا گمشدہ خزانہ دریافت ہوگیا جس میں جڑاؤ کنگن، جڑاؤ بازو بند، پہنچیاں، جڑاؤ پازیب، گلو بند، بندے بالیاں، سونے کی انگوٹھیاں، جواہرات اور زمرد کے ہار شامل تھے اِن زیورات کی کل مالیت دس ہزار دینار بیان کی گئی ہے [30*]۔

خزانے کی دریافت کے بعد کنانہ اور ربیع کو طلب کیا گیا جو مسلمانوں کی حراست میں تھے اور اُن کو قتل کرا دیا گیا۔ کنانہ کو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے اپنے بھائی محمود بن مسلمہؓ کے قتل کے بدلے قتل کیا۔

✡ ✡ ✡

مال غنیمت کی تقسیم

جنگ کے بعد غزوہ خیبر سے حاصل ہونے والے بے پناہ مال غنیمت کی تقسیم کا مرحلہ آیا تو سب سے پہلے خمس نکالا گیا جس کے بعد مال غنیمت کو مسلمان مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں سے صرف اُن افراد کو حصہ دیا تھا جو حدیبیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ نکلے تھے اور آپ ﷺ نے لوگوں کو اس امر سے مدینہ سے نکلنے سے پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا۔ خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت کو اس طرح تقسیم کیا گیا کہ پیدل کو ایک حصہ اور سوار کو تین حصے ادا کیے گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت میں اُن افراد کا حصہ بھی لگایا تھا جو حدیبیہ کے سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھے مگر غزوہ خیبر سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے۔

غزوہ خیبر کے اختتام پہ یہودیوں کا ایک وفد نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ!

اللہ نے آپ کے مقدر میں جو عزت لکھی تھی وہ آپ کو حاصل ہو چکی آپ نے خیبر کی تمام زمینیں فتح کر لی ہیں جن کے لیے آپ کو مزارعوں کی ضرورت ہوگی۔ تو اگر آپ ہم پہ احسان فرمائیں تو ہمیں ہی اِن زمینوں کی مزارعت عطا فرما دیں۔ اس لیے کہ کسی اور شخص کے مقابلے میں ہم اِن زمینوں کے مزاج سے زیادہ آشنا ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی اس رائے کو تسلیم

کیا کیونکہ آپؐ کے پاس لوگوں کی اتنی تعداد نہ تھی جو اتنے بڑے علاقے کی زرعی پیداوار کی دیکھ بھال کر سکے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا' میں تمھاری یہ بات اس شرط پہ قبول کر سکتا ہوں کہ مسلمان جب چاہیں تمھیں اس مزارعت سے بے دخل کر دیں۔ یہودیوں نے اس شرط پہ آمادگی ظاہر کر دی تو نبی اکرم ﷺ نے نصف پیداوار پہ خیبر کی مزارعت یہودیوں کے سپرد کر دی اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو اُن پہ نگراں مقرر کر دیا۔

✡ ✡ ✡

خیبر کی فتح نے ریاست مدینہ کے سب سے بڑے دشمن کو ختم کر دیا تھا جس کی بنا پر ریاست کو یک گونہ استحکام حاصل ہوا، دوسری طرف قریش سے جنگ بندی کے معاہدے نے بھی ریاست مدینہ کو استحکام فراہم کیا جس نے آگے جا کر قیصر و کسریٰ کے تاج الٹنے تھے۔

صفر 7 ہجری، بمطابق اگست 628ء

حجاج بن علاط رضی اللہ عنہ

تب اگرچہ لوگوں تک خبریں دیر سے پہنچتیں تھیں مگر آتے جاتے تجارتی قافلے یہ فرض بھی ادا کرتے رہتے کہ وہ جہاں سے گزرتے وہاں ہونے والے اہم واقعات کو اپنے ذہن میں محفوظ کر لیتے۔ یہ باتیں اور واقعات اُن کے اپنے ملک کے لوگوں کے لیے خبریں بن جاتی تھیں۔ چنانچہ جلد ہی اہل قریش کو اس بات کی خبر ہوگئی کہ نبی اکرم ﷺ خیبر کے یہودیوں سے جنگ کرنے کے لیے روانہ ہو چکے ہیں۔ اہل قریش چونکہ اسلام سے عداوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں لگنے والے زخموں کی ٹیس ابھی تک اُن کے بدنوں میں موجود تھی اس لیے وہ قدرے خوش تھے کہ شاید اہل خیبر اسلام اور مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ خواہش اور تمنا قریش کے عام لوگوں کی تھی اُن کے صاحب دانش اب جان چکے تھے کہ محمد (ﷺ) حق کی بات کی طرف بلاتے ہیں اور حق کو شکست دینا ممکن نہیں ہوتا چنانچہ ایک صاحب دانش قریشی نے کہا کہ! میں اُس وقت حدیبیہ میں موجود تھا جب قریش نے مسلمانوں سے معاہدہ کیا اور تب میں

جان گیا تھا محمد ﷺ عنقریب سارے عرب پہ غالب آجائیں گے میرا دل اگرچہ اس بات کو تسلیم کر چکا تھا کہ محمد ﷺ حق پہ ہیں تاہم شاید میرے اندر ابھی اتنا حوصلہ نہ تھا کہ میں برملا اس کا اظہار کرتا اگرچہ تھوڑے عرصے بعد ہی اللہ نے میری آنکھوں پہ پڑے ہوئے پردے کو ہٹا دیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا مگر یہ تب کی بات تھی جب میں کفار قریش کے ساتھ تھا۔

اُن کا نام حویطب بن عبدالعزیٰ تھا انھوں نے مزید کہا کہ!

اُن دِنوں میں اسی کشمکش میں رہتا تھا کہ مجھے اس بات کا اظہار کر دینا چاہیے کہ محمد ﷺ حق پہ ہیں کہ مکہ کے نشیبی علاقے میں مجھے نجد سے آتا کوئی سوار دکھائی دیا اور اُن دِنوں جب بھی کوئی شخص باہر سے آتا تھا تو ہمارا معمول یہی ہوا کرتا تھا کہ ہم اُس سے دوسرے علاقوں خاص طور پہ مدینہ کے مسلمانوں کے حالات دریافت کریں۔ جب وہ سوار میرے قریب پہنچا تو میں نے اُسے پہچان لیا وہ اہل نجد کا سردار عباس بن مرداس تھا۔ میں اُس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

اور اُس سے دوسرے علاقوں کی خبریں دریافت کرنے لگا۔

مگر اُس نے مجھے جو خبر سنائی اُس نے مجھے قدرے دکھی کیا اُس نے مجھے بتایا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خیبر کے یہودیوں کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اس کے بعد اُس نے یہودیوں کی طاقت اور حربی برتری کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا کہ معلوم ہونے لگا کہ محمد ﷺ اور مسلمان اب کبھی واپس نہیں لوٹیں گے۔

اور عباس بن مرداس کا بھی یہی خیال تھا مسلمان اب جن لوگوں کے مقابلے پہ اترے ہیں وہاں اُن کو یقینی شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اس دوران ہم شہر مکہ میں داخل ہو چکے تھے اور معمول کے مطابق عباس بن مرداس کا رخ حرم پاک کی طرف تھا کہ جب بھی کوئی عرب باہر سے آتا تو سب سے پہلے حرم پاک کا طواف کرتا باقی تمام کام اس کے بعد شروع ہوتے۔

عباس بن مرداس اب بھی اونچی آواز میں باتیں کر رہا تھا اور اُس کا دعوی تھا کہ محمد ﷺ اب

کبھی واپس نہ آسکیں گے۔

اہل قریش میں بعض افراد نے اسے ٹوکا اور کہا!

محمد رسول اللہ ﷺ اہل قریش کے مقابل کئی دفعہ کامیابی حاصل کر چکے ہیں تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خیبر کے یہودی اہل قریش سے زیادہ جنگجو ہیں۔

عباس بن مرداس نے اپنی بات پہ زور دیتے ہوئے کہا؛

ہاں میں یہی سمجھتا ہوں اور اگر تم میں سے کسی کو میرے اس دعویٰ سے اختلاف ہے تو وہ بے شک مجھ سے سو اونٹوں کی شرط باندھ لے کہ محمد ﷺ اب خیبر سے واپس نہ آسکیں گے اور خیبر کے جنگجو اُن کو بہت بری شکست دیں گے۔

قریش عباس بن مرداس کے اس دعویٰ پہ خاموش ہو رہے۔

مگر میں یعنی حویطب بن عبدالعزیٰ خاموش نہ رہ سکا اور کہا؛

ہاں میں تجھ سے اس بات پہ سو اونٹوں کی شرط لگاتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اہل خیبر پہ غالب آجائیں گے میری اس بات سے قریش کے کئی لوگ خوش ہو گئے کیونکہ بہرحال آنحضرت محمد ﷺ ہمیں میں سے تھے۔

چنانچہ اس موقع پر صفوان بن امیہ، نوفل بن معاویہ اور چند دوسرے قریشی سرداروں نے بھی میری ہمت بندھائی اور کہا!

تم نے خوب شرط لگائی ہے ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

یاد رہے کہ اِن سب افراد صفوان، نوفل، حویطب حتیٰ کہ عباس بن مرداس کو بھی اسلام کی دولت حاصل ہو گئی تھی۔

حویطب بن عبدالعزیٰ کہتے ہیں کہ اس شرط کے بعد ہمارا معمول ہو گیا کہ ہم شہر مکہ سے باہر نکل آتے اور دور دراز سے آنے والے لوگوں اور قافلوں پہ نگاہ رکھتے جب ہمیں کوئی ایسا شخص یا قافلہ دکھائی دیتا تو ہم اس کی طرف لپکتے اور اُس سے خیبر کی بابت دریافت کرتے مگر بہت دنوں

تک ہمیں کسی نے خیبر کے بارے میں کوئی خبر نہ دی۔

مکہ والوں میں چہ میگوئیاں جاری تھیں کہ دیکھیں اہل خیبر مسلمانوں پہ غالب آتے ہیں یا محمد ﷺ اُن کو شکست دینے میں کامیاب رہتے ہیں۔

اور اپنے معمول کے مطابق ہم اُس روز شہر سے نکلے ہی تھے کہ دور سے ہمیں ایک شتر سوار دکھائی دیا جب وہ ہمارے قریب پہنچا تو ہم نے اُسے پہچان لیا وہ اہل مکہ کا معروف تاجر حجاج بن علاط تھا۔ ہم فوراً ہی اس کی طرف لپکے اور اُس سے دریافت کیا وہ کہاں سے آرہا ہے۔

اُس نے مختصر جواب دیا!

خیبر!

اور ہمارے دل زور زور سے دھڑکنے لگے۔

پھر تو جیسے ہم اس کے درپے ہی ہو گئے اور اُس سے مسلمانوں اور اہل خیبر کی جنگ کے بارے میں دریافت کرنے لگے۔

اُس نے کہا!

میرے پاس تمھارے لیے بہت سی خبریں ہیں اور اچھی خبریں ہیں مگر مجھے ذرا دم تو لینے دو۔

اس کے بعد وہ حرم کی طرف آیا اور ہم بھی اس کے ساتھ ساتھ تھے۔

حرم ہر دم اہل قریش سے بھرا رہتا تھا چنانچہ جب لوگوں نے حجاج کو دیکھا تو اِس کی طرف لپکے کیونکہ انھیں امید تھی اس کے پاس یقیناً کچھ خبریں ہوں گی۔

تاہم حجاج نے لوگوں کے سوالوں کو نظر انداز کیا اور بیت اللہ کے طواف میں مصروف ہو گیا۔

جب وہ طواف سے فارغ ہوا تو اُس کے گرد قریش کا اِک ہجوم تھا جو تازہ صورتِ حال جاننے کے لیے بیتاب تھا۔

اُس نے کہا!

اے اہل قریش!

خوش ہو جاؤ میں سیدھا خیبر سے یہاں آیا ہوں اور اہل خیبر نے مسلمانوں کو بدترین شکست دی ہے ابوبکر و عمر مارے جا چکے ہیں اور محمد (ﷺ) کو اہل خیبر نے گرفتار کر لیا ہے اور وہ یہودی کہتے ہیں کہ وہ محمد کو اہل قریش کے حوالے کرنے کے لیے مکہ لائیں گے تا کہ وہ انھیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکیں (معاذ اللہ)

اتنا سننا تھا کہ اہل قریش خوشی سے چیخنے چلانے لگے اور شہر مکہ میں خوشی کے شادیانے بجنے لگے

اگر چہ قریش میں سے کچھ لوگ تھے جن کو آنحضرت محمد ﷺ کی اس شکست سے دکھ پہنچا تھا۔

اور انھیں میں حویطب بن عبدالعزیٰ بھی تھے جو اس بات کو سنتے ہی اونٹوں کا انتظام کرنے کے لیے حرم سے نکل گئے تھے۔

اور حضرت عباس تھے جو نبی اکرم ﷺ کے بارے میں اس خبر کو سننے کے بعد بستر سے اٹھنے کے قابل ہی نہ رہے تھے صدمے سے اُن کا برا حال تھا۔

بہت سے لوگ اب بھی حجاج بن علاط کے گرد گھیرا ڈالے اُن کی باتیں سن رہے تھے۔

اُس نے قریش کے سرکردہ لوگوں سے کہا!

خیبر میں یہودیوں نے ایک بازار سجا رکھا ہے جس میں مسلمانوں کی شکست کے بعد حاصل ہونے والا مال غنیمت نہایت ارزاں قیمت پہ دستیاب ہے۔اس لیے اگر آپ لوگ میری مدد کریں اور قریش کے جن لوگوں پہ میرا قرض ہے اُن سے مجھے میری رقم واپس دلا دیں تو میں فوراً خیبر جا کر اس مال کو خریدنا چاہتا ہوں۔

اہل قریش نے اتنی اچھی خبر لانے کے عوض حجاج کی بھرپور مدد کی اور شام تک جو لوگ حجاج کے مقروض تھے انھوں نے اُس کی رقم واپس لوٹا دی۔

اس کے بعد حجاج اپنے گھر گیا اور اپنی بیوی کو ساری بات بتائی اور اُس سے کہا؛

تمھارے پاس جو بھی مال ہے وہ مجھے دے دو میں خیبر میں تجارت کرنے کے بعد تمھیں اس سے دوگنا مال لوٹا دوں گا۔

اس دوران اُس کے دروازے پہ دستک ہوئی۔

حجاج نے دیکھا تو حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کا غلام کھڑا تھا۔

حضرت عباس کے غلام نے حجاج سے کہا؛

میرے آقا نے تجھے اللہ کا واسطہ دے کر کہا ہے کہ مجھے بتاؤ خیبر میں کیا ہوا تھا۔

حجاج نے اِدھر اُدھر دیکھا اور حضرت عباسؓ کے غلام کا ہاتھ پکڑ کر اُسے ایک طرف لے گیا اور جب اُس نے محسوس کیا کہ اب اُن کی باتیں کوئی نہ سنے گا تو اُس نے کہا؛

جا کے اپنے آقا سے کہو۔

بے فکر ہو کے سو جائے اُس کے لیے میرے پاس بہت سی خوشخبریاں ہیں اور اُسے کہنا کل دوپہر کے بعد تن تنہا مجھے فلاں جگہ پہ ملے۔

حضرت عباسؓ کا غلام واپس گیا اور حضرت عباسؓ کو اُن باتوں سے آگاہ کیا جو اُس سے حجاج نے کہیں تھیں۔

حضرت عباسؓ بستر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے غلام سے کہا؛

تم نے مجھے اتنا خوش کیا ہے کہ آج سے تو آزاد ہے۔

اس کے بعد اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور کہا!

اے اللہ! جب اس خوشخبری کی تصدیق ہو جائے گی جو میرا غلام لایا ہے تو مجھ پہ دس غلام آزاد کرنا واجب ہو جائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے یوں محسوس کیا جیسے انھیں کچھ ہوا ہی نہیں حالانکہ جب انھوں نے یہ بری خبر سنی تھی تو اُن کی کمر میں اتنا شدید درد اٹھا تھا کہ انھیں لگتا تھا اب وہ کبھی بستر سے نہ اٹھ سکیں گے۔

حضرت عباسؓ نے وہ رات نہایت بے چینی میں گزاری کہ وہ خیبر کی ایک ایک بات جان لینا چاہتے تھے اور اگلے دن جب دوپہر ذرا ہی ڈھلی تھی تو وہ اُس مقام کی طرف روانہ ہو گئے جہاں انھیں حجاج بن علاط سے ملنا تھا۔

حضرت عباسؓ اپنی دلی بے چینی کے باعث اُس جگہ مقررہ وقت سے پہلے ہی چلے آئے تھے جہاں حجاج نے آنا تھا۔ چنانچہ وہ بیٹھ کر حجاج بن علاط کا انتظار کرنے لگے پھر جب دوپہر ڈھل گئی تو حجاج انھیں دور سے ہی آتا نظر آ گیا۔

وہ اُس طرف لپکے اور فوراً کہا؛

حجاج اب مجھ سے اور صبر نہیں ہوتا مجھے بتاؤ خیبر میں کیا ہوا تھا۔

حجاج نے انھیں دلاسا دیا اور کہا؛

میں تمھیں سب بتاتا ہوں ایک ایک بات کی خبر دیتا ہوں مگر اس سے پہلے میں آپ سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں کہ جو باتیں میں آپ کو بتاؤں کا آپ تین دن تک اُس کا تذکرہ کسی سے نہ کریں گے۔

حضرت عباسؓ نے فوراً ہی عہد کر لیا۔

اس کے بعد حجاج کے منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ حجاج اُن کی بے چینی کو جانتا تھا اس لیے اُس نے بھی تازہ ترین حالات بیان کرنے میں دیر نہیں لگائی۔

اُس نے کہا؛

میں مدینے میں تھا جب میرے دل میں اس اشتیاق نے جنم لیا کہ میں آنحضرت کی زیارت کروں اور میں جانتا تھا کہ نبی اکرم ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوئے ہیں اس لیے میں بھی آپؐ کے تعاقب میں خیبر کی طرف نکل کھڑا ہوا۔

جب میں خیبر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ!

یہودیوں کے ہر قلعے پہ اسلام کا پرچم لہرا رہا ہے یہودیوں کو آنحضرت محمد ﷺ کے ہاتھوں بد ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اُن کے اکثر سرداروں کو قتل کر دیا گیا ہے اور اے عم رسول خوش ہو جاؤ جب میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس سے مکہ کی طرف روانہ ہوا تو میں نے انھیں یہودیوں کے سردار حیئ بن اخطب کی بیٹی صفیہ کے ساتھ خیمہ عروسی میں چھوڑا تھا۔

حضرت عباسؓ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہنے لگے اور انھوں نے حجاج بن علاط کو جھڑکتے ہوئے کہا!

اور کل جو تم نے حرم پاک میں کہا؛

میں اُس کا جواب دیتا ہوں! حجاج نے کہا!

جب میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو میرا دل بدل چکا تھا اور میں اسلام کے سایہ عافیت میں آنا چاہتا تھا اس لیے میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی!

اے اللہ کے رسول ﷺ!

مجھے اپنے سائے میں پناہ دیجئے۔

اور نبی اکرم ﷺ نے مجھے پاک کر دیا اور میں نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت عباسؓ کے لیے یہ بھی ایک نئی خبر تھی۔

حجاج کہہ رہا تھا کہ؛

جب میں نے اسلام قبول کر لیا تو میں آنحضرت محمد ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ

اہل مکہ میں بہت سے لوگ میرے مقروض ہیں اور میرا سارا مال بھی وہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے اسلام کو اُس وقت تک پوشیدہ رکھوں جب تک کہ میں اپنا مال اہل قریش میں سے نکال نہ لاؤں کیونکہ بصورت دیگر وہ میرا مال ہڑپ کر جائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے اس بات کی اجازت عطا فرمائی۔

میں نے پھر آپ ﷺ سے درخواست کی!

یارسول اللہ ﷺ

مجھے وہاں حیلہ کرنا پڑے گا شاید مجھے کچھ ایسی باتیں بھی کہنی پڑیں جو سچ نہ ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

جو تیرا جی چاہے کہہ دینا!

تو اس لیے جو باتیں میں نے کل حرم میں کی تھیں وہ میں نے اللہ کے رسول کی اجازت سے کیں تھیں اور اس حیلہ کے بدلے میں اپنا مال اہل قریش سے نکالنے میں کامیاب رہا ہوں اور اب میں شام ہوتے ہی مکہ چھوڑ جاؤں گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی صحبت میں رہوں گا۔میں تمھیں پھر تمھارا عہد یاد دلاتا ہوں اس لیے کہ اگر یہ بات نکل گئی تو قریش میرے تعاقب میں آئیں گے اور مجھ سے میرا مال چھین لیں گے۔

حضرت عباسؓ نے کہا؛

تم بے فکر ہو کر جاؤ میں تین دن تک اس بات کا تذکرہ کسی سے نہیں کروں گا۔

شام کو حجاج تو مدینے کے لیے روانہ ہو گیا مگر حضرت عباسؓ کے لیے تین دن گزارنا دوبھر ہو گیا تھا اس لیے کہ وہ جس طرف بھی جاتے قریش کی نظریں اُن کے جسم میں چھید کرتی محسوس ہوتی تھیں۔

اور قریش نبی اکرم ﷺ کی شکست کی جھوٹی خبر سے خوشیاں منانے میں مگن تھے اور حضرت عباسؓ پیچ و تاب کھا رہے تھے کہ یہ تین دن اتنے لمبے کیوں ہو گئے ہیں۔

آخر وہ تین دن گزر ہی گئے۔

اور اُس دن حضرت عباسؓ نے خوب اہتمام کیا نیا لباس پہنا خوشبو لگائی اور اپنے کئی غلاموں اور بیٹوں کے ساتھ حرم پاک کی طرف گئے جہاں اہل قریش اپنی خوشیوں میں مگن تھے۔قریش نے انھیں اس طرح عمدہ حالت میں دیکھا تو حیران رہ گئے بہر حال اُن میں سے ایک اٹھا اور آگے بڑھ کے کہا!

یہ عباس ہی کا حوصلہ ہے کہ وہ اتنی بری خبر سننے کے باوجود اُس کو برداشت کر گیا ہے اور نیا لباس پہن لیا ابوالفضل آپ کے لیے خیریت ہے۔

حضرت عباسؓ اب مزے لے رہے تھے۔
انھوں نے قریش سے سوال کیا تم کون سی بری خبر کی بات کر رہے تھے۔
حضرت عباسؓ نے مجلس میں بیٹھتے ہوئے کہا؛
قریش حیران رہ گئے اور کہا!
خیبر میں محمد (ﷺ) کی شکست کے بارے میں۔
حضرت عباسؓ نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور اپنا چہرہ اہل قریش کی طرف کرتے ہوئے کہا؛
سنو اے میری قوم کے احمقو!
حجاج تو اپنا مال لینے آیا تھا اور وہ اپنا مال تم سے نکال کے لے گیا۔
جہاں تک خیبر کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے تمام قلعوں کو فتح کیا ہے یہودیوں کا قتل عام کیا ہے اُن کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا ہے اور اُن کے نخلستانوں کی کھجوروں سے صحابہ کے پیٹ بھرے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ نے حیٔ بن اخطب کی بیٹی کو اپنے لیے پسند کیا ہے اور اُن کے ساتھ عروسی بھی کر چکے ہیں۔
قریش کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔
پھر جب وہ وقتی صدمے سے باہر آئے تو کسی نے پوچھا؟
اے عم رسول! آپ کو یہ خبریں کس نے پہنچائیں ہیں۔
حضرت عباسؓ ایک بار پھر زور سے مسکرائے اور کہا؛
اُسی نے جس نے تمھیں بے وقوف بنایا ہے اور جو خود بھی رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں آچکا ہے اور کل فلاں جگہ میری اُس سے ملاقات تھی۔
قریش میں سے کسی نے تصدیق کی کہ ہاں کل دوپہر ڈھلے میں نے حضرت عباسؓ اور حجاج کو اُس جگہ دیکھا تھا جس کی نشاندہی حضرت عباس نے کی ہے۔

قریش اپنے سر کے بال نوچنے لگے۔

انھیں اس بات کا بھی غصہ تھا کہ انھیں دھوکہ دینے والا اب بہت دور جا چکا ہوگا۔

صحن حرم میں اہل قریش جمع تھے اور اُن میں شور مچا تھا۔

کسی نوجوان نے کہا!

شاید عباس جھوٹ کہہ رہے ہوں۔

اُن کے کسی بڑے نے اُس نوجوان کو ڈانٹا اور کہا!

ہم نے انھیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

پھر کسی نے صلاح دی کہ شہر سے باہر نکلو شاید باہر سے آنے والا کوئی ہمارے لیے اچھی خبر لائے۔

لوگوں نے اس تجویز کو پسند کیا۔

مگر انھیں شہر سے باہر جانے کی ضرورت نہ پڑی اس لیے کہ شام تک شہر مکہ میں تین قافلے اترے اور اُن تینوں نے یہی کہا کہ رسول اللہ ﷺ اہل خیبر پہ غالب آئے ہیں۔

قریش حزن و یاس میں تھے اور حجاج رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے۔

ادھر حضرت حویطب بن عبدالعزیٰ نے سو اونٹوں کا بندو بست کر لیا تھا اور اسے عباس بن مرداس کے حوالے کرنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اُن کے غلام نے انھیں خبر دی کی صحن حرم میں بہت شور ہے اور قریش آپس میں ہی کسی بات پہ جھگڑا کر رہے ہیں۔

حویطب حرم کی طرف بھاگے اور جلد ہی انھیں معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو اہل خیبر کے خلاف بہت بڑی فتح سے نوازا ہے۔

تب انھوں نے ایک طویل سانس لی اور اُن کے دل میں اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔

انھوں نے اپنے دل کو ٹٹولا کہ یہ خوشی اس بات کی ہے کہ اُن مال بچ گیا ہے یا انھیں اس بات کی خوشی ہے کہ حق کو فتح حاصل ہوئی تب اُن کے اندر سے آواز آئی حق کی فتح پر!!!

✡ ✡ ✡

صفر 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

اہل حبشہ کی آمد

دعوتِ اسلام کے ابتدائی سالوں میں قریش مکہ نے جس طرح سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن کررکھی تھی اُس کے سامنے رکھتے ہوئے پانچ نبوی کورسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کوحکم دیا کہ ہجرت کر جاؤچنانچہ مسلمانوں کے دوقافلے یکے بعد دیگرے حبشہ پہنچے حبشہ کے شاہ نجاشی نے اپنی عدل پسندی کے باعث رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی خوب تکریم کی اور وہ لوگ وہاں امن وسکون سے زندگی گزارنے لگے۔تاہم سات ہجری کو جب مسلمان اہل مکہ سے دس سالہ جنگ بندی کا معاہدہ کر چکے تھےاورخیبرسمیت دوردورتک اسلام کے پرچم لہرانے لگےتو رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق اہل حبشہ نے واپسی کا سفراختیار کیا۔جب وہ مدینہ پہنچےتو انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ خیبر کی طرف روانہ ہوچکے ہیں۔صحابہ کےاس گروہ نے رسول اللہ ﷺ کی جدائی میں بہت سال بسر کیے تھےاس لیےاب وہ مزید فرقت برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھےاس لیے اگلے ہی روز وہ خیبر کی طرف روانہ ہوگئے۔نبی اکرم ﷺ ابھی خیبر ہی میں تھے جب حبشہ سے حضرت جعفرؓ کی آمد ہوئی

صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کو حضرت جعفرؓ کی آمد کی خبر دی تو نبی اکرم ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت جعفرؓ کی پیشانی پہ بوسہ دیا اور اُن کو گلے سے لگایا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں نہیں جانتا کہ مجھے خیبر کی فتح نے زیادہ خوشی دی ہے یا جعفرؓ کی آمد نے؟

حضرت جعفرؓ کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور اُن کے دونوں بھائی ابو رہم اور ابو بردہ بھی تشریف لائے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اپنے خاندان کے لوگوں کو لے کر اُس وقت یمن سے نکلے تھے جب نبی اکرم ﷺ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی مگر اُن کا بحری جہاز سمندری کی طوفانی ہواؤں کی وجہ سے راستہ بھٹک گیا اور وہ حبشہ کے ساحل سے جا لگا۔ وہاں اُن کی ملاقات حضرت جعفرؓ سے ہوئی اور یوں یہ لوگ حبشہ ہی میں مقیم ہو گئے۔ تام چھ ہجری کے آخری دنوں میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو ایک خط دے کر شاہ حبشہ کی طرف روانہ کیا جس میں شاہ حبشہ سے کہا گیا تھا کہ وہ میرے اصحاب کو اب واپس لوٹا دیں۔ چنانچہ یہ لوگ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت جعفرؓ کے ساتھ خیبر پہنچنے والوں میں اِن اشعری لوگوں کے علاوہ اہل حبشہ کے کچھ راہب اور چند شامی لوگ بھی تھے۔ حضرت جعفر کے ساتھ کتنے لوگ خیبر آئے تھے مورخین نے اِن کی تعداد مختلف لکھی ہے تاہم اغلب یہی ہے کہ امام حلبی کی وہ روایت ہی درست رہی ہو گی جس میں انہوں نے اِن لوگوں کی تعداد ستر بیان کی ہے۔

امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ سولہ لوگ تھے۔

تاہم میرا خیال ہے یہ لوگ سولہ سے زیادہ ہی رہے ہوں گے کیونکہ ان میں شام کے کچھ لوگ اہل حبشہ کے مذہبی اعمائدین کی ایک تعداد اور پھر اہل یمن کی ایک تعداد جو اہل و اعیال کے ساتھ آئے تھے اور حضرت جعفر تھے اُن کے ساتھ بھی کئی لوگ تھے بیوی بچے تھے اس لیے سولہ والی روایت تو قدرے کمزور معلوم ہوتی ہے ہوسکتا ہے وہ چالیس ہوں اور یہ بھی امام حلبی کا قول ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کے ساتھ آئے حبشہ کے مذہبی لوگوں کی خوب تکریم کی اور انھیں پوری سورہ یاسین پڑھ کے سنائی۔

جسے سن کے اُن میں سے اکثر رونے لگے اور انھوں نے کہا یہ کلام اُس کلام سے کس قدر مشابہ ہے جو عیسیٰ ابن امریم پہ نازل ہوا تھا۔

پھر کھانے کا وقت ہوا تو نبی اکرم ﷺ خود اِن لوگوں کی خدمت میں مشغول ہو گئے جو اُن کے مہمان تھے۔

صحابہ نے آنحضرت محمد ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ

ہم لوگ اس کام کے لیے کافی ہیں۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

جب میرے اصحاب حبشہ میں اترے تو اِن لوگوں نے میرے لوگوں کے ساتھ نہایت ہی عمدہ سلوک کیا تھا اس لیے میری خواہش ہے کہ میں انھیں اس کا بدل دوں اس لیے میں اپنے ہاتھ سے اِن کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے بعد صحابہ نے آپ ﷺ سے تعرض نہیں کیا۔

دوسری طرف حضرت اسماء بنت عمیسؓ حضرت عمرؓ کے گھر تشریف فرما تھیں وہ اُم المومنین حضرت حفصہؓ سے ملنے کے لیے تشریف لائیں تھیں کہ حضرت عمر آ پہنچے انھوں نے کہا؛

یہ کون ہیں؟

حضرت حفصہؓ نے کہا! یہ اسماء بنت عمیس ہیں۔

حضرت عمرؓ نے پوچھا؟

یہ حبشہ سے آئی ہیں؟

انھوں نے جواب دیا! ہاں یہ حبشہ سے یہاں پہنچی ہیں۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا؛

ہم لوگ ہجرت میں تم سے سبقت لے گئے اس لیے تم سے زیادہ ہم رسول اللہ ﷺ کے حقدار ہیں۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو حضرت عمرؓ کی یہ بات بری لگی اور وہ کہنے لگیں۔

ہرگز نہیں! بخدا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے جب تم لوگ بھوکے ہوتے وہ تم کو کھانا کھلاتے جب تم سے کوئی نادانی ہوجاتی تو وہ آپ کی راہنمائی کرتے اور دوسری طرف ہم تھے جنھوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی خوشی کے لیے ہی وطن اور اپنوں سے دور رہنا پسند کیا۔

حضرت حفصہؓ نے غالباً حضرت اسماء بنت عمیسؓ کو کچھ کھانے کے لیے پیش کیا مگر وہ حضرت عمرؓ کی بات سے غصے میں تھیں اس لیے انھوں نے انکار کردیا اور کہا خدا کی قسم! میں اب اُس وقت تک کچھ نہ کھاؤں گی جب تک حضرت عمرؓ کی بات رسول اللہ ﷺ سے نہ کہہ لوں۔

چنانچہ کچھ ہی دیر بعد نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے تو حضرت اسماءؓ نے اُن سے حضرت عمرؓ کی ساری بات بیان کی۔

آنحضرت محمد ﷺ نے فرمایا؛

اسماء تم نے اُن کو کیا جواب دیا۔

حضرت اسماء نے جو کچھ کہا تھا وہ آنحضرت محمد ﷺ سے بیان کردیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کی بات سنی اور ارشاد فرمایا؛

تم نے بالکل درست کہا۔

خدا کی قسم! مجھ پر جس قدر حق تم لوگوں کا ہے اس قدر کسی اور کا نہیں ہوسکتا اور جہاں تک عمر کا تعلق ہے تو اُس نے ایک ہجرت کی اور تم لوگوں نے اسلام کی خاطر دو ہجرتیں کیں اس لیے اے کشتی والو تم تو سب سے بڑھ گئے۔

امام بخاری نے اِن روایات کو حضرت اسماء کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

حضرت اسماءفرماتیں کہ!

بخدا جب رسول اللہ ﷺ کی یہ بات اہل سفینہ نے سنی تو اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔حضرت ابوموسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہم لوگ خیبر کی فتح کے بعد وہاں پہنچے تھےاور ہم نے اس جنگ میں ذرا بھی حصہ نہ لیا تھااس کے باوجود نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت میں ہمارا حصہ لگایا۔

✡ ✡ ✡

قبیلہ دوس کی آمد

امام بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ کے اسلام قبول کرنے کی روداد خود اُن کی زبان سے بیان کی ہے جس کی تفصیلات یہ ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ دوس کے ہم کل اسی آدمی تھے اور ہم مدینہ پہنچے تو ہم نے فجر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کی ۔امامت حضرت عرفطہ الغفاریؓ نے کرائی اس کے بعد ہمیں پتا چلا کہ آنحضرت محمد ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ یہودیوں کی بیخ کنی کے لیے خیبر کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ہم نے حضرت عرفطہ الغفاریؓ سے عرض کیا کہ وہ ہمیں زادِراہ عطا کریں تا کہ ہم لوگ بھی خیبر پہنچ سکیں۔

ہماری درخواست پہ حضرت سباع بن عرفطہ الغفاریؓ نے نہ صرف ہم کو زادِراہ مہیا کیا بلکہ ہم میں سے جن لوگوں کے پاس سواری نہیں تھی انھوں نے وہ بھی ہم کو فراہم کیں ہم نے اُن کا شکریہ ادا کیا اور خیبر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب ہم خیبر پہنچے تو یہودیوں کے اکثر قلعے سرنگوں ہو چکے تھے ہمارے وہاں پہنچنے کے بعد تک جو قلعے باقی تھے وہ جنگ کے بغیر ہی فتح ہو گئے ۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمارے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور صحابہ سے مشاورت کے بعد مال غنیمت میں بھی ہمارا حصہ لگایا جس سے ہم بہت خوش ہوئے۔

زہر آلود بکری

مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے قموص کا قلعہ فتح کیا تو ایک یہودی عورت آپ ﷺ کے لیے بھنی ہوئی بکری لائی جس میں اُس نے زہر ملا رکھا تھا۔ وہ عورت زینب بنت حارث تھی۔ اُس نے لوگوں سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ بکری کا کون سا حصہ پسند کرتے ہیں تو لوگوں نے اُس کو بتایا کہ دست یعنی کہ بازو۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر گئی ایک بکری کو ذبح کیا اُس کے دست کو آگ پہ بھونا اور اُس میں سریع الاثر زہر ملا کر اسے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس سے پوچھا یہ کیا ہے؟

یہ ہدیہ ہے اُس عورت نے جواب دیا۔

نبی اکرم ﷺ کے پاس اُس وقت کئی صحابہ موجود تھے آپ ﷺ نے اُس برتن سے کپڑا اٹھایا جسے وہ عورت لائی تھی تو اُس میں بھنا ہوا گوشت تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور اپنے پاس بیٹھے صحابہ کو بھی کھانے کی دعوت دی۔

صحابہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھانے میں شریک ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک نوالہ لیا اور اسے تھوک دیا مگر آپ ﷺ کے ساتھ اس کھانے میں

شریک حضرت بشر بن براء نے جو نوالا لیا تھا اُسے انھوں نے نگل لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے فوراً صحابہ سے کہا؛

کھانے سے ہاتھ روک لو میرے ہاتھ میں موجود اس دست نے مجھے خبر کی ہے کہ اس گوشت میں موت ہے۔

حضرت بشر بن براء نے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ جب میں نے وہ نوالا لیا تو میں جان گیا تھا کہ اس کھانے میں کچھ ملایا گیا ہے مگر میں نے اس نوالے کو نگل لیا کہ مبادا آپ ﷺ کی طبیعت مکدر ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا کہ اس عورت کو تلاش کر کے لاؤ۔

کچھ ہی دیر بعد صحابہ نے اُس عورت کو نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دیا جس نے یہ مذموم حرکت کی تھی۔

نبی اکرم ﷺ سے استفسار پہ اُس عورت نے اپنا جرم قبول کر لیا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُس عورت سے پوچھا؟

تجھے کس بات نے اس امر پہ مجبور کیا؟

اُس نے کہا!

آپ نے میرے باپ حارث کو قتل کیا، میرے بھائی مرحب کو قتل کیا میرے شوہر سلام بن مشکم کو قتل کیا اور میری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا اس لیے میں نے اس بکری میں زہر ملا دیا تھا کہ اگر تو آپ محض ایک بادشاہ ہوئے تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی اور میری قوم کا انتقام پورا ہو جائے گا اور اگر آپؐ اللہ کے سچے رسول ہوئے جس کا آپ دعویٰ کرتے ہیں تو یہ زہر آپ کے لیے ضرر رساں نہ ہوگا۔ زینب بنت حرث کی اس وضاحت کے بعد آپ ﷺ نے اُس سے مزید کچھ نہیں پوچھا اور اُسے جانے دیا۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے استفسار کیا آپ اس سے بدلہ نہ لیں گے۔

نہیں! نبی اکرم ﷺ نے فرمایا یہ میرے منصب کے شایان شان نہیں اللہ کے انبیاء ورسل لوگوں کی ایذا رسانی پہ صبر کیا کرتے ہیں۔ تاہم حضرت بشر بن براءؓ جنھوں نے اُس زہر آلود گوشت کا نوالا نگل لیا تھا اُن پہ اس زہر کا اثر ہو گیا تھا اور وہ جہاں بیٹھے تھے وہیں بیٹھے رہ گئے اُن کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور جسم سن ہو گیا اُن کو اٹھا کے اُن کے گھر پہنچایا گیا جہاں ایک برس تک وہ اس زہر کی شدت میں مبتلا بستر مرگ پہ پڑے رہے اور تقریباً ایک سال بعد اسی زہر کے اثر سے اُن کی وفات ہوئی۔

تب نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

اب اُس عورت کو پکڑ کر لاؤ جس نے ہمیں زہر دیا تھا اور اُسے بشر بن براء کے قصاص میں قتل کرو، چنانچہ زینب بنت حارث کو اس واقعہ کے ایک سال بعد حضرت بشر بن براء کے قصاص میں قتل کیا گیا۔

✡ ✡ ✡

خیبر کی فتح سے جہاں اہل مکہ میں سراسیمگی پھیل گئی تھی وہاں شہر مدینہ کے منافقین بھی سہم گئے تھے اگرچہ اُن کا شر تو کافی دیر تک باقی رہا تاہم اب مسلمانوں کو اس قدر قوت حاصل ہو چکی تھی کہ وہ ان بدبختوں کو اُن کے بالوں سے پکڑ کر اپنی مسجدوں سے نکال رہے تھے۔

صفر 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

تذکرہ شہدائے خیبر

غزوہ خیبر ایک بڑی فوجی مہم تھی جس کے نتیجے نے ریاست مدینہ کو بہت استحکام فراہم کیا کیونکہ اسلام کا ایک بڑا دشمن سرنگوں ہوگیا تھا اور اُن کے حواری منافقین مدینہ بھی سہم سے گئے تھے اور اہل قریش غزوہ خیبر کے نتیجے سے ششدر رہ گئے تھے اور مسلمانوں کو اُن پہ نفسیاتی برتری حاصل ہوگئی تھی۔ بتایا گیا ہے کہ اہل خیبر کے پاس بیس ہزار حربی جوان موجود تھے۔ جن کی تربیت کا وہ باقاعدہ اہتمام کرتے تھے مگر اللہ کے رسول ﷺ کی بہتر حربی حکمت عملی صحابہ کی جانفروشی اور اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت سے اہل خیبر کے دلوں میں ایک خوف اتار دیا گیا اور آخر کار وہ سرنگوں ہوئے۔ اس معرکے میں جہاں یہودیوں کے اکثر اہم لوگ اُن کے حکمران اُن کے بہادر جنگجو اور دیگر بہت سے لوگوں کو قتل کر دیا گیا وہاں لشکر اسلام کے بھی انیس جانبازوں نے شہادت کی خلعت اوڑھی جن میں چار مہاجر اور باقی انصار تھے ہم یہاں اُن شاہ بختوں کے نام تحریر کرنا چاہتے ہیں جنھوں نے اس معرکے میں شہادت پائی۔ حضرت اوس بن حبیب، حضرت اوس بن فاکہ، حضرت اوس بن عائذ، حضرت

اسلم ،حضرت ثابت بن واثلہ ،حضرت حارث بن حاطب ،حضرت رفاع بن مسرح،حضرت ربیعہ بن اکثم ،حضرت سلیم بن ثابت ،حضرت عامر بن اکوع ،حضرت عبداللہ بن ابوامیہ،حضرت عبداللہ بن حبیب،حضرت عدی بن مرہ ،حضرت عروہ بن مرہ ،حضرت عمارۃ بن عقبہ،حضرت ابوسفیان بن حارث،حضرت عمیر بن ثابت ،حضرت مسعود بن سعد،حضرت محمود بن مسلمہ رضی اللہ عنہ۔

بیان کیا گیا ہے کہ خیبر کے یہودیوں میں سے ترانوے لوگ قتل ہوئے۔

✡ ✡ ✡

صفر 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

غزوہ خیبر اور شعرائے عرب

اگرچہ دنیا کی ہر زبان میں ادب مرتب ہوتا ہے تاہم شعرائے عرب کے رجزیہ اشعار کا جواب آج تک دنیا کی کسی زبان اور کسی ادب نے مہیا نہیں کیا۔اس لیے کہ اُن کے شعرا انسان کے دماغ کی اُن رگوں تک سے آگاہ تھے جن کو چھیڑنے سے انسان آگ ہوجاتا ہے اور اُس کے سامنے سوائے دشمن سے انتقام کے زندگی کے دیگر تمام مقاصد دھندلے پڑ جاتے ہیں، یہی وجہ ہے اہل عرب کی رجزیہ شاعری نے اُن کے اندر تحرک اور زندگی کو ہمیشہ رواں رکھا۔ہم نے اس کتاب میں جابجا عرب شاعروں کا انتخاب پیش کیا ہے جو انھوں نے مختلف مواقعوں پہ کہے تھے۔نجانے کیوں اردو میں سیرت لکھنے والے صاحب دانش اس امر سے گریزاں رہے اور وہ اہل عرب کی اس خوبی کو کلیتاً نظر انداز کرتے چلے آئے، اُن کے اشعار درج کرنے سے اعتراز کیا تاہم ہمارا خیال یہ ہے دنیا کی کسی بھی قوم کو سمجھنے کے لیے اُس قوم کے ادب کا مطالعہ ضروری ہے اسی سے اُن کے رجحانات اور

ترجیحات کا درست تعین ممکن ہے یہاں ہم غزوہ خیبر کے متعلق کہے گئے اہل عرب کے کچھ اشعار پیش کرنا چاہتے ہیں۔

یہ اشعار ابن القیم عبسی کے ہیں!

رُمِيَتْ نَطَاةُ مِنَ الرَّسُوْلِ بِفَيْلَقٍ
شَهْبَآءَ ذَاتِ مَنَاكِبَ وَفَقَارِ

ہم نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں نطاۃ کے قلعے پہ مسلح لشکر کے ساتھ حملہ کیا اور ہمارے جوان مضبوط کندھوں والے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاسْتَيْقَنَتْ بِالذُلِّ لَمَّا شُيِّعَتْ
وَرِجَالُ أَسْلَمَ وَسْطَهَا وَغِفَارِ

اہل نطاۃ نے بنو اسلم اور بنو غفار کو دیکھا تو اُن کو یقین ہو گیا کہ انھیں پاش پاش کر دیا جائے گا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

صَبَحَتْ بَنِىْ عَمْرِو بْنِ زُرْعَةَ غُدْوَةً
وَالشِّقُّ أَظْلَمَ أَهْلُهُ بِنَهَارِ

ہمارے لشکر نے صبح صبح ہی بنی عمرو بن زرعہ پر حملہ کیا تو شق کے قلعے کے لوگوں کے لیے دن تاریک ہو گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حَرَّتْ بِأَبْطَحِهَا الذُّيُوْلَ فَلَمْ تَدَعْ
إِلَّا الدَّجَاجَ تَصِيحُ فِىْ الْأَسْحَارِ

اس لشکر نے قلعہ کی پست زمین پہ اپنا دامن گھسیٹا اور وہاں کچھ نہ چھوڑا سوائے اُن مرغیوں کے جو سحری کے وقت چیختی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلِكُلِّ حِصْنٍ شَاغِلٌ مِّنْ خَيْلِهِمْ
مِنْ عَبْدِ الأَشْهَلِ أَوْ بَنِى النَّجَارِ

اس کے بعد تو اہل خیبر کا ہر قلعہ ہمارے شہ سواروں کے حصار میں تھا یعنی بنو عبد الشہل اور بنو نجار کے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ مُهَاجِرِيْنَ قَدْ أُعْلِمُوْا سِيْمَاهُمْ
فَوْقَ الْمَغَافِرِ لَمْ يَنُوْا لِفَرَارِ

اور مہاجرین مکہ کے چہروں سے ہی دکھائی دیتا تھا کہ یہ بھاگنے والا گروہ نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَقَدْ عَلِمْتُ لِيَغْلِبَنَّ مُحَمَّدٌ
وَلَيَثْوِيَنَّ بِهَا اِلٰى أَصْفَارِ

اور میں جان گیا کہ آخر محمد (ﷺ) غالب آئیں گے اور وہ اس جگہ صفر کے کئی مہینے گزاریں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَرَّتْ يَهُوْدُ يَوْمَ ذٰلِكَ فِى الْوَغٰى
تَحْتَ الْعَجَاجِ غَمَائِمَ الْأَبْصَارِ

اس روز زبردست جنگ ہوئی اور یہودیوں نے اس کے غبار کے نیچے آنکھوں کی پلکوں کو کھولا۔ [31*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار حضرت حسان بن ثابتؓ کے ہیں!

بِئْسَمَا قَاتَلَتْ خَيَابِرُ عَمَّا
جَمَّعُوْا مِنْ مَذَارِعٍ وَنَخِيْلِ

اہل خیبر نے اپنی کھیتیوں اور باغات کے دفاع کے لیے ایک نامناسب جنگ کی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

كَرِهُوْا الْمَوْتَ فَاسْتُبِيْحَ حِمَاهُمْ
وَأَقَرُّوْا فِعْلَ اللَّئِيْمِ الذَّلِيْلِ

موت سے گریز آدمی کو کمینہ اور ذلیل بنا دیتا ہے اسی لیے تو یہودیوں کی چراگاہوں کو مباح قرار دے دیا گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

أَمِنَ الْمَوْتِ تَهْرُبُوْنَ فَإِنَّ ال
مَوْتَ مَوْتُ الْهُزَالِ غَيْرُ جَمِيْلِ

یہ لوگ موت سے بھاگتے ہیں اگرچہ کمزوری کی موت ہمیشہ سے ناپسندیدہ عمل رہی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عَلٰى حِيْنِ أَنْ قَالَتْ لِأَيْمَنَ أُمُّهُ
جَبُنْتَ وَلَمْ تَشْهَدْ فَوَارِسَ خَيْبَرِ

ایمن کی ماں نے اپنے بیٹے سے کہا! تم نے خیبر کے شاہسواروں کے ساتھ شامل نہ ہو کر بزدلی کی بات کی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ أَيْمَنُ لَمْ يَجْبُنْ وَلَكِنَّ مُهْرَهٗ
اَضَرَّ بِهٖ شُرْبُ الْمَدِيْدِ الْمُخَمَّرِ

مگر ایمن نے بزدلی نہ دکھائی تھی بلکہ آٹا ملے اُس پانی نے اُس کے گھوڑے کو بیکار کردیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَوْ لَا الَّذِیْ قَدْ كَانَ مِنْ شَأْنِ مُهْرِهٖ
لَقَاتَلَ فِيهِمْ فَارِسًا غَيْرَ أَعْسَرِ

اگر اُس کا گھوڑا تندرست ہوتا تو وہ دائیں ہاتھ سے جنگ کرتا کیونکہ بایاں ہاتھ تو اس نے کبھی استعمال ہی نہیں کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَكِنَّهٗ قَدْ صَدَّهٗ فِعْلُ مُهْرِهٖ
وَمَا كَانَ مِنْهُ عِنْدَهٗ غَيْرُ أَيْسَرِ

اُس کے ساتھ یہ سخت معاملہ پیش آ گیا ورنہ اُس کا گھوڑا تو اُس کی بات مانتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلٰكِنَّهٗ قَدْ صَدَّهٗ شَأْنُ مُهْرِهٖ
وَمَا كَانَ لَوْ لَا ذَاكُمْ بِمُقَصِّرِ
اُس کے گھوڑے کی حالت بہت بری تھی ورنہ وہ کوتاہی کرنے والوں میں سے نہ تھا۔

[*32]

❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار ناجیہ بن جندب اسلمی کے ہیں!

يَا لَعِبَادِ اللّٰهِ فِيْمَ يُرْغَبُ
مَا هُوَ اِلَّا مَأكَلٌ ومَشْرَبٌ
اے اللہ کے بندو! تم نے کس چیز کو مرغوب سمجھا ہے یہ کھانے پینے کی چیزوں کے علاوہ کچھ نہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَنَا لِمَنْ اَنْكَرَنِىْ ابْنُ جُنْدُبِ
يَا رُبَّ قِرْنٍ فِىْ مَكَرِّىْ اَنْكَبِ
میں ابن جندب ہوں! کتنے ہی بہادر میرے حملوں کے نتیجے میں اوندھے منہ گرے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَ جَنَّةٌ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُعْجِبٌ
طَاحَ بِمُغْدٰى أَنْسُرٍ تَعْلَبِ

حالانکہ جنت میں کئی پسندیدہ نعمتیں ہے مگر وہ مر کر لومڑیوں کا ناشتہ بن گئے۔ [33*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار حضرت کعب بن مالکؓ کے ہیں!

وَنَحْنُ وَرَدْنَا خَيْبَرًا وَفُرُضَهٗ
بِكُلِّ فَتًى عَارِىْ الْاُ شَاجِعِ مِذْوَدِ

ہم نے خیبر کی نہروں اور گھاٹ پہ اپنی پیاس بجھائی اور ہمارے ساتھ ایسے نوجوان تھے جن کے ہاتھوں کی رگیں ابھری ہوئی نہ تھیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

جَوَادٍ لَدَى الْغَا يَاتِ لَا وَاهِنِ الْقُوٰى
جَرِئٍ عَلَى الْاَ عْدَاءِ فِىْ كُلِّ مَشْهَدِ

وہ طاقتور ہیں مقاصد کے حصول میں سخی ہیں اور ہر میدان جنگ میں دشمن پہ حاوی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

عَظِيْمِ رِمَادِ الْقِدْرِفِیْ كُلِّ شَتْوَةٍ
ضُرُوْبٍ بِنَصْلِ الْمَشْرَفِیِّ الْمُهَنَّدِ

ان کی ہانڈیوں کے نیچے جلنے والی آگ کی راکھ بہت ہوتی ہے اور اُنکی مشرفی ہندی تلواریں ہر موسم میں چمکتی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَرَى الْقَتْلِ مَدحًا اِنْ اَصَابَ شَهَادَةً
مِنَ اللّٰهِ يَرْجُوْهَا وَ فَوْزًا بِأَ حْمَدِ

وہ شہادت یا جیت کی خواہش رکھتے ہیں انھیں جو بھی حاصل ہو جائے وہ خوش ہو جاتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَذُودُ وَ يَحْمِیْ عَنْ ذِمَارِ مُحَمَّدٍ
وَيَدْفَعُ عَنْهُ بَاللِّسَانِ وَبِالْيَدِ

وہ نبی اکرم ﷺ کی حمایت کرتے ہیں اور زبان اور ہاتھ سے اُن کا دفاع کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَيَنْصُرُهٗ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ يَرِيْبُهٗ
يَجُوْدُ بِنَفْسٍ دَوْنَ نَفْسِ مُحَمَّدٍ

وہ ہر اس امر سے نبی اکرم ﷺ کی مدافعت کرتے ہیں جو انھیں تکلیف پہنچائے اور اُن کی حفاظت کی خاطر اپنی کی پراواہ نہیں کرتے

❁❁❁❁❁❁❁❁

يُصَدِّقُ بِالْاَنْبِيَاءِ بِالْغَيْبِ مُخْلِصًا
يُرِيْدُ بِذَاكَ الْفَوْزَ وَالْعِزَّ فِيْ غَدٍ

وہ اخلاص کے ساتھ اور حالت غیب میں انبیاء کی تصدیق کرتے ہیں اس تصدیق کے ذریعے وہ قیامت کے روز کامیابی اور عزت کے خواہش مند ہیں۔ [34*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

صفر 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

اہل فدک

خیبر کے نواح میں یہودیوں کی ایک اور آبادی تھی جسے فدک کہا جاتا تھا۔فدک میں کھجوروں کے اتنے گھنے جھنڈ تھے کہ فدک کے اس علاقے کو حجاز کا باغ کہا جاتا تھا۔وہاں یہودی آباد تھے جن کی سرکشی دوسرے یہودیوں سے کم نہ تھی وہ اہل خیبر کے حلیف تھے۔جب نبی اکرم ﷺ خیبر پہنچے تو آپ ﷺ نے حضرت محیصہ بن مسعودؓ کو طلب کیا اور اُن کو حکم دیا تم اہل فدک کی طرف جاؤ اور انھیں اسلام کی دعوت دو اگر وہ انکار کریں تو اُن سے کہنا! انتظار کرو عنقریب اسلامی لشکر تمھارے صحنوں کو بھی روندے گا۔حضرت محیصہ بن مسعودؓ کہتے ہیں میں نے نبی اکرم ﷺ کا پیغام اُن تک پہنچا دیا انھوں نے کہا ہمیں سوچنے کے لیے کچھ وقت دو۔اور میں نے انھیں سوچنے کے لیے وقت دے دیا مجھے وہاں کافی دن گزر گئے مگر فدک کے یہودی کوئی سیدھی بات کرنے کے لیے تیار نظر نہ آتے تھے جس کی وجہ میں بھی جانتا تھا کہ وہ دراصل کتیبہ کے قلعوں میں جاری جنگ کے نتیجے کا انتظار کر رہے ہیں۔اس لیے کہ اُن کا خیال تھا کہ مسلمان حارث، مرحب اور یاسر جیسے بہادروں کی موجودگی میں

خیبر کو فتح نہیں کر سکیں گے اور وہاں مسلمانوں کی شکست کے بعد انھیں بھی خیبر سے کمک حاصل ہو جائے گی اور وہ قلعہ بند ہو جائیں گے۔

مگر جب اُن کو معلوم ہوا کہ خیبر کے قلعے ایک ایک کر کے مسلمانوں کے سامنے سرنگوں ہو رہے ہیں تو ان کی راتوں کی نیند اڑ گئی اور وہ بہت بڑی پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔

اور میں نے یہ کہہ کر اُن کی پریشانی میں مزید اضافہ کر دیا کہ کل صبح میں اُن کے ہاں سے خیبر روانہ ہو رہا ہوں اور اب میری واپسی اسلامی لشکر کے ساتھ ہو گی اور وہ مسلمانوں سے جنگ کے لیے خود کو تیار کر لیں۔

مگر وہ جان گئے تھے کہ اہل خیبر کی شکست کے بعد وہ اس قابل نہیں رہے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کر سکیں اس لیے انھوں نے مجھ سے کہا؛

تم رکو! تمھارے ساتھ ہی اہل فدک کا وفد خیبر جائے گا اور آنحضرت محمد ﷺ سے مذاکرات کرے گا۔ چنانچہ اگلے روز یوشع بن نون کی قیادت میں یہودیوں کا وفد میرے ساتھ ہی خیبر کی طرف روانہ ہوا اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے صلح کی درخواست کی۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کی درخواست قبول کر لی اور جزیہ ادا کرنے کے عوض اُن کی جان بخشی کر دی۔ انھوں نے فدک کی زمینوں پہ مسلمانوں کا قبضہ قبول کر لیا اور فدک کی آدھی پیداوار کے عوض وہاں مزارعت قبول کر لی۔

چونکہ فدک کی فتح میں نہ گھوڑے دوڑائے گئے تھے اور نہ ہی اُن پہ فوج کشی کی گئی تھی اس لیے فدک کا پورا علاقہ مال فئی تھا جو خالص نبی اکرم ﷺ کی ملکیت قرار پایا۔ بعد کے سالوں میں نبی اکرم ﷺ کی ازواج مطہرات کے اخراجات فدک کی آمدنی سے پورے کیے جاتے رہے۔ تاہم فدک کی آمدنی میں سے بھی کثیر مال نبی اکرم ﷺ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا کرتے تھے اور اپنے گھر میں بقدر گزارا ہی مال لے جایا کرتے تھے۔

✡ ✡ ✡

ربیع الاول 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

وادی القریٰ

روشنی کا سفر جاری تھا مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مل کر لوگوں کو راستی اور کامیابی کی طرف بلا رہے تھے۔ خطہ عرب میں دور دور تک اسلام کا پیغام پہنچایا جا رہا تھا اور اب لوگ انکار کی نسبت اقرار پہ زیادہ مائل نظر آتے تھے۔ مگر اسی خطے میں قوم یہود بھی تھی جو مسلسل انکار پہ قائم تھی۔ اگرچہ اُن کی طاقت ختم ہو چکی تھی اور خیبر کے قلعوں کے سرنگوں ہونے کے بعد بھی انھوں نے عزت کی زندگی پہ ذلت کی زندگی کو ترجیح دی اور اسلام قبول کرنے کے بجائے مسلمانوں کے مزارع بننا پسند کیا حقیقت یہی ہے جتنی بدبخت قوم یہ تھی اتنی ذلیل قوم شاید روئے زمین پہ کبھی نہ اتاری گئی۔ نبی اکرم ﷺ صحابہ کے ساتھ خیبر کے علاقوں میں عظیم الشان فتح حاصل کرنے کے بعد مدینہ واپسی کے لیے عازم سفر ہوئے تو آپ ﷺ نے وہ راستہ اختیار کیا جو وادیٔ القریٰ سے ہو کر گزرتا تھا۔ وادیٔ القریٰ خیبر کے نواح میں یہودیوں کی ایک اور بستی تھی جو مدینہ اور شام کی شاہراہ پہ واقع تھی۔ یہ بہت وسیع آبادی تھی جہاں صرف یہودی آباد تھے جو اپنے وسیع و عریض نخلستانوں کی بنا پہ ایک آسودہ زندگی بسر کر

رہے تھے۔ وہ اہل خیبر کی شکست سے اگر چہ واقف تھے مگر اُن کو بھی اپنی فوجی قوت پہ بہت ناز تھا اس لیے جب انھوں نے سنا کہ مسلمان وادئ القریٰ کی طرف آ رہے ہیں تو انھوں نے مسلمانوں سے جنگ کی تیاری شروع کر دی اور اپنے حمایتی عرب بدوی قبائل کو بھی بلا لیا۔

وادئ القریٰ کے ایک طرف خیبر کے مسمار شدہ قلعے تھے تو دوسری طرف یہودیوں کی ایک اور وادئ تیما تھی۔ لشکر اسلام جب وادئ القریٰ کے پاس پہنچا تو وہ عصر کا وقت تھا نبی اکرم ﷺ کی ہدایت پہ مسلمانوں نے وادئ القریٰ کے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جس کے جواب میں اُن کی طرف سے تیر اندازی شروع کر دی گئی۔ نبی اکرم ﷺ کا مدعم نامی غلام نبی اکرم ﷺ کے اونٹ سے کجاوا اتار رہا تھا کہ اُسے یہودیوں کی طرف سے داغے گئے کئی تیر لگے جس سے اُس کی موت ہو گئی صحابہ نے کہا؛

یہ تو ہم پہ بازی لے گیا اور جنت میں داخل ہو گیا۔

نبی اکرم ﷺ صحابہ کی مڑے اور فرمایا! نہیں

بخدا! خیبر کے مال غنیمت سے چرائی گئی ایک چادر اس کے جسم کو آگ بن کے جلا رہی ہے۔ دشمن کی طرف سے جنگ میں پہل کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو صفیں سیدھی کرنے کا حکم دیا اور مجاہدین اسلام میں علم اور رایت تقسیم کیے۔

نبی اکرم ﷺ نے سعد بن عبادہؓ، حضرت حباب بن منذرؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ اور عباد بن بشرؓ کو جھنڈے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ وادئ القریٰ کا محاصرہ کر لیا جائے۔ وہ مسلمانوں پہ تیر اندازی اور پتھراؤ کرتے رہے مگر جنگ کے لیے سامنے نہ آئے مسلمانوں کی طرف سے بھی اُن کو بھرپور جواب دیا جاتا رہا تاہم محاصرے کے چوتھے روز جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔

اُس روز صبح سویرے ہی وادئ القریٰ کے نامور جنگجو میدان جنگ میں اترنا شروع ہو گئے اور مسلمانوں کو مبازرت کے لیے طلب کیا۔ اُن کے پہلے جنگجو کے مقابلے کے لیے حضرت زبیر بن عوام آگے بڑھے اور اُس کو قتل کر دیا۔ پھر یہودیوں کا ایک اور جنگجو میدان میں اترا تو اُسے

حضرت علی ابن طالبؓ نے قتل کر دیا اُس سے اگلے جنگجو کو حضرت ابو دجانہؓ نے قتل کر دیا۔

اس طرح اُن کے جنگجو ایک کے بعد ایک آتے رہے اور مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوتے رہے۔ جب وہ یکے بعد دیگرے اپنے گیارہ جنگجوؤں کو قتل کرا چکے تو اُن کا حوصلہ ٹوٹ گیا۔ جب بھی یہودیوں کا کوئی جنگجو مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوتا تو آنحضرت محمد ﷺ آگے بڑھ کے یہودیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے اور اُن سے کہتے اپنی جان اور مال کو بچالو اسلام قبول کرلو جس میں ابدی سعادت ہے۔

مگر وہ ازلی شقی تھے اس لیے انھوں نے ہر بار انکار کیا۔

انفرادی مقابلوں کے بعد باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا تو یہودی زیادہ دیر تک اپنے قدم نہ جما سکے سورج ابھی نیزہ بھر ہی اوپر ہوا تھا کہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے۔

وادیٔ القریٰ کی شکست کے بعد مسلمانوں نے مال غنیمت پہ قبضہ جما لیا اور اُن کے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آیا تھا جن میں بھیڑ بکریوں اور اونٹوں کے علاوہ کھانے پینے کی اشیاء بھی وافر مقدار میں تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے سارے کا سارا مال مجاہدین اسلام تقسیم فرما دیا۔

فتح کے بعد نبی اکرم ﷺ نے وادیٔ القریٰ میں چار روز قیام فرمایا۔ اس کے دوران وادیٔ القریٰ کے شکست خوردہ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ انھیں اُن کی زمینوں سے بے دخل نہ کیا جائے بلکہ انھیں بھی اہل خیبر والی شرائط پہ اِن زمینوں کی آبادکاری کی اجازت عطا فرمائی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن کے ساتھ مروت کا سلوک کیا اور اُن کی درخواست قبول فرمالی۔ وادی القریٰ فتح ہونے کے بعد یہودیوں کا اقتدار خطہ عرب سے ہمیشہ کے لیے معدوم ہو گیا اور وہ ذلیل وخوار ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس قوم نے بھی اللہ تعالیٰ کے انبیاء ورسل کا انکار کیا اسے ذلت اور غلامی کا طوق ہمیشہ کے لیے پہنا دیا گیا۔ اور یہی طوق یہودیوں کا مقدر بنا کہ انھوں نے جانتے بوجھتے رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کیا اور

حسد کے باعث اپنی دنیا بھی اندھیر کر لی اور آخرت بھی۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ایک صحابی حضرت جمرہ بن ہوذہ کو وادیٔ القریٰ میں ایک جاگیر عطا فرمائی اور حضرت عمرو بن سعید بن العاصؓ کو یہودیوں پہ حاکم مقرر کرنے کے بعد وہاں سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

✡ ✡ ✡

ربیع الاول 7 ہجری، بمطابق اگست 628ء

اہل تیما

خیبر کے قلعوں کے سرنگوں ہونے کے بعد خطہ عرب میں یہودیوں کی بالادستی کا دور ختم ہو گیا تھا اور اب وہ اس خطہ میں ایک محکوم قوم تھے۔اُن کی سرکشی کو طاقت کے زور سے دبا دیا گیا تھا۔تاہم خیبر اور وادیٔ القریٰ میں انھوں نے جن شرائط پہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ معاہدے کیے تھے وہ اپنے خبث باطن کی بنا پر زیادہ عرصہ اس پہ قائم نہ رہ سکے اور حضرت عمر فاروق کے دورِ خلافت میں انھیں خطہ حجاز سے بے دخل کر دیا گیا۔دراصل یہودیوں کی پوری تاریخ اُن کی دربدری پہ شاہد ہے کہ وہ اللہ کے در سے ایک دھتکاری ہوئی قوم تھے۔وادیٔ القریٰ کے بعد عربوں میں یہودیوں کی صرف ایک وادیٔ باقی بچی تھی جس کا نام تیماء بتایا گیا ہے۔اہل تیماء دوسرے یہودیوں سے زیادہ عقلمند ثابت ہوئے اور انھوں نے مسلمانوں سے جنگ نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔چنانچہ جب نبی اکرم ﷺ خیبر سے واپسی پہ اُن کی بستیوں کے قریب سے گزرے تو اہل تیماء کے ایک وفد نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کا اظہار کیا کہ وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کرنا چاہتے بلکہ اُن کی درخواست یہ

ہے کہ دوسرے یہودیوں کی طرح اُن کے ساتھ بھی نرمی اور آسانی کا رویہ اپنایا جائے۔

اہل تیماء کے یہودی بھی اگرچہ طاقتور اور آسودہ تھے اور اُن کے نخلستان بھی اپنی پیداوار کی بدولت عرب بھر میں شہرت رکھتے تھے مگر اہل خیبر مسلمانوں کے خلاف جس بری شکست سے دوچار ہوئے اور اُن کے اکثر جنگجو اس جنگ میں مارے گئے تھے اور اس کے بعد وادئ القریٰ والوں نے جس حماقت کا ثبوت دیا تھا اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے لوگ قتل کرائے تھے اس ساری صورت حال سے اہل تیماء نے درست سبق حاصل کیا تھا اور مسلمانوں سے جنگ کی بجائے مذاکرات کی میز پہ چلے آئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل تیماء کے وفد کی درخواست کو قبول فرمایا اور اُن پہ حملہ نہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے بعد اہل تیماء کو بتایا گیا کہ تمھارے تمام نخلستان مکانات زرعی اراضی اور نخلستان اب مسلمانوں کی ملکیت ہیں اور تم لوگوں کی جان بخشی کے عوض تم پر حسب ضابطہ جزیہ عائد کیا جاتا ہے اور یہ کہ مسلمان جب چاہیں گے تمھیں اِن زمینوں سے بے دخل کر سکیں گے۔ اہل تیماء کے وفد نے اِن تمام باتوں کو تسلیم کیا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اُن کو تحریر لکھ دی جائے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے حکم پر حضرت خالد بن سعیدؓ نے اہل تیماء کے تحریر لکھی!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریر محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بنو عادیا کے لیے ہے ان کے اوپر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ حسب ضابطہ جزیہ ادا کریں گے اور اُن پہ کسی قسم کا ظلم اور ناانصافی نہ کی جائے گی نہ اُن کو جلاوطن کیا جائے گا اور رات اُن کو وسعت دے گی اور دن اس میں شدت پیدا کرے گا اور وہ ریاست مدینہ کے ماتحت ہوں گے۔

یہودیوں کی تاریخ تو ذلت سے بھری ہے ہی یہودیوں کا آج بھی ذلت کی تصویر ہے۔امریکہ اور برطانیہ کے ایماء پر بسائی جانے والی ریاست اسرائیل یہودیوں کی وحشت اور بزدلی پر شاہد ہے جہاں فلسطین کے نہتے نوجوان ہاتھوں میں پتھر لیے اسرائیلی ٹینکوں سے نبرد آزما ہیں۔

ربیع الاول 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

مدینہ کو واپسی

جب آپ ﷺ مدینہ سے خیبر کی طرف نکلے تب سے سارے عرب کی نظریں اکثر و بیشتر اس امر پہ مبذول تھیں۔ وہ اہل عرب کی تاریخ کے اس بڑے معرکے سے نکلنے والے نتائج کے منتظر تھے۔ اس لیے کہ قریش کے پیچھے ہٹ جانے کے بعد اب لوگوں کو صرف یہودیوں کی بے پناہ قوت پہ اعتماد تھا کہ وہ مسلمانوں کو نابود کر دیں گے۔ اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے اہل خیبر کے ساتھ جنگ کا ارادہ ظاہر فرمایا تو عرب کے بدوی قبائل اور مدینہ کے منافقین کے دل اس یقین سے بھر گئے تھے کہ بس اب مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ دوسری طرف اہل قریش بھی اس امید میں تھے کہ مسلمان یہودیوں سے شکست کھا جائیں گے۔ مگر اِن سب لوگوں کی یہ مکروہ خواہش اُن کی حسرتوں میں اضافے کا باعث ہی بنی جب کہ آنحضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے عزت و رفعت عطا فرمائی اور خیبر کے یہودیوں کو بدترین شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ خیبر سے واپسی پر نبی اکرم ﷺ پہلے صہبا پہنچے۔ اس کے بعد مدبر نامی گاؤں سے گزرتے ہوئے وادیٔ القریٰ پہنچے جہاں جنگ ہوئی جس کی تفصیل

پیچھے گزر چکی ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ تیماء کے قریب سے گزرے اور اُن سے معاہدہ کیا۔ تیماء کے بعد آپ ﷺ سیدھے مدینے کو روانہ ہوئے۔سفر کے دوران جب آپ ﷺ مدینہ سے کچھ منازل کے فاصلے پر تھے اور سارا دن سفر کرنے کے بعد رات کا ایک پہر بھی سفر کرتے رہے۔تب صحابہ نے آپ ﷺ سے تھکاوٹ کی شکایت کی اور پڑاؤ کرنے کا مشورہ دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی یہ درخواست قبول فرمالی اور اسی مقام پر اتر پڑے۔

نبی اکرم ﷺ نے استراحت فرمانے سے قبل فرمایا تم میں سے کون ہے جو صبح تک جاگتا رہے اور ہماری نماز قضاء نہ ہو۔

حضرت بلال اٹھے اور کہا؛

یارسول اللہ ﷺ

آپ بے فکر ہو کر سو جائیں میں جاگ رہا ہوں۔

حضرت بلال رات کے تیسرے پہر تک تو جاگتے رہے اس کے بعد انھوں نے اپنے اونٹ سے ٹیک لگائی اور وہ سو گئے۔

اگلی صبح سب سے پہلے آنحضرت محمد ﷺ کی آنکھ کھلی تب سورج کافی اوپر آچکا تھا۔

آپ ﷺ نے جلدی سے اٹھے۔اس دوران دوسرے صحابہ بھی جاگ اٹھے نبی اکرم ﷺ نے حضرت بلال سے کہا؛

بلالؓ یہ تم نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟

حضرت بلالؓ نے جواب دیا!

یارسول اللہ ﷺ جس ذات نے آپ ﷺ کو سلائے رکھا اسی نے مجھے بھی سلا دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے کہا!تم نے سچ کہا اور صحابہ کو کوچ کا حکم دیا۔

تھوڑی دور جانے کے بعد آپ ﷺ اپنی سواری سے نیچے اترے اور حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

اس کے بعد حضرت بلال ہی نے اقامت کہی اور آپ ﷺ کی اقتداء میں تمام صحابہ نے سورج نکلنے کے بعد نماز فجر ادا کی۔

نماز ادا کرنے کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے اپنا رخ صحابہ کی طرف کیا اور فرمایا:

اگر تم نماز ادا کرنا بھول جاؤ تو جس وقت یاد آئے اسے پڑھ لیا کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''ادا کیا کرو نماز مجھے یاد کرنے کے لیے''

نبی اکرم ﷺ جب اپنے اصحاب کے ساتھ مدینہ کے بالکل قریب مقام جرف پر پہنچے تو اُس وقت شام ہونے والی تھی آپ ﷺ نے صحابہ کو پڑاوُ ڈالنے کا حکم دیا تو صحابہ کو کافی حیرت ہوئی کیونکہ مدینہ بالکل قریب ہی تھا۔

چنانچہ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ !

مدینہ قریب ہے!

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا پڑاوُ ڈالو اور صحابہ اپنی سواریوں سے اتر پڑے۔

پڑاوُ ڈالنے کے بعد اور نماز مغرب ادا کرنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے صحابہ سے فرمایا؛

جب تم دور دراز کے سفر سے واپس آؤ تو اچانک ہی رات کے وقت اپنے گھر میں نہ گھس جایا کرو بلکہ پہلے اپنے اہل خانہ کو اپنی آمد کی اطلاع کیا کرو تاکہ وہ تمھارے استقبال کے تیار ہو سکیں۔

اور یہ آدابِ زندگی میں سے ایک ادب ہے جس سے نہ صرف اسلام کے مزاج کی تہذیب وشائستگی آشکار ہوتی ہے بلکہ یہ حکم اُس گہری سوچ کا بھی عکاس ہے جس پہ خانگی زندگی کی عمارت استوار ہوتی ہے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے وہ رات مدینہ سے محض دو منزلیں باہر مقام جرف پہ گزاری اور اس کے بعد اگلی صبح مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔

جب آپ ﷺ مدینہ کے قریب پہنچے تو آپؐ کی نظر کوہ احد پہ پڑی تو آپ ﷺ نے اپنے

صحابہ سے فرمایا!

''یہ جبل احد ہے یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں یاد رکھو میں نے مدینہ طیبہ کے دونوں کناروں کے بیچ تمام جگہوں کو حرم قرار دیا ہے''

✡✡✡✡✡✡✡

جب آپ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو اہل مدینہ نے شہر سے باہر نکل کے اسلامی لشکر کا استقبال کیا اور اُن کی زبانوں پہ مسرت اور شادمانی کے نغمے تھے۔ دور دور تک لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو لشکر فاتح خیبر پہ داد و تحسین کے ڈونگرے برسا رہا تھا۔

خیبر کی فتح کے بعد جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے مہاجرین مکہ کو حکم دیا کہ وہ انصارِ مدینہ کی وہ املاک واپس کر دیں جو انھوں نے تب مہاجرین کو عطا کی تھیں جب وہ مکہ سے ہجرت کر کے آئے تھے اور اُن کے ہاتھ خالی تھے مگر اب صورت حال بدل چکی تھی اور خیبر کے قلعوں سے تیماء اور وادیٔ القریٰ سے حاصل ہونے والا مال غنیمت اس قدر تھا کہ مسلمانوں کی معاشی حالت بدل کے رہ گئی تھی اور وہ خود کو قدرے آسودہ محسوس کرنے لگے تھے۔

جسٹس محمد کرم شاہ صاحبؒ نے ضیا النبی میں لکھا ہے کہ!

''حضرت انس کی والدہ نے کھجوروں کے چند ثمر دار درخت بارگاہ رسالت میں پیش تھے تاکہ رحمت عالم ﷺ ان کے پھل کو اپنے استعمال میں لے آئیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے یہ درخت اپنی کنیز اُم ایمن کی والدہ کو مرحمت فرما دیئے۔ ان کا پھل وہ استعمال کرتی تھیں۔ خیبر سے واپسی کے بعد حضور انور ﷺ نے وہ درخت حضرت

انسؓ کی والدہ کو واپس فرما دیئے۔ انھوں نے یہ درخت اپنے بیٹے انس کو دے دیئے۔ حضرت اُم ایمن کو پتا چلا تو وہ آئیں اور حضرت انس کی گردن میں کپڑا ڈال کے کہنے لگیں۔ خدا کی قسم! حضور نے یہ درخت مجھے عطا فرمائے تھے۔ اب یہ تمھیں نہیں مل سکتے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا! اُم ایمن یہ درخت انس کے پاس رہنے دو اِن کے بدلے میں تجھے اور درخت دیتا ہوں۔ اُم ایمن نے عرض کی **کَلَّا وَاللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ** اُس خدا کی قسم جو وحدہٗ لاشریک ہے میں یہ درخت انس کو ہرگز نہ دوں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا! اتنے درخت مزید لے لو اور یہ درخت انس کے پاس رہنے دو۔ لیکن ہر بار وہ قسم کھاتیں اور اِن درختوں سے دستبردار ہونے سے انکار کر دیتیں اور وہ اس وقت تک راضی نہ ہوئیں جب تک ہر درخت کے عوض دس دس کھجور کے درخت نہ لے لیے"۔

✡✡✡✡✡✡✡

چنانچہ بجا طور پہ کہا جا سکتا ہے کہ فتح خیبر کے بعد ریاست مدینہ کو انتہائی استحکام حاصل ہوا تھا۔ حربی طور پہ اُن کو دوسرے دشمنوں کے خلاف نفسیاتی برتری حاصل ہو گئی تھی اور عملی طور پہ ریاست مدینہ کا حدود اربعہ بیس مربعہ میل سے بڑھ کر سو مربع میل سے آگے نکل گیا تھا۔ اب ریاست مدینہ کو جزیہ ادا کرنے والے بھی موجود تھے اور اسلامی ریاست کی رعایا میں اب یہودی بھی داخل ہو چکے تھے اگرچہ وہ قابل اعتبار نہ تھے مگر اب وہ ایسے سانپ کی مانند تھے جس کا سر کچلا جا چکا ہو مگر اس کا باقی جسم ابھی حرکت میں ہو۔ کیونکہ دیکھا گیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف ابھاری جانے والی اکثر فوجی مہمات کے پیچھے یہودیوں کا ذہن رسا اور سرمایہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ریاست مدینہ نے اپنے اس سب سے ہم دشمن کو شکست دے کر ریاست مدینہ کا مستقبل محفوظ کر لیا تھا۔ اور یہ دراصل اُس عظیم فتح کی تمہید تھی جس کے تحت آپ ﷺ نے

تمام عرب میں توحید کا پرچم لہرانا تھا اور عربوں کو شرک سے پاک کرنا تھا، بیت اللہ کی تطہیر کرنی تھی اور اُس عالمگیر دعوت کی بنیاد رکھنی تھی جس نے آگے چل کر روم و ایران سے لے کر ہسپانیہ اور تاشقند تک اسلام کے پیغام فلاح کو پہنچانا تھا۔

✡ ✡ ✡

ربیع الاول 7 ھجری، بمطابق اگست 628ء

سریہ قدید

نبی اکرم ﷺ خیبر کی عظیم الشان فتح کے بعد مدینہ میں تشریف فرما تھے۔ مدینہ میں ہر طرف امن و امان تھا۔ یہودیوں کی کمر طاقت کے زور پہ توڑ دی گئی تھی اور اہل قریش کو معاہدہ حدیبیہ میں باندھ دیا گیا تھا۔ مسلمانوں کے تیسرے بڑے دشمن بنو غطفان تھے اور اُن کے ساتھ ساتھ دیگر بدوی عرب قبائل بھی جن کا پیشہ غارت گری تھا اور وہ اسلام سے نالاں تھے۔ وہ وقتاً فوقتاً ریاست مدینہ کے لیے مسائل پیدا کرتے رہتے تھے جن کے سد باب کے لیے نبی اکرم ﷺ مدینہ سے مجاہدین کے چھوٹے چھوٹے دستے روانہ کرتے رہتے تھے۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ اسی قسم کی ایک مہم کے دوران ایک بدوی قبیلے بنوملوح نے آنحضرت محمد ﷺ کے ایک چھوٹے سے گشتی دستے پہ حملہ کیا جس کی قیادت بشر بن سوید کر رہے تھے۔ بشر بن سوید تو بچ گئے مگر اُن کے کچھ رفقاء کو بنوملوح نے قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے قبیلہ بنی ملوح کی تادیب کے لیے حضرت غالب بن عبداللہ لیثیؓ کی قیادت میں صحابہ کی ایک جماعت کو روانہ کیا۔ حضرت غالب بن عبداللہ لیثیؓ کے ساتھ تقریباً دس صحابہ کا ایک گروہ

تھااور وہ لوگ قدید کی طرف روانہ ہو گئے۔ [35*]

اہل لغت نے کہا کہ قدید کا معنی موٹی اور سخت زمین ہے۔
حضرت غالب بن عبداللہ لیثیؓ کی قیادت میں مسلمان مجاہدین کا یہ دستہ رات کے اندھیرے میں بنوملوح کے ٹھکانوں میں داخل ہوا مگر اُن کا سامنا دشمن کے کسی فرد سے نہ ہوا۔ چنانچہ انھوں نے اہل قدید کے جانور اپنے آگے لگائے اور مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی اثناء میں اہل قدید کو خبر ہو گئی کہ مسلمان اُن کے علاقے میں گھس کر غارت ڈال چکے ہیں تو انھوں نے کچھ وقت تیاری میں صرف کیا اس کے بعد کئی سو افراد کا لشکر لے کر مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہو ئے۔ مسلمانوں کو جلد ہی تعاقب کا احساس ہو گیا تھا اس لیے انھوں نے اپنی رفتار تیز کر لی ۔مسلمانوں کے سردار حضرت غالب بن عبداللہ لیثی نے ایک بلند گھاٹی سے دشمن پر نظر ڈالی ۔دراصل وہ اس بات کا فیصلہ کرنا چاہتے تھے کہ مقابلہ کیا جائے یا اپنے مستقر کی طرف لوٹا جائے۔ چنانچہ دشمن کی تعداد دیکھتے ہی انھوں نے فیصلہ کر لیا کہ انھیں واپس جانا چاہیے اور وہ واپس ہو گئے۔ قریب تھا کہ دشمن اُن کو پا لیتا مگر اللہ کی نصرت مسلمانوں کے ساتھ تھی اس لیے اسی وقت انتہائی تیز بارش شروع ہو گئی اور تھوڑی ہی دیر بعد علاقے کی گھاٹیوں میں تیز بارش کا پانی سیلاب کا منظر پیش کرنے لگا تھا اور یہ پانی مسلمانوں اور اہل قدید کے درمیان آ گیا تھا۔
اس طرح مسلمان آسانی سے اور بغیر کسی نقصان کے مال غنیمت سمیت مدینہ آ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔

✡ ✡ ✡

ربیع الثانی 7 ھجری، بمطابق ستمبر 628ء

غزوۂ ذاتُ الرقاع

رجیع کے چشمے اور معونہ کے کنویں پہ مسلمان مبلغین کے قتل کے بعد بدوی عربوں خاص طور پہ اہلِ نجد کے قبائل کا حوصلہ بہت بڑھ گیا تھا۔ اُن کے دلوں میں مدینہ پہ غارت ڈالنے کا خیال جنم لینے لگا تھا۔ اُن کا خیال تھا کہ مسلمانوں کی قوت کم ہو چکی ہے اس لیے یہ مناسب موقع ہے کہ مدینہ پہ حملہ کر دیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ لوگوں کو فلاح اور رشد و ہدایت کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ مگر بت پرستی کے شیدائی اپنے دلوں میں مسلمانوں کی تباہی کے خواب دیکھ رہے تھے۔ چنانچہ نجد کی طرف سے آنے والے تجارتی قافلوں نے مسلمانوں کو اس امر سے آگاہ کیا کہ بنو غطفان کے قبیلے بنو ثعلبہ اور بنو محارب مدینے پہ غارت ڈالنے کے لیے لشکر جمع کر رہے ہیں۔ اہلِ مدینہ جانتے تھے کہ بنو غطفان نہایت خونخوار اور وحشی قسم کے جنگجو ہیں۔ اس لیے اگر اُن کو مدینہ پہ غارت گری کا موقع فراہم کیا گیا تو بڑے پیمانے پہ خونریزی ہو گی۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ نے اِن قبائل پہ چڑھائی کرنے کا ارادہ فرمایا۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں حضرت عثمانؓ [36*] کو اپنا نائب مقرر کیا

اور چار سو مجاہدین کے ساتھ بنو غفطان کی سر کوبی کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔
اہل نجد نے بئیر معونہ کے مقام پہ نبی اکرم ﷺ کے ستر مبلغین کو شہید کر دیا تھا اس لیے طفیل بن عمرو اور دیگر کئی سرداروں کے حوصلے بہت بڑھ چکے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ اِن کے خلاف طاقت کا استعمال کریں۔ تا کہ اُن کے دل میں مسلمانوں کے خلاف جو خواہشات جنم لے رہیں تھیں اُن کو عملی جامع پہنانے سے قبل ہی اِن کی سر کوبی کر دی جائے ۔اِن کی کمر توڑ دی جائے۔
نبی اکرم ﷺ اچانک ہی دشمن کے سر پہ جا پہنچے تھے اس لیے دشمن حیران رہ گیا اور مقابلہ کرنے کی بجائے تتر بتر ہو گیا۔
نبی اکرم ﷺ نے مقام نخل پہ قیام کیا۔[37*]
اگلے روز محارب قبائل جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف اچھا خاصہ لشکر جمع کیا ہوا تھا پہاڑیوں سے نیچے اتر آئے اور مسلمانوں کے لشکر کے سامنے قیام کیا اگرچہ اُن کی تعداد مسلمانوں سے زیادہ تھی مگر انھیں مسلمانوں پہ حملہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ مورخین نے اس غزوہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے کئی روایات بیان کی ہیں جس کی وجہ سے اصل بات کا تعین قدرے مشکل ہو گیا ہے۔
بعض صحابہ نے کہا!
کہ مقام نخل پر ہی ایک پہاڑی چوٹی کا نام ذات الرقاع تھا۔
کسی نے کہا کہ وادیٔ نخل میں ایک پرانے درخت کا نام ذات الرقاع تھا۔
اس وادیٔ میں کئی رنگوں کے پہاڑ تھے دور سے دیکھنے سے محسوس ہوتا جیسے مختلف رنگوں کے کپڑے ہوں اس لیے ہم نے اس وادیٔ کو ذات الرقاع کا نام دیا۔
بعض صحابہ نے بیان کیا ہے کہ چونکہ اس سفر کے دوران اکثر صحابہ پیدل تھے۔ زمین سنگلاخ چٹانوں اور ریتیلے صحراؤں پہ مبنی تھی اس لیے بہت سے صحابہ کے پاؤں زخمی ہو گئے اور اُن سے

خون بہنے لگا۔تب کئی صحابہ نے کپڑوں کے چیتھڑے اپنے پاؤں پہ لپیٹ لیے تا کہ انھیں زیادہ تکلیف نہ ہواس لیے اس غزوہ کوغزوہ ذات الرقاع کہا گیا [38*]۔

اگلے روز جب اہل نجد کا لشکر مسلمانوں کے سامنے کھڑا تھا اور اس بات کا امکان موجود تھا کہ وہ مسلمانوں پہ حملہ کر دیں گے۔تب پہلی دفعہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو صلواۃ الخوف پڑھائی۔

امام سہیلی نے لکھا کہ اسی دوران بنی محارب کے ایک شخص نے اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ اگر تم کہو تو میں تمھیں اس مصیبت سے نجات دلا دوں۔

لوگوں نے سوال کیا کیسے؟

غورث بن حارث نے کہا!

میں نیچے جاتا ہوں اور موقع پا کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا ہوں اس طرح تمھیں مسلمانوں سے نجات مل جائے گی۔

لوگو نے کہا! اچھا تم کوشش کر دیکھو۔

غورث بن حارث پہاڑی سے نیچے آیا اور مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہو گیا اُس نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ ایک جگہ اکیلے ہی تشریف فرما ہیں۔

وہ نبی اکرم ﷺ کی طرف آیا اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔

اُس نے نبی اکرم ﷺ سے کہا!

اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ ﷺ کی یہ تلوار دیکھ سکتا ہوں۔ [39*]

نبی اکرم ﷺ نے اُس کو اجازت دے دی۔

پھر اچانک ہی اُس نے تلوار کو نیام سے باہر نکالا اور کھڑا ہو گیا وہ تلوار کو لہرانے لگا۔

اور نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا؟

کیا آپ کو مجھ سے ڈر نہیں لگتا کہ میں آپ کو قتل کر دوں گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

نہیں مجھے تم سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا میرا اللہ مجھ کو تیرے شر سے محفوظ رکھے گا۔ نبی اکرم ﷺ کے لہجے میں نہ جانے کیا بات تھی کہ غورث بن حارث کا دل بیٹھ گیا اور وہ کانپنے لگا۔ پھر اُس نے ادب کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کی تلوار واپس کی اور جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ گیا۔ کئی دن دونوں لشکر آمنے سامنے پڑے رہے۔ دونوں نے خونریزی سے گریز کیا اس کے بعد اہل نجد کی تعداد کم ہونے لگی اور آہستہ آہستہ وہ منتشر ہو گئے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ واپس مدینے کو روانہ ہوئے۔

واپسی کے سفر کے دوران ایک جگہ جب مسلمانوں کے لشکر نے قیام کیا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے خیمے سے چہرہ مبارک باہر نکالا اور فرمایا؛

کون ہے جو آج کی شب دشمن سے ہماری حفاظت کرے اور ہمیں اُن سے بے نیاز کر دے۔ ایک انصاری حضرت عباد بن بشرؓ اور ایک مہاجر حضرت عمار بن یاسرؓ اٹھے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ بے فکر ہو کر آرام فرمائیں ہم آپ ﷺ کی حفاظت کریں گے۔

علامہ ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے؛

کہ مسلمانوں کا لشکر جب ذات الرقاع کی جانب رواں تھا تب کسی شخص نے ایک مشرک کی بیوی کو قتل کر دیا۔ اُس مشرک کو شک تھا کہ یہ مسلمانوں کا کام ہے۔ اس لیے اُس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ مسلمانوں سے اپنی بیوی کے قتل کا بدلہ نہیں لے لیتا چین سے نہیں بیٹھے گا۔

اور وہ مسلمانوں کے لشکر کے تعاقب میں رہا۔

اُس رات جب حضرت عباد بن بشرؓ اور حضرت عمار بن یاسرؓ نبی اکرم ﷺ کے خیمے کے باہر پہرہ دے رہے تھے تب وہ لشکر پہ حملے کے ارادے سے آ پہنچا اُس نے جب دیکھا کہ مسلمان پہرے پر چوکنا ہیں تو وہ دور ہی رُک گیا اُس نے اپنی کمان نکالی اور دور سے ہی تیر چلا دیا۔

حضرت عباد بن بشرؓ نے رات کے پہلے حصے میں نگرانی کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھی سے کہا کہ وہ

سو جائے آدھی رات کے بعد میں تمھیں جگا لوں گا۔اس کے بعد وہ خاصی دیر تک پہرہ دیتے رہے مگر جب انھوں نے حالات کو معمول کے مطابق پایا تو نفل نماز کے لیے کھڑے ہو گئے ۔جب اُس مشرک نے حضرت عبادؓ کو تیر مارا تب اُنہوں نے قرآن کی ایک لمبی سورۃ شروع کر رکھی تھی۔اُن کو تیر لگا تو انھوں نے چاہا کہ نماز توڑ دیں پھر قرآن پڑھنے کی لذت سے کنارہ کش ہونا پسند نہ کیا اور نماز کو جاری رکھا۔

دشمن نے دوسرا تیر مارا۔

حضرت عباد بن بشرؓ نے پھر بھی نماز کو قائم رکھا اور قرآن پڑھنے سے ملنے والی لذت میں محو رہے۔انھوں نے سوچا کہ تھوڑی سی سورت رہ گئی ہے اس کو مکمل کر لیں۔

دشمن نے تیسرا تیر چلایا اور وہ بھی حضرت عباد بن بشرؓ کے جسم میں مقیم ہوا۔

حضرت عبادؓ اپنے ارادے کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچا سکے اور اُن کے جسم سے بے پناہ بہنے والے خون سے ہونے والی کمزوری کی وجہ سے جب اُن کو پہلا چکر آیا تو انھوں نے اپنی ٹانگ سے اپنے ساتھی عمار بن یاسرؓ کو ہلایا۔

حضرت عمار بن یاسرؓ اٹھے اور دیکھا کہ اُن کے ساتھی کا بے پناہ خون بہہ رہا ہے حضرت عمار بن یاسرؓ نے اُن سے کہا!

بھائی تم مجھے اُس وقت جگا دیتے جب تمھیں پہلا تیر لگا تھا۔

حضرت عباد بن بشرؓ نے جواب دیا؛

میرا ارادہ تو یہی تھا مگر قرآن کی جو سورت میں نے شروع کر رکھی تھی میں نے اُس کو نامکمل چھوڑنا پسند نہ کیا۔مگر جب میں گرنے لگا تب میں نے سوچا کہ کہیں دشمن نبی اکرم ﷺ کے خیمے پہ حملہ نہ کر دے اس لیے میں نے تمھیں جگا دیا۔

غزوہ ذات الرقاع کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے امام عبداللہ سہیلیؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے وہب بن کیسانؓ نے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت جابر بن عبداللہؓ سے سنا کہ جب ہم لوگ

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اس غزوہ سے واپس ہوئے تو میرا اونٹ بار بار پیچھے رہ جاتا اس لیے کہ وہ کمزور اور عمر رسیدہ تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے جب کئی بار دیکھا کہ میں سب سے پیچھے رہ گیا ہوں تو آپ ﷺ پیچھے تشریف لائے اور فرمایا؛

جابر تمھیں کیا ہوگیا ہے؟

میں نے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ یہ اونٹ قدم اٹھانے کا نام ہی نہیں لیتا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے حکم دیا اِس کو نیچے بٹھاؤ۔

میں نے اونٹ کو بٹھایا تو نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی درخت کی ٹہنی سے میرے اونٹ کو کئی کچوکے دیئے پھر مجھ سے کہا؛

جابرؓ! اب اِس پہ سوار ہو جاؤ۔

اور اب وہی لاغر اونٹ نبی اکرم ﷺ کی اعلیٰ نسل کی اونٹنی کے سر کے ساتھ سر ملا کے چل رہا تھا اور نبی اکرم ﷺ مجھ سے باتیں کر رہے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

جابر کیا تم یہ اونٹ مجھے بیچو گے۔

میں نے کہا! یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ اونٹ آپ کو ویسے ہی دیا۔

نہیں میں بغیر قیمت کے نہ لوں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم مجھ سے اِس اونٹ کا ایک درہم لے لو!

نبی اکرم ﷺ نے کہا؛

مگر یہ تو گھاٹے کا سودا ہے۔ میں نے جواب دیا۔

نبی اکرم ﷺ میرے اونٹ کی قیمت بڑھاتے رہے حتیٰ کہ میں نے ایک اوقیہ سونے کے

عوض یہ اونٹ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

اونٹ کا سودا طے پا جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟

جابر! تم نے شادی کر لی ہے؟

میں نے کہا! ہاں یا رسول اللہ ﷺ

باکرہ سے کی ہے یا ثیبہ سے؟

نبی اکرم ﷺ نے پھر سوال کیا؟

میں نے کہا! ثیبہ سے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

کیا تمھیں کوئی کنواری لڑکی نہ ملی کہ تم اُس سے کھیلتے وہ تم سے کھیلتی۔

میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

دراصل غزوہ احد میں جب میرا باپ شہید ہوا تو انھوں نے اپنے پیچھے سات بیٹیاں چھوڑیں اس لیے میں چاہتا تھا کہ گھر میں کوئی ایسی عورت ہو جو اِن بچیوں کی دیکھ بھال کرے اور انھیں دنیا کی اونچ نیچ سمجھائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

تم نے بالکل ٹھیک کیا۔

اگلے روز جب ہم مدینہ پہنچے تو صبح صبح ہی میں وہ اونٹ مسجد نبوی کے باہر باندھ آیا۔ نبی اکرم ﷺ نے جب اِس اونٹ کو دیکھا تو صحابہ سے دریافت کیا یہ کس کا اونٹ ہے؟

صحابہ نے عرض کی یہ اونٹ تو حضرت جابر یہاں باندھ گئے ہیں۔

تب نبی اکرم ﷺ مسکرا دیئے اور کہا؛

جابر کو بلاؤ!

صحابہ حضرت جابر کو بلا لائے تو آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت بلال کو حکم دیا کہ جابر کو ایک

اوقیہ سونا دو میں نے اُن سے یہ اونٹ خریدا ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ جب میں ایک اوقیہ سونا لے کر خوشی خوشی واپس ہونے لگا تو نبی اکرم ﷺ نے مجھے پکارا!

بھتیجے یہ اونٹ بھی تم لے جاؤ یہ تمھارا ہی ہے۔

حضرت جابر کہتے ہیں کہ بخدا!

جب تک سونے کی وہ ڈلی میرے پاس رہی میرے گھر پہ خیر و برکت برستی رہی حتیٰ کہ واقعہ حرہ کے دوران سونے کی وہ ڈلی مجھ سے کھوگئی۔

نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے تھے جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہ کے واقعے سے ظاہر ہو رہا ہے۔ عمدہ اخلاق دراصل اسلام کا مقصودِ اعلیٰ ہے اس لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر نظر دوڑائیں تو آپ ﷺ غصے اور درشت روئی سے بہت دور دکھائی دیتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق اس بات کے غماز ہیں کہ اعلیٰ اخلاق شرف انسانی کا خاصا ہے۔ پھر وہ احکامات ہیں جو امت کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اخلاق کے بارے میں دیئے۔ صرف اس قدر یاد رکھیں کہ غصہ ور اور درشت رو شخص کو رسول اللہ ﷺ بہت ناپسند کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا جو عمدہ اخلاق سے محروم رہا گویا اُس سے ساری خیر چھین لی گئی۔

✡ ✡ ✡

شعبان 7 ھجری، بمطابق جنوری 629ء

غزوہ بنو فزارہ

ریاست مدینہ کو اپنے داخلی استحکام کے لیے ابھی تک بدوی عرب قبائل سے نمٹنا پڑ رہا تھا۔ کیونکہ آئے روز اُن کی طرف سے کوئی نہ کوئی شرارت ہوتی رہتی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے مقرر کردہ جاسوس آپ ﷺ کو اندرون عرب سے بدوی قبائل کے منصوبوں سے آگاہ کرتے رہتے تھے۔ اس لیے آپ ﷺ اکثر و بیشتر صحابہ کے مختلف گروہوں کو اِن عرب جنگجوؤں کی سرکوبی کے لیے بھیجا کرتے تھے۔ بنو فزارہ کی طرف حضرت ابو بکر صدیق کو مسلمان سواروں کا امیر بنا کر روانہ کیا گیا۔ بنو فزارہ کی طرف سے بغاوت اور مدینہ پہ حملہ کرنے کی اطلاعات موصول ہو رہی تھیں اور اُن کی بروقت سرکوبی بہت ضروری تھی۔ چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو صحابہ کے ایک دستے پہ کماندار مقرر کیا اور وہ بنو فزارہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہو گئے۔

امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں حضرت سلمہ بن اکوع کی وہ روایت بیان کی ہے جس میں اس سریہ کے متعلق کچھ تفصیلات مذکور ہیں۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع نے فرمایا؛

کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی قیادت میں بنوفزارہ کی گوشمالی کے لیے جو دستہ بنوفزارہ کے چشموں کی طرف روانہ ہوا میں اُس دستے میں شامل تھا۔ہم مدینہ سے روانہ ہوئے مگر راستے میں ہم کو دیر ہوگئی جس کی وجہ سے ہم رات گئے بنوفزارہ کے چشموں پہ پہنچے تو ہمارے امیر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ہمیں سونے کی اجازت دے دی اور ہم رات بھر آرام سے سوتے رہے۔صبح کی نماز کے بعد ہم نے بنوفزارہ کے قبیلے کو للکارا اور اُن پہ حملہ کر دیا۔دشمن میں ہمارے مقابلے کی سکت نہ تھی اس لیے تھوڑی دیر مقابلے کے بعد وہ فرار ہونے لگے اور ہم اُن کا تعاقب کرنے لگے اُن میں جو بھی ہمارے قابو آیا ہم نے اُسے قتل کیا اور جو بھاگ گئے اُن کا پیچھا کیا۔میں بھی اُن لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے بنوفزارہ کے بھاگتے لوگوں کا تعاقب کیا میں نے اُن کے دو لوگوں کو قتل کیا اور اِس کے بعد واپس لوٹ آیا جب میں واپس آرہا تھا تو میں نے بنوفزاہ کی عورتوں اور بچوں کو ایک پہاڑ کی کھو میں چھپتے دیکھا۔میں اُن کی طرف لپکا اور میرا خیال تھا کہ اُن کی حفاظت کے لیے اُن کے ساتھ کچھ مرد ہوں گے اس لیے میں نے اُن کو للکارا۔مگر وہاں صرف عورتیں اور بچے تھے جو میری للکار سے سہم گئے تھے میں اُن سب کو ہانک کر حضرت ابوبکرؓ صدیق کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔اُن میں ایک عورت بھی تھی جس کے ساتھ اُس کی نوجوان بیٹی تھی جو بہت حسین تھی میں نے حضرت ابوبکرؓ سے درخواست کی کہ یہ لڑکی مجھے بخش دیں انھوں نے یہ لڑکی مجھے عطا کر دی اور میں اُسے لے کر مدینے چلا آیا۔چونکہ وہ لڑکی بہت حسین وجمیل تھی اس لیے میں نے اُسے ہاتھ تک نہ لگایا تا کہ اُسے بھاری قیمت پہ کسی کے ہاتھ فروخت کر سکوں۔

جب آنحضرت محمد ﷺ کو اس لڑکی کا علم ہوا تو آپ ﷺ مجھے بازار میں ملے اور مجھ سے فرمایا! سلمہ وہ لڑکی مجھے دے دو! مگر میں نے آنحضرت محمد ﷺ سے معذرت کر لی۔اس سے اگلے روز بھی نبی اکرم ﷺ مجھے بازار میں ملے تو آپ ﷺ نے مجھ سے پھر وہی مطالبہ

کیا مگر میں نے پہلے کی طرح معذرت کرلی۔

میں نے دو دفعہ رسول اللہ ﷺ کو انکار کیا تھا جس کا میرے دل میں رنج تھا چنانچہ تیسرے روز میں خود آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ کی زیارت کر سکوں اور اگر آپ ﷺ مجھ سے پھر اُس لڑکی کا مطالبہ کریں تو میں اسے رسول اللہ ﷺ کو سونپ دوں۔تب آپ ﷺ نے پھر مجھ سے وہی مطالبہ کیا اور اب میرے دل کی خوشی بھی یہی تھی چنانچہ میں نے آپ ﷺ سے کہا میں نے وہ لڑکی آپ ﷺ کو دی۔

آپ ﷺ نے میرے لیے دُعا فرمائی۔جب میں اُس لڑکی کو لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا تو آپ ﷺ نے اسے دو صحابہ کے ساتھ مکہ بھیج دیا اور اس کے بدلے مکہ میں اہل قریش کی قید میں مقید کئی نادار اور غریب مسلمانوں کو رہا کرالیا۔

✡ ✡ ✡

شعبان 7 ہجری، بمطابق جنوری 629ء

سریہ تربہ

اسی شعبان میں نبی اکرم ﷺ کو بنو ہوازن کے بگڑے خیالات اور اُن کی شورش سے آگاہ فرمایا گیا ۔غالباً اس کی اطلاع آپ ﷺ کو بنو خزاعہ کے لوگوں نے پہنچائی ہو گی کیونکہ اس علاقے میں وہی آپ ﷺ کے خیر خواہ تھے۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر کو اِن کی سرکوبی کے لیے بھیجا اُن کے ساتھ تیس سوار تھے۔اُن کی منزل بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو نصر بن معاویہ اور اُن کے حلیف بنو جشم بن بکرہ تھے جو مکہ کے قریب تربہ کے ایک مقام پہ رہائش پذیر تھے۔تربہ بنو ہوازن کی ایک بستی تھی جو مکہ مکرمہ سے چار رات کے فاصلے پر اُس راستے پہ واقع تھی جو صنعاء اور نجران کی طرف جاتا تھا ۔آپ ﷺ نے قبیلہ بنو ہلال کے ایک شخص کو لشکر اسلام کا راہبر مقرر کیا اور صحابہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔مسلمانوں کا یہ لشکر دن کو چھپا رہتا اور رات کو سفر کرتا ہوا اپنے دشمن کی طرف رواں تھا ۔مگر شاید وہ بنو ہوازن کے چرواہوں کی نظر میں آ گئے تھے اس لیے جب مسلمان حضرت عمر کی قیادت میں تربہ کے مقام پہ پہنچے تو وہاں کوئی بھی نہ تھا دشمن اپنا علاقہ خالی کر کے بھاگ چکے تھے۔حضرت عمرؓ

نے دورات وہاں قیام کیا اس کے بعد واپسی کا قصد کیا۔صحابہ نے حضرت عمر کو مشورہ دیا کہ قبیلہ خثم یہاں سے قریب ہے کیوں نہ اُن کے خلاف کاروائی کی جائے تاہم حضرت عمر نے انکار کر دیا اور فرمایا آنحضرت محمد ﷺ نے مجھے صرف بنو ہوازن کی طرف بھیجا تھا اس لیے میں اُن کی اجازت کے بغیر کسی اور قبیلے پہ حملہ نہیں کر سکتا۔وہ بخریت واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

حضرت عمر فاروق نے صحابہ کا جو استدلال مسترد کیا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق ہی عمل کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات میں اضافے کو جائز قرار نہ دیتے تھے۔یہی وجہ ہے کہ صحابہ کو اپنے تقویٰ اور اطاعت کی وجہ سے باقی لوگوں پر برتر قرار دیا گیا بلکہ قرآن حکیم کی ایک آیت میں تو انھیں ستارے قرار دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ کائنات کے سب سے اعلیٰ لوگ تھے جس کے بعد کسی زمانے میں بھی اُس طرح کے لوگ پیدا نہ ہوئے۔صحابہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ محبت اور اُن کی اطاعت کے معیار کو پہنچنا تو خیر شاید ممکن ہی نہیں ہم لوگ تو اسلام کے بنیادی شعار سے بھی واجبی سی دلچسپی رکھتے ہیں،اللہ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

✡ ✡ ✡

شوال 7 ھجری بمطابق فروری 629ء

سریہ بنی مرہ

خیبر کی فتح کے بعد علاقے کے امن وامان اور استحکام کے لیے نبی اکرم ﷺ نے بہت سی فوجی مہمات روانہ کیں انھی میں سے ایک مہم کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔آنحضرت محمد ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو مرہ کا قبیلہ جو خیبر کے یہودیوں کا حلیف تھا اُس نے اپنے علاقے میں شورش بپا کر رکھی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کو طلب کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ بنو مرہ کی طرف نکلیں اور تیس سوار اُن کے ہمراہ کر دیئے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ جب دشمن کے علاقے میں پہنچے تب رات کا اندھیرا پھیل رہا تھا اور مسلمان سواروں نے دیکھا کہ وہاں کوئی آدمی نہیں ہے تام اُن کے جانور وہیں قریب ہی چر رہے تھے۔مسلمانوں کو حالات کی سنگینی کا اندازہ نہ ہوسکا کیونکہ اس سے قبل کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ وہ لوگ دشمن کے علاقے میں پہنچے اور دشمن فرار ہوگیا۔اب کے بھی انھوں نے یہی خیال کیا کہ دشمن اُن کے خوف سے فرار ہو چکا ہے مگر صورت حال اس کے برعکس تھی۔دشمن دراصل مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہی آگاہ ہو چکا تھا اس لیے وہ خفیہ

کمین گاہوں میں چھپا بیٹھا تھا۔ مسلمانوں نے جب دیکھا کہ اُن کے مقابلے کے لیے کوئی موجود نہیں تو انھوں نے دشمن کے جانور ہانک لیے اور واپسی کے لیے چل نکلے۔

مگر جب وہ دشمن کی زد میں آئے تو دشمن نے اُن پہ بے پناہ تیر اندازی شروع کر دی جس سے پہلے ہی ہلے میں کئی مسلمان شہید ہو گئے اس لیے کہ وہ ایک اندھے حملے کا شکار ہوئے تھے جس کی وہ توقع نہ کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد البتہ مسلمان سنبھل گئے اور مختلف چیزوں کی آڑ لے کر انھوں نے دشمن پہ جوابی تیر اندازی شروع کر دی تاہم چونکہ دشمن اُن کو نظر ہی نہ آ رہا تھا اس لیے مسلمانوں کی تیر اندازی بے سود ثابت ہوئی جبکہ دشمن کے تیر اندازوں نے اس دوران مزید کئی مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ یہ معرکہ صبح تک جاری رہا اور راہ حق کے مسافر ایک ایک کر کے اللہ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کرتے رہے۔

جب دن کا اجالا ہوا تب تک تیس میں سے انتیس مجاہد خلعت شہادت اوڑھ چکے تھے صرف اُن کے امیر حضرت بشیر بن سعدؓ کی سانسیں چل رہی تھیں اگر چہ وہ بھی زخموں سے چور چور تھے۔ جب دشمن نے دیکھا کہ تمام مسلمان گر چکے ہیں تو وہ اپنی کمین گاہوں سے نکل آئے انھوں نے ایک ایک مسلمان کو دیکھا اور اُن کے ہتھیار اتار لیے۔ اُن میں سے ایک نے حضرت سعد کی پنڈلی پہ بھی اپنی نیام ماری مگر حضرت سعد سانس روکے پڑے رہے۔ جب وہ چلے گئے تو حضرت سعد اٹھے اور اس علاقے کے قریب ہی مسلمانوں کے حلیف ایک یہودی قبیلے میں پناہ حاصل کی اور زخموں کے مندمل ہونے تک وہیں قیام پذیر رہے۔ حضرت زیدؓ نے مسلمانوں پہ گزرے اس سانحے کی اطلاع رسول اللہ ﷺ تک پہنچائی جس سے آپؐ نہایت رنجیدہ ہو گئے۔

✡ ✡ ✡



فوجی مہمات کے اسی تسلسل میں آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت غالب بن عبداللہ لیثی کی قیادت میں ایک سوتیس سواروں کا ایک دستہ دیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ بنوعوال اور بنوعبد بن ثعلبہ کے خلاف کاروائی کریں جنھوں نے اپنے علاقے میں لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسا رکھا ہے اور وہ آتے جاتے قافلوں پہ غارت گری کرتے ہیں۔ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی اپنے سواروں کے ہمراہ رخصت ہوئے اور اُن کی منزل مدینہ منورہ سے ۹۸ کلومیٹر دور نجد کے علاقے میفعہ میں تھی۔ کہا گیا کہ ان کو قبیلہ جہنیہ کی ایک شاخ حرقات کی تادیب کے لیے روانہ کیا گیا تھا۔ کئی روز بعد مسلمانوں کا یہ لشکر اپنی منزل پہ پہنچا تو انھیں آرام کرنے کا موقع بھی نہ ملا اور جنگ شروع ہوگئی۔ اس لیے کہ اُن کا دشمن تیار تھا اور وہ مسلمانوں کے منتظر تھے۔ اللہ کے شیروں نے قبیلہ جہنیہ کے اِن شریروں پہ حملہ کیا اور تھوڑی ہی دیر میں انھیں کھدیڑ کے رکھ دیا اور اب دشمن فرار ہونے کا راستہ تلاش کر رہا تھا پھر وہ بھاگ گئے اور مسلمانوں نے اُن کے تعاقب سے گریز کیا۔ مسلمانوں میں سے صرف چند سواروں

نے دشمن کا تعاقب کیا اور انہیں دور تک بھگایا اور تعاقب کرنے والے انھی لوگوں میں حضرت اسامہ بن زیدؓ بھی شامل تھے انھوں نے نہیک بن مرداس نامی ایک مشرک پہ حملہ کیا تو وہ اپنی سواری سے نیچے آرہا جب اُس نے دیکھا کہ اسامہ اُسے قتل کرنے لگے ہیں تو وہ بلند آواز میں کلمہ توحید پڑھنے لگا مگر اس کے باوجود حضرت اسامہ بن زیدؓ نے اُس شخص کو قتل کردیا تب کئی صحابہ نے انھیں اُن کے اس امر پہ سرزنش کی۔[*40]

مسلمانوں نے اُن کے اونٹ اور بکریاں اکٹھی کیں اور واپسی کے لیے روانہ ہوگئے۔

کئی دن بعد یہ لشکر جب مدینہ میں اترا تو صحابہ نے آنحضرت محمد ﷺ کو اُس واقعے سے آگاہ کیا جو اُن کے دل میں کھٹک رہا تھا۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا یارسول اللہ ﷺ

اسامہ نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے ہمارے سامنے **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللہ** کا اعتراف کیا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کو اس بات سے بہت دکھ پہنچا اور آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا اسامہ کو پیش کرو، جب حضرت اسامہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے اُن سے دریافت کیا کہ صحابہ نے تمھارے بارے میں جو بات مجھے بتائی ہے کیا وہ درست ہے؟

حضرت اسامہ نے اعتراف کیا اور ساتھ ہی کہا؛

یارسول اللہ ﷺ مگر اُس نے تو محض موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔

نبی اکرم ﷺ کے چہرے پہ غم و غصے کے آثار تھے جنھیں تمام ہی صحابہ نے محسوس کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا!

افلا شقت عن قلبه حتى تعلم من اجل ذالك قالها ام لا!

کیا تم نے اُس کا دل چیر کے دیکھ لیا تھا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا!

حضرت اسامہ کہتے ہیں:

کہ اس کے بعد آنحضرت محمد ﷺ نے مجھ سے کچھ نہیں کہا مگر اُن کے چہرے سے اُس ملال کا اندازہ لگانا مشکل نہ تھا جو اُن کو میرے اس عمل سے پہنچا تھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ وہاں اٹھ کر تشریف لے گئے اور آپؐ کے لب پہ وہی الفاظ تھے جو انھوں نے مجھ سے کہے تھے اور آپ ﷺ نے ان الفاظ کو کئی مرتبہ دہرایا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھ پہ دکھ کا ایک پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا اور میں نے خواہش کی کہ کاش میں آج سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا بلکہ آج ہی میں مسلمان ہوتا کیونکہ اس طرح میں اُس واقعے کا موجب نہ بنتا جس کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچی تھی۔

یاد رہے کہ نبی اکرم ﷺ حضرت اسامہ بن زید کے اس عمل پر جس ردعمل کا اظہار کیا تھا وہ دین اسلام کے مزاج کا عکس ہے۔ آج کا انسان دوسرے انسان کے شر سے پناہ مانگتا ہے اور جینوا کنونشن میں اُن اخلاقیات کو مرتب کرتا ہے جس کو حربی اخلاقیات کہا جا سکتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسان کا دل اندر سے نہ بدلے کوئی جینوا کنونشن اُس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیوں کہ حربی اخلاقیات کا پہلا درس انسانیت کو اسی در سے حاصل ہوا ہے جس در سے اُسے مکمل فلاح کا پیغام عطا کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کو ہمیشہ فرمایا کہ کسی ضعیف دشمن کو قتل مت کرو، عورت کو قتل نہ کرو، بچوں کو قتل نہ کرو، دشمن کے علاقے میں اُن کی کھیتیاں برباد مت کرو، کسی زخمی کو قتل مت کرو، دشمن کے درخت مت کاٹو، غیر حربی لوگوں سے اعراض برتو، جو ہتھیار ڈال دے اُسے قتل مت کرو۔ غرض حربی اخلاقیات کا جو تصور اہل اسلام نے پیش کیا ہے جینوا کنونشن یا اس طرح کی دیگر انسانی کوششیں محض جہد عبث ہیں کیونکہ دوسری جنگ عظیم میں کئی کروڑ انسانوں کے قتل کے بعد لوگوں کو یہ خیال آیا کہ انسان کو مکمل غارت گری سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ اُسے کچھ حربی اخلاقیات کا پابند بنایا جائے۔ تب اقوام عالم نے جینوا کنونشن کے نام سے حربی اخلاقیات کا ایک قاعدہ مرتب کیا مگر پھر لوگوں نے دیکھا کہ وہی لوگ جنھوں نے یہ حربی اخلاقیات مرتب کیں انھی نے سب سے زیادہ انھیں پامال کیا

۔میرا اشارہ مغرب کی طرف ہے یاد رہے کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اپنی ریاست کے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے لیے اس جینوا کنونشن کے بعد دنیا کے اسی ممالک میں اپنی فوجیں اتار چکا ہے اور وہاں مختلف حیلوں بہانوں سے براجمان ہے حالانکہ یہ بات بالکل صاف ہے کہ اس کا مقصد انسانیت کی فلاح نہیں بلکہ دراصل امریکہ کی فلاح ہے اور اُس کا عمومی ہدف مسلمان ممالک ہیں خود پاکستان بھی اُس کی اس شیطانی یلغار سے محفوظ نہیں اللہ ہم کو ہدایت سے نوازے ۔آمین

✡ ✡ ✡

شوال 7 ہجری، بمطابق مارچ 629ء

سریہ عبداللہ بن رواحہؓ

یہودی روز اول سے نبی اکرم ﷺ کی عداوت میں شدید تھے اس لیے انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی ۔ وہ ایسے سانپ کی مانند تھے جو اکثر اوقات مسلمانوں کی قوت کے خوف سے اپنے بل میں چھپا رہتا مگر موقع ملتے ہی اپنے بل سے باہر نکلتا اور مسلمانوں کو ڈسنے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ اس طرح کی ذہنیت سے بچنے کے لیے ضروری تھا کہ ہر لمحہ چوکنا رہا جائے۔ اس لیے نبی اکرم ﷺ کا جاسوسی کا مربوط نظام ہر وقت متحرک رہا کرتا اور نبی اکرم ﷺ تک دشمن کی ہر طرح کی خبریں پہنچتی رہتیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو اطلاع ملی کہ یہودیوں کا ایک سردار یسیر بن رزام بدوی عرب قبائل کے ساتھ مل کے مدینہ پہ حملہ کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں اُسے بنو غطفان کی حمایت حاصل ہو چکی تھی۔ اس سے قبل نبی اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کی قیادت میں ایک مہم بنو غطفان کے اُن لوگوں کی طرف بھیجی تھی جنھوں نے یہودیوں کے ساتھ الحاق کر لیا تھا اور حضرت علیؓ اُن کو منتشر کرنے میں کامیاب رہے تھے۔ اس کے بعد نبی اکرم

ﷺ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کوطلب کیا اور اُن سے فرمایا یہودیوں کی طرف نکلو اور اُن سے کہو ہم نے تمھارے اتحادی بھگا دیئے ہیں اب تمھارا کیا خیال ہے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ساتھ تیس سوار تھے۔

یہودیوں کے سردار یسیر بن رزام کے لیے یہ ایک بری خبر تھی چنانچہ اُس نے کہا میں مذاکرات پہ راضی ہوں۔ پھر نہ جانے اُس کے دل میں کیا آئی اُس نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ سے کہا ٹھہرو میں تمھارے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتا ہوں۔ اُس نے بھی تیس سوار اپنے ساتھ لیے اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایک تو اُس کا یوں اچانک ہی اٹھ کے چل دینا دوسرا مسلح ساتھیوں کو ساتھ لینا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو چونکا دینے کے لیے کافی تھا۔

اس لیے انھوں نے اپنے ساتھیوں سے کہہ دیا تھا رات کو کوئی نہ سوئے مجھے اِن لوگوں کی نیت پہ شبہ ہے۔ چنانچہ سفر کی پہلی رات ہی یہودیوں کی خباثت کھل کر سامنے آ گئی مسلمانوں نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ غفلت کی نیند سو رہے ہیں مگر حقیقت میں وہ پوری طرح بیدار اور چوکنے تھے اس لیے جونہی یہودیوں نے مسلمانوں پہ حملہ کیا مسلمان کسی چیتے کی طرح اٹھے اور انھوں نے یہودیوں کو اپنی تلواروں پہ رکھ لیا۔

یہودیوں کے لیے یہ ردعمل غیر متوقع تھا اس لیے وہ بوکھلا گئے اور ایک ایک کر کے مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونے لگے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ساتھی خوب بے جگری سے لڑے اور انھوں نے تمام یہودیوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے ساتھیوں کو پکار کے کہا!

ان کے سردار کو زندہ گرفتار کرنا۔

اور انھوں نے یسیر بن رزام کو زندہ گرفتار کر لیا اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی ذہنیت تاریخ کے کسی بھی دور میں تبدیل

نہیں ہوئی اور وہ ہمیشہ کجی کی راہ کے مسافر ہی رہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ مدینہ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو یہودیوں کی غداری سے آگاہ کیا اور اُن کے قتل کا ماجرہ بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے اُن کے سرغنہ یسیر بن رزام کو قتل کر دیا گیا اور یہ فتنہ فرو ہوا جس کا پس منظر یہودیوں کی پست ذہنیت پہ دلیل ہے۔ یہودیوں اس طرح کی سرگرمیاں دراصل اُس ذلت کا ردعمل تھیں جس سے انھیں مسلمانوں کے مقابل دوچار ہونا پڑا تھا اگرچہ فتح خیبر کے بعد اُن کی کمر ٹوٹ چکی تھی اس کے باوجود کبھی کبھی اُن کی طرف سے بغاوت کی کوئی نہ کوئی اطلاع آتی ہی رہتی جس سے مسلمان آسانی کے ساتھ نمٹ لیتے کہ وقت کا دھارا اب اسلام کے حق میں ہو چکا تھا اور اسلام خطہ عرب کی سب سے بڑی طاقت بنتا جا رہا تھا آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد اس امر میں کسی کو شک وشبہ نہ رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

ذیقعدہ 7 ھجری، بمطابق اپریل 629ء

سریہ یمن وجبار

خیبر کی فتح کے بعد مسلمانوں کو پے در پے مہمات درپیش تھیں جن کا مقصد ریاست مدینہ کو استحکام فراہم کرنا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کو جہاں کہیں سے بھی شورش کی اطلاع ملتی نبی اکرم ﷺ مجاہدین کو وہاں روانگی کا حکم دیتے۔ اس لیے کہ یہودیوں کے سرنگوں ہونے کے بعد جزیرۃ العرب میں اب اسلام کے مقابل صرف بدوی عرب ہی سر اٹھائے ہوئے تھے۔ اگرچہ اُن کے سرخیل اہل قریش بھی مسلمانوں سے معاہدہ کرنے کے بعد امن میں تھے اور اُن کی خواہش تھی کہ یہ امن کچھ دیر قائم ہی رہے اس لیے کہ وہ خود کو اس قابل نہ پاتے تھے کہ مسلمانوں سے مقابلہ کرسکیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ علاقہ بھر میں فوجی مہمات بھیجنے میں مصروف تھے اس لیے کہ آپ ﷺ جانتے تھے کہ اگر خیبر کی فتح سے حقیقی فوائد حاصل کرنے ہیں تو اُن بدوی عربوں کو بھی سرنگوں کرنا ہوگا جن کے دلوں میں یہودیوں کی شکست کا دکھ تھا کیونکہ اِن میں سے بہت سے بدوی قبائل کی معاش صدیوں سے اہل خیبر ہی سے وابستہ چلی آئی تھی۔ مگر پھر نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے اہل عرب

میں ناقابل تسخیر سمجھے جانے والے خیبر کے قلعوں کو فتح کر لیا تو یہ بدوی عرب بھڑک اٹھے تھے۔ اگرچہ اِن بدوی قبائل کو یہ ادراک حاصل تھا کہ یہودیوں کی شکست کے بعد اب وہ کبھی مسلمانوں کے خلاف کوئی بڑا معرکہ نہیں لڑ سکتے اور نہ ہی انھیں کوئی بڑی فتح حاصل ہو سکتی ہے تاہم انھوں نے مقامی سطح پر مسلمانوں کے مفادات کے خلاف محاذ گرم کر رکھا تھا اور وہ آتے جاتے قافلوں کو لوٹتے رہتے تھے۔

اسی اثناء نبی اکرم ﷺ کے ایک جاسوس حضرت حسیل بن نویرہ نے نبی اکرم ﷺ کو مطلع کیا کہ عینیہ بن حصن فزاری نے بنو غطفان کے نوجوانوں کو اکٹھا کر رکھا ہے اور وہ مدینہ کی چراگاہوں پہ غارت ڈالنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر سے مشاورت کے بعد حضرت بشیر بن سعد انصاری کو تین سو مجاہدین پہ امیر مقرر کیا اور انھیں جبار کے علاقے کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا جو بنو عذرہ اور بنو فزارہ کا علاقہ تھا۔ مجاہدین اسلام مدینہ سے نکلے اور یمن و جبار کی بستیوں سے گزرتے ہوئے سلاح نامی بستی میں اترے۔ دشمن مسلمانوں کی آمد کی اطلاع پا کر منتشر ہو چکے تھے اور وہاں اُن کے صرف جانور تھے جن پہ مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔

پھر وہ واپسی کے لیے روانہ ہوئے اُن کے ہاتھ دشمن کا ایک جاسوس لگا جس کو قتل کر دیا گیا۔ راستے میں اُن کی مڈبھیڑ عینیہ کے کچھ لوگوں کے ساتھ ہوگئی تھوڑی دیر مقابلے کے بعد وہ لوگ بھاگ نکلے مسلمانوں نے اُن میں سے دو کو گرفتار کر لیا جنھوں نے مدینہ پہنچ کے اسلام قبول کر لیا۔

مسلمانوں کا یہ لشکر بخیر و عافیت مدینہ پہنچ گیا۔

✡ ✡ ✡

ذیقعدہ 7 ہجری، بمطابق اپریل 629ء

سریہ غابہ

امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت سلمٰی بن ابی حدرد بن الاسلمی کے حوالے سے ایک طویل روایت بیان کی ہے جس میں سریہ غابہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔ مورخین میں سے علامہ ابن کثیر نے البدایہ و النہایہ میں سلمٰی بن ابی حدرد کے حوالے سے اس معرکے کی تفصیلات درج کی ہیں۔ ہم تک پہنچنے والی تفصیلات کے مطابق ابی حدرد نے کہا کہ میں مدینہ پہنچا اور آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرا مقصد یہ تھا کہ میں نبی اکرم ﷺ سے ایک معاملے میں اعانت طلب کروں۔ اور وہ معاملہ یہ تھا کہ میں نے حال ہی میں ایک عورت سے نکاح کیا تھا اور مجھے اُس کا مہر ادا کرنا تھا۔ چنانچہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے نکاح کیا ہے میری مدد فرمایئے۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے پوچھا؟ تم نے مہر کیا مقرر کیا ہے۔

میں نے جواب دیا دوسو درہم یارسول اللہ ﷺ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا دوسو درہم تو بہت ہوتے ہیں اس کے بعد آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد مجھ سے فرمایا؛

اس وقت تو تمھیں دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں مگر کچھ دن رُک جاؤ اللہ تعالیٰ کوئی نہ کوئی صورت پیدا کر دے گا۔

حضرت ابی حدرد سلمٰی فرماتے ہیں کہ میں اُس وقت رسول اللہ ﷺ کی معیت میں مسجد نبوی ہی میں بیٹھا تھا جب لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو آگاہ فرمایا کہ بنو جشم کا قبیلہ رفاعہ بن قیس کی قیادت میں مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے اور اُس کی خواہش ہے کہ قبیلہ قیس بھی اُن کے ساتھ مل جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا۔ دو اور مسلمانوں کو میرے ساتھ نکلنے کا حکم دیا اور فرمایا تم لوگ جاؤ اور غابہ کے مقام پہ مقیم دشمن کے بارے میں اطلاعات حاصل کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں سواری کے لیے جو اونٹنی دی وہ اتنی لاغر اور عمر رسیدہ تھی کہ ہم میں سے ایک ہی آدمی اُس پہ سوار ہوا اس کے باوجود اُس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا ہم نے اُسے پیچھے دھکیل کر اٹھایا تو وہ بمشکل اٹھی اور ہم لوگ اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئے۔

جب ہم اپنی منزل پہ پہنچے تو رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔

میں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا تم مشرق میں کہیں چھپ جاؤ اور دوسرا مغرب میں کہیں چھپ جائے خود میں اُس لشکر کے جنوب میں تھا۔

میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا؛

جب تم میرا نعرہ تکبیر سنو تو اور مجھے دشمن میں گھستا دیکھو اور ایک پل بھی انتظار نہ کرنا اور بلند آواز سے تکبیر کہتے ہوئے دشمن پہ ٹوٹ پڑنا۔ پھر رات کا اندھیرا مکمل پھیل گیا اور میں نے دیکھا کہ بنو جشم کا سردار رفاعہ بن قیس اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ اُس طرف آ رہا ہے جہاں میں چھپا

ہوا تھا میں اُن کی آوازیں صاف سن رہا تھا۔غالباً اُن کا کوئی چرواہا ابھی تک واپس نہیں پہنچا تھا جس کی وجہ سے وہ لوگ پریشان تھے اُن کا سردار کہہ رہا تھا تم لوگ اپنے خیموں میں چلے جاؤ میں اُس کو دیکھتا ہوں۔

اُس کے لوگوں نے کہا؛

ہم دشمن کے علاقے میں ہیں اور تمھارا یوں تنہا نکلنا مناسب نہیں۔

مگر اُس نے اپنے لوگوں کو ڈانٹ دیا اور کہا؛

میں نے جو کہا ہے وہی کرو۔

چنانچہ رفاعہ بن قیس تو میری جانب بڑھنے لگا جبکہ اُس کے ساتھی واپس لوٹ گئے جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ میرا نشانہ خطا نہ جائے گا تو میں نے اُس پہ تیر چلا دیا جو سیدھا اُس کے دل میں پیوست ہو گیا اور اُس کے حلق سے آواز تک نہ نکلی میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ تڑپے اور آوازیں نکالے اور اُس کے لوگ یہ آوازیں سن کر لوٹ آئیں اس لیے میں فوراً ہی اُس کے سر تک جا پہنچا اور اپنی تلوار سے اُس کا سر کاٹ دیا۔

اس کے بعد میں نے نعرہ تکبیر لگایا اور دشمن کی کمین گاہ کی طرف دوڑا۔

اور اس سے قبل کہ دشمن کچھ سمجھتا میں نے اُن پہ حملہ کر دیا میرے ساتھی جب بلند آواز سے نعرے لگاتے ہوئے مختلف سمتوں سے برآمد ہوئے تو دشمن نے جانا کہ انھیں گھیر لیا گیا ہے اور ہر طرف سے اُن پہ حملہ ہو رہا ہے اندھیرے کی وجہ سے وہ ہماری تعداد کو نہیں جانتے تھے کہ ہم صرف تین ہی ہیں ہم تینوں نے جب یک بارگی اُن پہ حملہ کیا اور اُن کے کئی آدمی مارے گئے تو اُن میں بھگدڑ مچ گئی اور سارے کا سارا قبیلہ ہی بھاگ اٹھا۔

ہم نے اُن کے جانوروں کو ہانک لیا اور مدینہ آ پہنچے۔

واپسی پہ میں نے رفاعہ بن قیس کا سر بھی اٹھا لیا ہم مدینہ پہنچے اور ہم نے نبی اکرم ﷺ کو سارے واقعے سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ بہت خوش ہوئے اور ہمارے لیے دعائے خیر فرمائی

۔مال غنیمت میں سے نبی اکرم ﷺ نے مجھے تیرہ اونٹ عطا فرمائے جنھیں بیچ کر میں نے اپنی بیوی کا مہر ادا کیا اور اسے اپنے گھر لے آیا۔

✡ ✡ ✡

گزرتے ماہ و سال نے اسلام کو تقویت دی اور
اسلام کے دشمنوں کے حصے میں ضعف آیا جس کا
لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اسلام عرب بھر میں پھیلتا چلا گیا
کیونکہ عرب صرف طاقت کی زبان سمجھتے تھے اور اب
مسلمان اس قابل ہو چکے تھے کہ اُن سے انھی کی
زبان میں بات کریں۔

ذیقعدہ 7 ہجری، بمطابق اپریل 629ء

عمرہ قضاۃ

اہل مکہ کی قلبی شقاوت کے باعث سات سال قبل نبی اکرم ﷺ نے مکہ کو خیر باد کہا اور اپنا رخ اُن لوگوں کی طرف کر لیا جن کے دل آپ ﷺ کی محبت سے جگمگا رہے تھے۔ اہل مدینہ اپنے عہد میں پختہ نکلے اور انھوں نے اپنے خون سے اُس محبت کا عملی ثبوت پیش کیا جس کا اُنھوں نے دعویٰ کیا تھا۔ شہر مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کے گرد محبت کرنے والے لوگوں کا ہجوم ہمہ وقت موجود رہتا اور زندگی کی دیگر خوشیاں اور مسرتیں بھی مسلمانوں کو اس شہر میں حاصل تھیں۔ مگر اپنے وطن کی کسک کبھی اُن کے دلوں سے جدا نہ ہوئی تھی۔ وہ شہر جس کی گلیوں میں نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب کے بچپن اور جوانی کے ایام گزرے تھے اُن کا تصور آنکھوں کو نمی سے بھر دیتا تھا۔ حرم پاک کی وہ سنہری دوپہریں اور صحن حرم کے گرد گھنے درختوں کے نیچے قبائل عرب کی وہ مجالس اور اُن کی رونقیں کبھی بھی اُن کے دلوں سے محو نہ ہو سکی تھیں۔ وادئ مکہ کے گرد پھیلے پہاڑوں کے چشمے حتیٰ کہ اُن وادیوں میں اگنے والی گھاس کی خوشبو بھی اُن کو اب تک اپنی سانسوں میں مہکتی محسوس ہوتی تھی۔ اس لیے رسول

اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی شہر مدینہ میں اگر چہ بظاہر خوش اور مطمئن نظر آتے تھے مگر اپنے آبائی وطن سے جدائی کا دکھ ایک انجانے مگر درد کی ٹیس لیے ہوئے کسی مضبوط احساس کی طرح اُن کے رگ و پے میں لہریں لیتا رہتا تھا اگر چہ وہ ایک دوسرے سے اس کا تذکرہ نہ کرتے تھے اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ اس طرح اُن کا دکھ سوا ہو جائے گا۔

سات سال تک وہ گزرتی بہاروں اور ویران خزاؤں میں اپنے وطن کی خوشبو کھوجتے رہے مگر لاکھ کوشش کے باوجود اُن کو اِن بہاروں میں اپنے وطن کی مہک کبھی محسوس نہ ہوئی۔ پھر ایک دن انھیں اس خوشی بھری خبر سے نوازا گیا کہ تیاری کرلو ہم عمرے کے لیے مکہ جائیں گے تو مہاجرین مکہ کی تو جیسے نیندیں ہی اُڑ گئی ہوں اُن کے خواب سہانے ہو چکے تھے اور ابھی سے اُن کی آنکھیں اُن منظروں کو ترسنے لگیں تھیں جن کو دیکھے ایک مدت گزر گئی تھی وہ تصور ہی تصور ہی میں اپنے شہر کی اُن گلیوں کو محسوس کرنے لگے تھے جن میں اُن کے بچپن اور جوانی کے سنہری ایام بسر ہوئے تھے۔ یہ ذیقعدہ چھ ہجری کی بات ہے جب مسلمان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شہر مکہ کے لیے روانہ ہوئے مگر اہل مکہ نے انھیں شہر سے باہر ہی روک لیا اور اُن کو شہر میں داخل نہ ہونے دیا گیا نبی اکرم ﷺ چونکہ جنگ کے ارادے سے نہ نکلے تھے اس لیے اہل قریش اور مسلمانوں کے مابین ایک معاہدہ طے پا گیا جس کو مورخین نے صلح حدیبیہ کے نام سے تاریخ کے صفحات میں رقم کیا۔ اس کی پوری تفصیلات چھ ہجری کے واقعات تحریر کرتے ہوئے ہم لکھ چکے ہیں چنانچہ اسی معاہدہ کی رو سے نبی اکرم ﷺ ذیقعدہ سات ہجری کو اپنے اصحاب کے ساتھ ایک بار پھر اپنی محبتوں کی تکمیل کے اُس سفر پہ روانہ ہوئے جو گزشتہ سال پورا نہ ہو سکا تھا اور اسی کو مورخین نے عمرہ قضاۃ کا نام دیا ہے۔

امام برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ!

مورخین نے عمرے کے اس سفر کو چار نام دیئے ہیں۔

عمرہ قضیہ، عمرہ قصاص، عمرہ قضاۃ اور عمرہ صلح۔

امام ابوالقاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی الروض الانف میں لکھتے ہیں کہ عمرہ قصاص ہی زیادہ

مناسب ہے اس لیے کہ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ

القرآن الحیکم (سورۃ القرۃ۲ ؛ آیات۱۹۴)

ترجمہ؛

حرمت والا مہینہ ہے بعوض حرمت والے مہینے کے اور یہ حرمتیں تو عوض معاوضہ کی چیزیں ہیں"۔ [41*]

✡✡✡✡✡✡✡

غزوہ خیبر میں فتح کے بعد نبی اکرم ﷺ نے معاہدے کے مطابق سال پورا ہونے کا انتظار کیا اور جب ذیقعدہ کا مہینہ آیا تو آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا سب لوگ تیاری کرلو ہم عمرے کے لیے مکہ مکرمہ روانہ ہوں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا گزشتہ سال جو میرے ساتھ نکلا تھا اُن میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ سوائے اُن لوگوں کے جو غزوہ خیبر میں شہید ہو چکے تھے یا اپنی طبعی موت کا شکار ہو چکے تھے باقی تمام لوگ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے۔ چھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چودہ سو صحابہ تھے جبکہ سات ہجری میں عمرہ کی نیت سے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دو ہزار افراد نکلے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے۔ مدینہ میں نادار صحابہ کی ایک تعداد بھی موجود تھی جنھوں نے نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ آپؐ ہماری مدد فرمائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے دیگر صحابہ کو حکم دیا اپنے اِن نادار بھائیوں کے لیے بھی زادِراہ کا اہتمام کرو۔

کچھ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ

ہم تو خود تنگ دستی کا شکار ہیں ہم اِن لوگوں کی مدد کس طرح کریں۔

نبی اکرم ﷺ نے جواب دیا؛

اپنے ہاتھ کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مت روکا کرو خرچ کرو خواہ آدھی کھجور ہی کیوں نہ ہو ۔چنانچہ صحابہ نے اپنے ساتھیوں کی مدد کی اور یوں دو ہزار افراد پہ مشتمل یہ قافلہ اپنی منزل کی طرف روانہ ہوا۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابورہم غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔[42*]

نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق صحابہ نے اس حوالے سے بھی پوری تیاری کی تھی کہ شاید انھیں قریش سے جنگ کرنی پڑ جائے کیونکہ گزشتہ سال قریش نے مسلمانوں کو شہر مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا تھا۔چنانچہ جنگی ساز و سامان اور گھوڑوں کو تیار کیا گیا اور انھیں بشیر ابن سعد کی قیادت میں پہلے روانہ کر دیا گیا حضرت بشیر بن سعد کو ہتھیاروں کی ذمہ داری سونپی گئی اور حضرت محمد بن ابی مسلمہ کے ذمہ گھوڑوں کی ذمہ داری تھی۔ نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ جب ذوالخلیفہ کے مقام پہ پہنچے تو خود صحابہ کے ساتھ قیام کیا مگر حضرت بشیر بن سعد اور حضرت محمد بن ابی مسلمہ کو سامان حرب سمیت مکہ کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے ذوالخلیفہ سے احرام باندھا۔[43*]

یہاں پہ کچھ صحابہ نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا؟

یارسول اللہ ﷺ !

اہل قریش سے ہم نے جو معاہدہ کیا ہے اُس کے مطابق تو ہم اپنے ساتھ جنگی ہتھیار نہیں لے جا سکتے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جواب دیا۔

ہتھیار تو محض اپنی حفاظت کے نقطہ نظر سے ساتھ لیے گئے ہیں اور اگر قریش نے ہم سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا تو ہم یہ ہتھیار شہر مکہ سے باہر ہی کہیں رکھیں گے اور معاہدے کے مطابق صرف آدمی کے لباس کی تلوار ہی ہمارے ساتھ ہو گی۔

صحابہ نبی اکرم ﷺ کے اس جواب سے مطمئن ہو گئے۔

آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے ساتھ اونٹ تھے نبی اکرم ﷺ نے ناجیہ بن جندب اسلمی نے کو حکم دیا اِن اونٹوں کی حفاظت تمھارے ذمہ ہے۔ناجیہ بن جندب اسلمی نے اپنی معاونت کے لیے کئی انصاری لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا اور انھوں نے ہدی کے اِن جانوروں کے گلے میں قلاوے ڈال دیئے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے احرام باندھا اور تلبیہ کہی

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ

صحابہ نے محبت والفت کے اس ترانے میں آپ ﷺ کا ساتھ دیا اور اس بلند آہنگ سے تلبیہ کے یہ الفاظ دہرائے کہ زمین وآسمان مسرور ہو گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہ گھوڑوں کے ساتھ اور حضرت بشیر بن سعد جب حربی ہتھیاروں کے ساتھ مہر الظہر ان میں اترے تو انھیں دیکھنے کے لیے قریش کے بہت سے لوگ موجود تھے۔اہل قریش نے جب چست وچابک اچھلتے گھوڑوں اور چمکتے ہتھیاروں کے انبار دیکھے تو وہ مکہ کی طرف دوڑے اور اہل قریش سے کہا؛

شاید مسلمان مکہ پہ حملہ کرنا چاہتے ہیں۔

شہر مکہ کے بزرگوں نے اُن سے کہا؛

ہم تو یہ جانتے ہیں کہ محمد کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے۔

حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت بشیر بن سعد نے اہل قریش کو بتایا کہ کل رسول اللہ ﷺ بھی یہاں پہنچ جائیں گے۔قریش کو اسلحے کے اس انبار سے تشویش لاحق تھی جو مسلمان اپنے ساتھ لے کر آئے تھے اس لیے اگلے روز جب نبی اکرم ﷺ اس مقام پہ اپنے اصحاب کے ساتھ اترے تو فوراً ہی قریش کا ایک وفد آپ ﷺ کی طرف روانہ ہو گیا جس میں مکرز ابن حفص اور سہیل بن عمرو بھی شامل تھے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

اے محمد بن عبداللہ (ﷺ) ہم نے تو ہمیشہ آپ کو عہد کا پابند پایا ہے غدر اور عہد شکنی کبھی آپ کا شیوہ نہیں رہی اور ہم تو معاہدے پہ قائم ہیں اور ابھی اس معاہدے کی مدت بھی باقی ہے پھر آپ اپنے ساتھ اس قدر سامانِ حرب کیوں لائے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن لوگوں کو جواب دیا؛

ہم انشاء اللہ عہد کی پابندی کرنے والے ہیں اور ہم عہد کے مطابق میان میں بند اُس تلوار کے ساتھ ہی حرم پاک میں داخل ہوں گے جو ہمارے لباس کا حصہ ہے اِن ہتھیاروں کو شہر سے باہر ہی رکھا جائے گا۔اہل قریش مطمئن ہو گئے اور مکہ جا کر لوگوں سے کہا مسلمان اپنے عہد پہ قائم ہیں اور فکر کی کوئی بات نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت اوس بن خولیٰ کو طلب کیا اور دو سو لوگوں کو اُن کے ماتحت کیا اور فرمایا تم لوگ ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے یہیں مقام یاجج پہ موجود رہو گے۔

اس کے بعد چار ذوالحجہ کی صبح کو نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ شہر مکہ کی طرف روانہ ہوئے آپ ﷺ اپنی اونٹنی قصویٰ پہ سوار تھے آپ ﷺ اُس گھاٹی سے شہر مکہ میں وارد ہوئے جو حجون کی طرف سے نکلتی ہے اور اسی گھاٹی کو ثنیہ کداء بھی کہا جاتا ہے۔مسلمانوں کی تلبیہ بلند آہنگ سے جاری تھی اس لیے وہ اہل قریش کی سماعت سے پہلے ٹکرائی اور مسلمان انھیں بعد میں نظر آئے۔

قریش چونکہ مسلمانوں سے نفرت کرتے تھے اس لیے انھوں نے شہر کو تقریباً خالی کر دیا تھا وہ وادیٔ کے ایک طرف قدرے بلند ایک چوٹی قیقعان پہ موجود تھے اور مسلمانوں کو حرم پاک میں داخل ہوتا دیکھ رہے تھے اور وہ جانتے تھے کہ یہ بہرحال اُن کی شکست کا نقطہ آغاز ہے۔اُن کے دل میں روز بدر کی ہزیمت ابل رہی تھی اور وہ مقتولین بدر کی رائیگاں قربانی کو یاد کر رہے تھے کہ مسلمان تمام تر مخالفتوں کے باوجود آج حرم پاک میں آ اترے تھے اور یہ اُن کی ایک بڑی

کامیابی تھی۔صحابہ نبی اکرم ﷺ کی سواری کو گھیرے ہوئے تھے نبی اکرم ﷺ کی اونٹنی کی مہار حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں تھی۔

اور اُن کی زبان پہ یہ اشعار تھے۔

خَلُّوا بَنِیْ الْکُفَّارِ عَنْ سَبِیْلِہٖ
خَلُّوْا فَکُلُّ الْخَیْرِ فِیْ رَسُوْلِہٖ

اے کافر کی اولادو! رسول اللہ ﷺ کا رستہ چھوڑ دو، آپ ﷺ کے رستے سے ہٹ جاؤ اس لیے کہ تم نہیں جانتے کہ تمام بھلائیاں رسول اللہ ﷺ کی ذات میں مجتمع ہو گئی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

یَا رَبِّ اِنِّیْ مُؤْمِنٌ بِقِیْلِہٖ
اَعْرِفُ حَقَّ اللّٰہِ فِیْ قَبُوْلِہٖ

اے میرے رب! میں آپ کی ہر بات پہ ایمان لاتا ہوں اور اسے قبول کر کے ہی حق سے آشنائی حاصل کرتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

نَحْنُ قَتَلْنَاكُمْ عَلٰى تَاوِيْلِهٖ
كَمَا قَتَلْنَاكُمْ عَلٰى تَنْزِيْلِهٖ

ہم تم سے قرآن کے حکم سے جنگ کریں گے جس طرح ہم نے تم سے اس کے نازل ہونے پہ جنگ کی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ضَرْبًا يُزِيْلُ الْهَامَ عَنْ مَقِيْلِهٖ
وَيُذْهِلُ الْخَلِيْلَ عَنْ خَلِيْلِهٖ

ہم تمھیں ایسی ضرب لگائیں گے جو کھوپڑی کو سونے کی جگہ سے الگ کردے گی اور دوست کو دوست سے جدا کردے گی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت عبداللہ بن رواحہ جب یہ اشعار کہہ رہے تھے تو حضرت عمر بن خطاب آگے بڑھے اور اُن جھڑک دیا اور کہا، تمھیں شرم نہیں آتی رسول اللہ ﷺ کے سامنے اشعار پڑھتے ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، عمر رُک جاؤ۔

اور حضرت عبداللہ بن رواحہ سے فرمایا، کہتے رہو۔

پھر حضرت عمر کی طرف مڑے اور فرمایا، یہ اشعار تو اُن کے لیے تیروں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔

نبی اکرم ﷺ حرم پاک میں تشریف لے گئے۔

بیت اللہ کا طواف کیا حجر اسود کو بوسہ دیا۔ [44*]

طواف کے بعد نبی اکرم ﷺ بیت اللہ شریف میں داخل ہوئے اور بہت دیر تک وہاں عبادت میں مصروف رہے حتیٰ کہ حضرت بلالؓ نے بیت اللہ کی چھت سے ظہر کی اذان دی۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے ساتھ نماز ظہر ادا کی۔ صحابہ عمرہ کے دیگر فرائض ادا کرنے میں مشغول گئے جس میں صفا ومروہ کی سعی شامل تھی۔ تب قیعقان کی پہاڑی سے مسلمانوں کے خلاف دل میں حسد کی جلتی آگ کی بنا پر کسی قریشی نے لوگوں سے کہا؛

اب تمھارے سامنے ایک ایسی قوم آئے گی جسے یثرب کے بخار نے چاٹ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حرم پاک میں نبی پاک ﷺ کو اہل قریش کے اس خیال سے آگاہ فرمایا تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو رمل کا حکم دیا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ صحابہ صفا مروہ کی سعی کے دوران پہلے تین چکروں میں سینہ باہر نکالے اکڑ کر تیز تیز چلتے ہوئے سعی کریں۔

"**سبل الھدیٰ**" میں لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے یوں فرمایا تھا۔

رَحِمَ اللّٰہُ امْرَأً اَرَاھُمُ مِنْ نَفْسِہٖ قُوَّۃً

اللہ تعالیٰ اُس شخص پہ رحم فرمائے جو کفار کے سامنے اپنی قوت و طاقت کا اظہار کرے۔

✡✡✡✡✡✡✡

چنانچہ صحابہ نے صفاء مروہ کی سعی نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق کی اور قریش ششدر رہ گئے تب لوگ اُس شخص کو طعن کرنے لگے جس نے انھیں خبر دی تھی کہ مسلمانوں کو یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ حضرت بلال اپنی پُر سوز آواز میں بیت اللہ کی چھت سے اذان دے

رہے تھے اور کفار قریش کے سینے پہ سانپ لوٹ رہے تھے آخر اُن سے نہ رہا گیا اور عکرمہ بن ابی جہل بول ہی اٹھا۔

اللہ نے میرے باپ پہ احسان فرمایا کہ وہ اس منظر کو دیکھنے سے پہلے ہی گزر گیا۔

صفوان بن امیہ نے کہا؛

اللہ نے میرے باپ پہ احسان کیا کہ وہ اس آواز کے گونجنے سے پہلے ہی زمین پوش ہو گیا۔

خالد بن اسید نے کہا؛

اللہ کا شکر ہے کہ میرے باپ اسید نے اس سیاہ حبشی کو بیت اللہ کی چھت پہ ہینگتے ہوئے نہیں دیکھا اور زمین کو اوڑھ لیا۔[45*]

یہ قریش کے دلوں کے وہ آبلے تھے جو پھٹے تو اُن کی زبانوں پہ یہ بدنما الفاظ وارد ہوئے کہ حق سے انکار ہی اُن کی سب سے بڑی بدقسمتی تھی۔طواف وسعی کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ذی طویٰ کے مقام پہ اپنے اونٹ اکٹھے کیے جو آپ ﷺ قربانی کے لیے ساتھ لائے تھے اور مروہ کے مقام پہ انھیں اللہ کی راہ میں قربان کر دیا گیا۔اگلے روز نبی اکرم ﷺ نے اپنے اُن اصحاب کو طلب کیا جو شہر مکہ سے باہر مسلمانوں کے ہتھیاروں کی حفاظت کر رہے تھے تا کہ وہ لوگ بھی عمرہ کر لیں اُن کے جگہ لینے کے لیے مکہ سے دوسرے لوگ روانہ ہو گئے۔چنانچہ حضرت اوس بن خولہ کی قیادت میں دوسو لوگوں کا یہ قافلہ بھی شہر مکہ میں داخل ہو گیا اور عمرہ ادا کیا۔

اس سے اگلے روز عہد کے مطابق تین روز پورے ہو گئے تھے اس لیے قریش کا ایک وفد حویطب بن عبدالعزیٰ اور سہیل بن عمرو کی قیادت میں نبی اکرم ﷺ کے خیمہ میں آیا اور کہا؛

معاہدے کے مطابق آج شام کو شہر مکہ میں آپ کا قیام پورا ہو جائے گا اس لیے آپ ہمارا شہر چھوڑ دیں اور یہاں سے روانہ ہو جائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا؛

میں نے نکاح کیا ہے کیوں نہ ہم یہاں ولیمے کا کھانا پکائیں پھر ہم اور تم لوگ اسے مل کر کھائیں۔

اہل قریش نے کہا؛

ہمیں آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں آپ بس ہمارا شہر چھوڑ دیں۔

صحابہ کو قریش کا نبی اکرم ﷺ کی دعوت رد کرنا برا لگا اس لیے حضرت سعد بن عبادہ قریش کی اس سفارت سے سختی کے ساتھ پیش آئے اور کہا؛

یہ جگہ تمھارے باپ کی نہیں ہے جب تک ہمارا جی چاہے گا ہم یہیں رہیں گے اور جب ہمارا جی چاہے گا ہم یہاں سے کوچ کریں گے۔

وہ لوگ نبی اکرم ﷺ کی طرف دیکھنے لگے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت سعد بن عبادہ سے فرمایا؛

سعد اِن لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش نہ آؤ یہ ہمارے پاس ملاقات کے لیے آئے ہیں۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو کوچ کرنے کا حکم دیا۔

قریش نبی اکرم ﷺ کے اس حکم سے مطمئن ہو گئے اور مکہ کی طرف لوٹ گئے مسلمانوں نے مدینے کی طرف رخت سفر باندھا۔

اس سے قبل نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث سے نکاح کیا۔

اصحاب رسول ﷺ بخیر و عافیت مدینہ پہنچے چنانچہ نبی اکرم ﷺ کا وہ خواب پورا ہوا جو آپ ﷺ نے ایک سال قبل دیکھا تھا قرآن حکیم میں بھی اس خواب کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ!

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ

مَالَمْ تَعْلَمُوْافَجَعَلَ مَنْ دُوْنَ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ۔

القرآن الحیکم (سورۃ فتح۴۸ ؛آیات ۲۷)

ترجمہ؛

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا حق کے ساتھ کہ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں جب اللہ نے چاہا امن وامان سے منڈواتے ہوئے اپنے سروں کو یا ترشواتے ہوئے، تمھیں کسی کا خوف نہ ہوگا۔پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے تو اُس نے عطا فرمادی تمھیں اس سے پہلے ایسی فتح جو قریب ہے''۔

ذوالحجہ 7 ہجری، بمطابق اپریل 629ء

سریہ ابوالعوجا

نبی اکرم ﷺ شہر مکہ سے عمرہ ادا کر کے واپس آئے تو آپ ﷺ کو اس امر کی اطلاع ملی کہ بنوسلیم کے قبیلے نے مدینہ پہ حملے کا ارادہ کیا ہے۔تب نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوالعوجا کو طلب کیا اور انھیں پچاس ساتھیوں کے ہمراہ اِن لوگوں سے جنگ کے لیے روانہ کیا۔اگرچہ بعض مورخین نے اسی سریہ کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوالعوجا کو بنوسلیم کی طرف اس لیے روانہ کیا تھا کہ وہ انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں تاہم شواہد اس خیال کو رد کرتے ہیں اس لیے کہ اِس وقت تک بنوسلیم میں اسلام کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں پائی جاتی تھی۔حضرت ابوالعوجا بنوسلیم کے ٹھکانوں کی طرف روانہ ہوگئے اُن کے ساتھ پچاس مجاہدین تھے۔

جب وہ بنوسلیم کے ٹھکانوں پہ پہنچے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق بنوسلیم کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

مگر بنوسلیم کے لوگوں نے اُن کو روکھا سا جواب دیا اور کہا؛

جس بات کو تم ہم پہ پیش کر رہے ہو ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے بعد انھوں نے مسلمانوں پہ تیر اندازی شروع کر دی۔

جنگ کے آغاز کے وقت بنو سلیم کی طاقت کچھ زیادہ نہ تھی مگر پھر جانے کہاں سے لوگ اُن کی مدد کو پہنچ گئے یا شاید انھوں نے آدھے سے زیادہ لوگوں کو کہیں چھپا رکھا تھا اس لیے اب اُن کا پلڑا بھاری دکھائی دیتا تھا۔

مسلمانوں کو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔

بنو سلیم اور مسلمانوں میں سخت معرکہ بپا تھا۔

بنو سلیم کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لیے مسلمان ایک ایک کر کے شہید ہونے لگے۔

مسلمانوں نے کم تعداد کے باوجود ایک کثیر تعداد دشمن سے ساری رات مقابلہ کیا اور دشمن کے بہت سے آدمیوں کو قتل بھی کیا مگر صبح تک مسلمان ایک ایک کر کے شہید ہوتے رہے۔

آخر بنو سلیم کے مقابلے کے لیے کوئی بھی نہ رہا اور تمام کے تمام مسلمان اللہ کی راہ میں اپنی جان پہ کھیل گئے۔ حضرت ابو العوجا کی سانس ابھی چل رہی تھی اگرچہ کہ وہ بھی شدید زخمی تھے اور اپنے ہی ساتھیوں کی لاشوں کے بوجھ کو محسوس کر رہے تھے۔

جب دشمن وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابو العوجا بمشکل اپنے ساتھیوں کے نیچے سے نکلے اور زخموں سے رستے خون کے ساتھ ایک طرف کو چل دیئے۔

بہت دنوں کی مشقت کے بعد وہ مدینہ پہنچے اور نبی اکرم ﷺ کو حالات سے آگاہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ کو مسلمان مجاہدین کی اتنی بڑی تعداد کی شہادت سے بہت صدمہ پہنچا تھا۔ یہ سات ہجری کی آخری فوجی مہم تھی جو نبی اکرم ﷺ نے عربوں کی طرف روانہ کی۔

✡ ✡ ✡

7 ھجری، بمطابق ،مئی 628ء تا 629ء

تذکرہ وفود

عرب قبائل میں بہت سے قبائل اسلام قبول کرنے سے اس لیے گریزاں تھے کہ بیت اللہ پر ابھی تک قریش کا قبضہ تھا اور بیت اللہ اُن کا روحانی مرکز تھا۔ تاہم اہل مدینہ کے اسلام قبول کر لینے سے لوگوں کی توجہ اب اسلام کی طرف مبذول ہو چکی تھی اس کے بعد بدر اُحد اور خندق میں اہل قریش کی ناکامی بھی اُن کے لیے اس بات کا سندیسہ تھی کہ انھیں اپنے نظریات پہ نظر ثانی کرنا چاہیے اور جیسا کہ پانچ اور چھ ہجری کے بیان میں گزر چکا ہے کہ کئی عرب قبائل اسلام کی طرف متوجہ ہوئے اور انھوں نے اسلام قبول کیا اسی طرح سات ہجری میں بھی کئی قبائل نے اسلام کے دامن عافیت میں پناہ تلاش کی انھی لوگوں کا کچھ تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

قبیلہ بنو دوس

قبیلہ بنو دوس نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے اولین زمانے سے ہی اسلام سے آشنا تھا اس لیے کہ اُن کے ایک اہم سردار حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اوائل نبوت کے دنوں میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت طفیل بن عمرو دوسی کی وہ طویل روایت بیان کی ہے جس میں وہ اپنے اسلام قبول کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں آیا اور عربوں کا مکہ میں اترنا معمول کی ایک بات تھی کہ بیت اللہ کی صورت اُن کا روحانی مرکز مکہ ہی تھا جس کا حج ہزاروں سال سے کیا جا رہا تھا اور حضرت ابراہیمؑ کے دور سے ہی شہر مکہ اہل عرب کی عقیدتوں کا مرکز بن چکا تھا۔ حضرت طفیل بن عمرو دوسی بیان کرتے ہیں کہ جب میں مکہ میں اترا نبی اکرم ﷺ کو منصب رسالت سے نواز دیا گیا تھا اور وہ اہل مکہ کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اگرچہ میں اس امر سے نابلد تھا۔ تاہم جب میں مکہ میں اترا تو اہل مکہ نے میرے ساتھ عجیب معاملہ کیا انھوں نے مجھے گھیرا اور ایک طرف لے گئے انھوں نے مجھ سے کہا، خبردار ہم میں سے ایک شخص کے پاس جادو ہے جو بھی اس کی بات سنتا ہے وہ اپنی بیوی اپنے بھائیوں اور اپنے قبیلے سے جدا ہو جاتا ہے ہمارے تم سے دیرینہ تعلقات ہیں اس لیے ہم نے مناسب جانا کہ ہم تمھیں اس امر سے آگاہ کر دیں تاکہ تم اس شخص سے بچ کے رہو۔ میں خود بھی اُن کی باتوں سے کسی حد تک ڈر گیا تھا اس لیے میں نے اُن سے وعدہ کر لیا کہ میں اُس شخص سے دور

رہوں گا اور احتیاط کروں گا۔ اور حقیقت یہی تھی کہ میں نے اپنے دل میں اسی بات کا ارادہ کیا تھا کہ خود کو ہر صورت اُس شخص کے جادو سے دور رکھوں گا اگرچہ میرے اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

چنانچہ میں نے اُس شخص کی باتوں سے بچنے کے لیے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تھی تاہم شاید اہل قریش کو میرے وعدے پہ اعتبار نہ تھا اس لیے وہ میرے ساتھ ساتھ ہی رہتے جس سے مجھے اکتاہٹ محسوس ہونے لگی۔ دراصل اہل قریش جانتے تھے کہ طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلے کا سردار ہے اور عربوں کا اہم شخص ہے اس لیے وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اسلام قبول کریں اور مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنیں۔ تاہم ایک روز صبح سویرے جب میں حرم پاک میں طواف کے لیے گیا تو میں نے ایک شخص کو وہاں نماز ادا کرتے دیکھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں میں تو بس اس لیے اُن کے قریب کھڑا ہو کے اُن کو دیکھنے لگا کہ اُن کی عبادت کرنے کا طریقہ نیا اور انوکھا تھا میں نے دیکھا کہ اُن کے لب ہل رہے ہیں اور وہ کچھ پڑھ رہے ہیں تب میں نے جانا کہ شاید وہی محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تاہم اب اشتیاق میرے اندر جنم لے چکا تھا اس لیے میں نے خود کو مخاطب کیا اور کہا؛

اے طفیل! تیری ماں تجھے روئے تو ایک صاحب دانش شخص ہے اپنی قوم کا نغز گو شاعر ہے اور عقل سے راہنمائی حاصل کرتا ہے تجھے کس بات کا ڈر ہے، تجھے اس شخص کا کلام ضرور سننا چاہیے کہ تم سے بڑھ کے عربوں میں اور کون کلام کے حسن و قبح سے واقف ہو سکتا ہے اگر تجھے اُن کا کلام پسند آئے تو اُن سے بات کر لینا ورنہ اپنی راہ پکڑنا۔ چنانچہ میں نے یہ سوچ کر اپنے کانوں سے روئی کے پھاہے نکال دیئے اور قرآن حکیم کی بے مثل آیات میرے کانوں کے رستے سیدھی میرے دل پہ وار کرنے لگیں۔

صحن حرم کا منظر تھا، صبح کی پاک ساعتیں تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی زبانی کلام پاک پڑھا جا رہا تھا چنانچہ اِن تمام کیفیات نے مل کر مجھے مسحور کر دیا۔

بے ساختہ میرے منہ سے نکلا!

بخدا! یہ کلام تو بہت ہی عمدہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ نماز ختم کر کے اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور میں ایک ان دیکھی ڈور سے بندھا اُن کے پیچھے لپکا' نبی اکرم ﷺ اپنے گھر میں داخل ہو گئے تو میں نے آپ ﷺ کے دروازے پہ دستک دی۔

نبی اکرم ﷺ باہر تشریف لائے۔

میں نے کہا! میں قبیلہ دوس کا سردار ہوں عمرے کی نیت سے مکہ میں اترا ہوں مکہ میں آئے مجھے کئی روز ہو گئے ہیں مگر آپ کی قوم نے مجھے آپ تک پہنچنے نہ دیا آج صبح اتفاق سے میرے کانوں میں اُس کلام کی آواز پڑ گئی جسے آپ پڑھ رہے تھے کیا مجھے اپنی دعوت کے بارے میں مزید کچھ بتائیں گے۔

نبی اکرم ﷺ دروازے سے ایک طرف ہٹ گئے اور اُن سے کہا؛

اندر تشریف لے آئیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کی فرمائش پہ انھیں مزید قرآن سنایا اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے بعد انھیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جسے انھوں نے بغیر کسی تردد کے قبول کر لیا۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

اے اللہ رسول ﷺ! میں اپنی قوم کا سردار ہوں میں واپس جا کر انھیں اسلام کی دعوت دینا چاہتا ہوں میری کامیابی کے لیے دُعا فرمائیں اور مجھے کوئی نشانی عطا فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے دُعا فرمائی اور اُن کو نشانی بھی عطا فرمائی۔

حضرت طفیل بن عمرو جب اُس گھاٹی میں پہنچے جہاں اُن کی قوم کا بسیرا تھا تو انھوں نے دیکھا کہ اُن کی آنکھوں کے درمیان ماتھے سے روشنی نکل رہی ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ وہ

نشانی تھی جواُن کی فرمائش پہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کو عطا فرمائی تھی۔

انھوں نے کچھ دیر سوچا اور اپنے دل میں کہا؛

اس طرح تو میری قوم کہے گی کہ چونکہ میں نے اُس بت کی پوجا چھوڑ دی ہے جس کی وہ پوجا کرتے ہیں تو اس وجہ سے اُن کے بت نے میرا چہرہ بگاڑ دیا ہے چنانچہ انھوں نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بارگاہ رب العزت میں التجا کی اے اللہ اس نشانی کی جگہ بدل دے۔تب وہ روشنی اُن کے عصا کے اوپری حصے میں آ گئی اس کے بعد وہ اپنے قبیلے میں اترے۔

سب سے پہلے اُن کی ملاقات اپنے باپ سے ہوئی جو اُن سے ملنے کے لیے آگے بڑھا مگر حضرت طفیل نے اپنے باپ کو نظر انداز کیا اور کہا؛

آج سے میرا اور آپ کا کوئی تعلق نہیں اس لیے کہ میں نے اپنا دین بدل لیا ہے اُن کے باپ نے کہا؛

بیٹا میں اس بڑھاپے میں کس کے سہارے زندہ رہوں گا جو تمھارا دین ہے وہی میرا دین ہے۔

حضرت طفیل بن عمرو نے اپنے والد سے کہا؛

تب غسل کر کے آئیں۔

وہ غسل کر آئے تو حضرت طفیل بن عمرو نے اُن کو کلمہ پڑھایا۔

اس کے بعد حضرت طفیل بن عمرو کی بیوی اُن کی طرف بڑھی تو انھوں نے کہا؛

وہیں رُک جا اسلام نے تیرے اور میرے بیچ جدائی ڈال دی ہے۔

اُن کی بیوی نے کہا؛

میرے ماں باپ تم پہ قربان ایسا کیسے ہوسکتا ہے کہ میں تجھ سے جدا ہو جاؤں۔

حضرت طفیل نے اُن کو بتایا کہ انھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کر لی ہے اور اسلام قبول کر لیا ہے اس لیے جب تک تو مسلمان نہیں ہو جاتی مجھ پہ حرام ہی رہے گی۔

اُن کی بیوی نے کہا؛

تو پھر میرا بھی وہی دین ہے جو تمھارا ہے۔

حضرت طفیل بن عمرو نے اُن سے کہا تو پھر جاؤ غسل کرو اور نئے کپڑے پہن کے آؤ۔ اُن کی بیوی غسل کر کے آئی تو انھوں نے اسے بھی کلمہ توحید پڑھایا اس کے بعد وہ اپنے قبیلے کی طرف متوجہ ہوئے۔

جب لوگ ایک جگہ اکٹھا ہو گئے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی نے اپنے قبیلے بنی دوس کو اسلام کی طرف بلایا۔

مگر قبیلے نے اسلام قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا۔

کچھ عرصے بعد وہ پھر مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا؛

یارسول اللہ ﷺ! میری قوم نے حق بات قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے اُن کے لیے بددُعا فرمائیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا؛

اے اللہ قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور اُن کو میرے پاس لے آ۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی واپس چلے گئے اور کامل سترہ سال اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلاتے رہے۔

آخر اُن کی قوم رضامند ہوئی اور اسلام لے آئی۔

تب حضرت طفیل بن عمرو دوسی اپنے قبیلے کے ستر یا اسی گھرانوں کے ساتھ مدینہ میں اترے اور انھیں معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ خیبر کے قلعے فتح کرنے کے لیے تشریف لے جا چکے ہیں۔

وہ آپ ﷺ کے پیچھے روانہ ہو گئے۔

تاہم رسول اللہ ﷺ کی اُن سے ملاقات اُس وقت ہوئی جب خیبر کی فتح اپنی تکمیل کو پہنچ چکی تھی۔

حضرت طفیل بن عمرو دوسی فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی اکرم ﷺ نے خیبر کے مال غنیمت سے

حصہ دیا حالانکہ ہم اُس جنگ میں شامل نہ ہوئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے مشہور روای حضرت ابو ہریرہ کا تعلق بھی قبیلہ دوس سے ہی تھا اور وہ بھی اِن کے ساتھ ہی آئے تھے۔

حضرت طفیل بن عمرو کا اسلام نہایت پختہ تھا اللہ تعالیٰ نے انھیں شہادت کی دولت سے نوازا وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور اُن کے بیٹے عمرو بن طفیل نے یہ سعادت جنگ یرموک میں حاصل کی اللہ اُن سے ہمیشہ راضی رہے اور ہمیں بھی دین کا وہی ولولہ عطا فرمائے جن سے وہ دل لبریز تھے۔

✡ ✡ ✡

اہل حبشہ

نبی اکرم ﷺ ابھی خیبر میں ہی تھے کہ حضرت جعفر مہاجرین حبشہ کے ایک گروہ کے ساتھ وہاں پہنچے جس سے رسول اللہ ﷺ کو انتہائی مسرت ہوئی۔حضرت جعفر کے ساتھ حبشہ سے آئے حبشیوں کا جو گروہ اسلام قبول کرنے پہنچا تھا وہ مدینہ میں ہی مقیم رہا۔نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اِن لوگوں نے شاہ حبشہ کی طرف سے لائے گئے تحائف پیش کیے اور اسلام قبول کیا اس کے بعد وہ لوگ اسلام کی تعلیمات سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے وہیں ٹھہر گئے۔مورخین نے لکھا ہے کہ اہل حبشہ کے اس وفد میں شاہ حبشہ کے بھتیجے حضرت ذومخر اور حضرت نافع بھی شامل تھے۔مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اہل حبشہ کے اس وفد میں ستر کے قریب لوگ تھے اُن میں سے اکثر لوگ تو واپس چلے گئے مگر کچھ لوگوں نے دیار نبی ہی کو اپنا ٹھکانا بنالیا اور وہیں کے ہو کے رہ گئے۔علوم القرآن سے آگاہ کچھ علماء کا خیال ہے کہ سورہ مائدہ اور سورۃ القصص کی یہ آیات انھی لوگوں کے بارے میں نازل کی گئیں جو مدینہ میں ہی بس رہے تھے۔

آیات ذیل میں تحریر کی جارہی ہیں۔

”لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ
مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ O وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ
اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ O وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَمَا جَآءَ نَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ المائدہ۵ ؛ آیات۸۴-۸۲)

ترجمہ:

"تم اہل ایمان کی عداوت میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین کو پاؤ گے۔ اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصارٰی ہیں۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ اِن میں عبادت گزار عالم اور تارک دنیا فقیر پائے جاتے ہیں اور اُن میں غرور نفس نہیں ہے۔

✡✡✡✡✡✡✡

مزید ارشاد ہوا کہ!

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ
قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ O اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُ
وْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ O

القرآن الحکیم (سورۃ القصص۲۸ ؛ آیات۵۴-۵۲)

ترجمہ:

"جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی تھی وہ اِس کتاب (قرآن) پہ بھی ایمان لاتے ہیں اور جب اُن کو سنایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم اس پہ ایمان لائے یہ واقعی حق ہے جو ہمارے رب کے پاس سے آیا اور ہم تو پہلے ہی سے مسلم ہیں۔ یہ وہ

لوگ ہیں جنھیں اِن کا اجر دوبارہ دیا جائے گا اُس ثابت قدمی کے بدلے جوانھوں نے دکھائی وہ برائی کو بھلائی سے دفع کرتے ہیں اور جو کچھ رزق ہم نے انھیں دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔

✡✡✡✡✡✡✡

اہل حبشہ سے آنے والے صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے پانچ نبوی میں ہجرت کی تھی۔انھوں نے دین کی خاطر اپنے آبائی وطن کو چھوڑا تھا اس لیے اللہ کے ہاں اُن کا بہت درجہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسماء سے برملا فرمایا تھا کہ تم لوگ میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل عزت ہو۔

✡✡✡



نبی اکرم ﷺ خیبر کی فتح سے فارغ ہو چکے تھے جب حضرت جعفر حبشہ سے مدینہ اور پھر خیبر پہنچے تو اُن کے ساتھ اشعریون کا بھی ایک وفد تھا اور یہ وہ اہل یمن تھے جنھوں نے بہت سال پہلے اسلام قبول کیا۔ پھر اپنے وطن سے ہجرت کر کے مکہ پہنچنا چاہتے تھے کہ تیز طوفانی ہواؤں نے اُن کے بحری جہاز کو حبشہ پہنچا دیا جہاں اُن کی ملاقات حضرت جعفر سے ہوئی تھی۔ حضرت جعفر نے اِن لوگوں کو مشورہ دیا کہ وہ ابھی حبشہ میں ہی قیام کریں کیونکہ یہاں مسلمان امن و راحت سے سکونت پذیر ہیں اور مکہ کے مسلمان قریش کے رحم و کرم پہ ہیں جو اُن پہ ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ چنانچہ اب جبکہ بہت سا وقت بیت گیا تھا اور مسلمانوں کے دشمن ایک ایک کر کے سرنگوں ہو چکے تھے تب نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ حضرت جعفر مسلمانوں کے وفد کے ہمراہ مدینہ کو روانہ ہو گئے مگر جب وہ مدینہ پہنچے تو مسلمان خیبر کی فتح کے لیے نکل چکے تھے۔ حضرت جعفر اِن یمنیوں کے ساتھ جن کو اشعری کہا جاتا تھا اور جن کے سردار حضرت ابو موسیٰ اشعری تھے خیبر پہنچے۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ یمنی مسلمان رسول اللہ ﷺ کی زیارت کر رہے تھے اس سے قبل انھوں نے محض اسلام قبول کیا تھا اور اب صحابیت کے اعلیٰ منصب پہ فائز ہوئے تھے۔ صحابہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اشعریوں کے اس وفد کی آمد کی پیشگی اطلاع دے دی تھی۔ انھوں نے فرمایا! کل تمھارے پاس لوگوں کا ایک ایسا گروہ پہنچے گا جو

نرم دل اور رقیق القلب ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اہل یمن کے اس وفد کے متعلق یہ بھی فرمایا؛

''اہل یمن آ گئے ہیں اُن کے دل نرم اور رقیق ہیں۔ایمان بھی یمنیوں کا ہے اور حکمت ودانائی بھی یمنیوں ہی کا حصہ ہے۔تسکین وطمانیت بکریاں پالنے والوں کا شیوہ ہے اور اونٹوں کے مالکان میں فخر اور غرور زیادہ ہوتا ہے اور اُن کا مسکن مشرقی طرف ہے''۔

✡✡✡✡✡✡✡

اہل یمن کے دیگر قبائل بھی ایک ایک کر کے اسلام کے سایہ عافیت میں آ رہے تھے۔انھوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام کا پیغام دنیا بھر میں پھیلانے کے لیے اسلامی لشکروں کے ہمراہ ہو گئے ۔اہل یمن خوشحال لوگ تھے اور حق کو پہچاننے میں انھیں زیادہ دیر نہ لگی تھی۔وہ دوسرے عربوں کی طرح اس بات کے منتظر تھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خاندان پر غلبہ حاصل کر لیں تو اس کے بعد وہ بھی اسلام قبول کر لیں گے۔چنانچہ یمن کے کئی قبائل نے تو فتح مکہ سے قبل ہی اسلام قبول کر لیا تھا جیسے کہ قبیلہ دوش اور اشریون کا ذکر گزرا ہے باقی قبائل نے فتح مکہ کے بعد حاضر خدمت ہو کر اطاعت قبول کر لی تھی۔حقیقت یہ ہے کہ ہدایت صرف اللہ کی طرف سے ہے۔

✡✡✡



ابن سعد نے لکھا ہے کہ سات ہجری میں ہی بنو غفار اور بنو اسلم کے اعمائدین کا ایک وفد دربار رسالت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا۔ بنی اسلم کے کچھ لوگوں نے تو اُس وقت ہی اسلام قبول کر لیا تھا جب نبی اکرم ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تھے۔ تاہم اس سارے قبیلے کے اسلام قبول کرنے کے بارے میں مورخین کی رائے یہ ہے کہ یہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔

چنانچہ بنو اسلم حضرت عمرو بن اقصی کی قیادت میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام قبیلے کی طرف سے دین حق پہ بیعت کی۔

اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت عمرو بن اقصی نے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ دشمن کا مقابلہ تیروں نیزوں اور مضبوط زرہوں سے کرتے ہیں، ہم شجاع ہیں اس لیے دشمن کم ہی ہمارے آگے ٹھہرتا ہے۔

انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یا رسول اللہ ﷺ دوسرے قبائل کو آپ نے تحریر عطا فرمائی ہے ہمارے لیے تحریر لکھوئی جائے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے حضرت ثابت بن قیس نے بنو اسلم کے لیے تحریر لکھی جسے وہ اپنے لیے اعزاز جانتے تھے۔

✡ ✡ ✡

بنوغفار

اصل میں بنوغفار اور بنواسلم کے معاملات مشترکہ ہی تھے اس لیے کہ وہ ایک ہی جگہ رہتے تھے ایک دوسرے کے ہمسایے تھے اُن کی آپس میں رشتہ داریاں تھیں وہ مل کے دشمن سے جنگ کرتے تھے اور اُن کے مفادات بھی مشترکہ تھے اس لیے انھوں نے ایک ساتھ اسلام قبول کیا تھا۔

بنوغفار کا وفد بنواسلم کے وفد کے ساتھ مدینہ آیا تھا اور اِن قبائل نے اُس سعادت عظمیٰ کو حاصل کیا جس سے اُن کی دنیا اور آخرت سنور گئیں۔

بنواسلم اور بنوغفار کے لوگ نہایت عمدہ مسلمان تھے اور اس سے بھی قبل اُن کے اوس وخزرج سے نہایت عمدہ تعلقات تھے۔

چنانچہ جب بھی نبی اکرم ﷺ کو کسی جنگی مہم کے لیے مردان جنگ کی ضرورت پیش آتی تو یہ لوگ ہمیشہ پیش پیش رہے۔ نبی اکرم ﷺ اِن قبائل کی اسلام سے محبت کی وجہ سے اِن لوگوں سے بہت خوش رہے۔ فتح مکہ کے موقع پہ بھی بنواسلم اور بنوغفار نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے اور بنوہوازن اور محاصرہ طائف میں بھی اُن کے جوان اسلامی لشکروں کے ہمراہ تھے۔

7 ہجری، بمطابق ،مئی 628ء تا 629ء

7 ہجری، دیگر معاملات

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اسلام اب ایک شجر سایہ دار کی صورت اختیار کرتا جارہا تھا خیبر کے قلعوں کے سرنگوں ہو جانے کے بعد اب اس بات کا فیصلہ تو ہو چکا تھا کہ جزیرۃ العرب میں اب دین اسلام ہی کی پیروی کی جائے گی۔ اگرچہ بدوی عرب ابھی مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما تھے مگر وہ کوئی اجتماعی قوت نہ تھے بلکہ مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے راہزن تھے جن کا پیشہ غارت گری تھا اور وہ طبعاً اسلام سے دور تھے اس لیے کہ اسلام کسی کا مال چھین لینے پہ قدغن لگاتا تھا مسلمان اِن راہزنوں کے ساتھ برسرِ پیکار تھے اور قریب تھا کہ وہ اِن کو مات دے دیں۔ سات ہجری مسلمانوں کے لیے ایک اچھا سال ثابت ہوا تھا۔ اس لیے کہ اس سال مسلمانوں کے ایک بڑے دشمن اہل یہود کو سرنگوں کیا گیا تھا اور اہل قریش بھی سارا سال خاموش ہی رہے تھے اور انھوں نے معاہدے کی پابندی کی تھی ۔مسلمانوں نے مکہ میں جا کر عمرہ ادا کیا تھا اور دیگر بہت سی فوجی مہمات کے ذریعے ریاست مدینہ کو

استحکام فراہم کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ سات ہجری میں نبی اکرم ﷺ کی اکثر مصروفیات کو احاطہ تحریر میں لایا جاچکا ہے تاہم یہاں سات ہجری کی کچھ دیگر مصروفیات تحریر کرنا مقصود ہے۔

✡ ✡ ✡

صفیہؓ بنت حیؑ

سات ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیؑ سے نکاح کیا۔ خیبر فتح ہوا تو مال غنیمت کے انبار تھے جو مسلمانوں کو حاصل ہوئے۔ اُن میں اونٹ بھی تھے بکریاں بھی تھی مال و دولت بھی تھی، غلام اور کنیزیں بھی تھیں۔ خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم ﷺ ابھی وہیں تشریف فرما تھے جب حضرت دحیہ کلبیؓ نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے اِن قیدی عورتوں میں سے ایک کنیز عطا فرما دی جائے۔ نبی اکرم ﷺ نے اُن سے فرمایا۔

اچھا ٹھیک ہے تم قیدی عورتوں میں سے ایک کنیز حاصل کرلو۔

حضرت دحیہ بن کلبیؓ نے زینب کو پسند کیا جو حیؑ کہ بیٹی تھی۔ دوسرے صحابہ نے جب دیکھا کہ دحیہ کلبیؓ نے یہودیوں کے سردار حیؑ بن اخطب کی بیٹی کو اپنے لیے پسند کرلیا ہے تو انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے کہا؛

یارسول اللہ ﷺ !

حضرت دحیہ کلبیؓ نے جس عورت کو اپنے لیے چنا ہے وہ یہودیوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے اور اُن کے سب سے باعزت قبیلے کی خاتون ہے جو صرف آپ کے لائق ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اِن صحابہ سے فرمایا دحیہ کلبیؓ کو پیش کرو۔

جب حضرت دحیہ کلبیؓ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا؛

دحیہ جس لڑکی کو تو نے پسند کیا ہے اُسے چھوڑ دے اور اس کے بدلے کوئی دوسری کنیز تلاش کر لے۔

حضرت دحیہ کلبیؓ نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ ایسا ہی ہوگا جیسا آپؐ نے حکم فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت دحیہ کلبیؓ نے اپنے لیے قیدیوں میں سے دوسری لڑکی تلاش کر لی اور صفیہ بنت حییؒ کو نبی اکرم ﷺ کے لیے چھوڑ دیا۔

نبی اکرم ﷺ جب معرکہ خیبر سے فارغ ہوئے تو وہیں خیبر ہی کے مقام پہ آپ نے زینب بنت حییؒ کو آزاد کر کے اُن کے ساتھ نکاح کر لیا۔

مورخین نے اُم المومنین حضرت زینب بنت حییؒ کے بارے میں تحریر فرمایا ہے کہ؛

اُن کا نام زینب تھا وہ حییؒ بن اخطب کی بیٹی تھیں جو سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی اولاد سے تھا اور قبیلہ بنو نضیر کا سردار تھا اُن کی ماں برہ بنت شموال تھی جو یہودیوں کے سب سے قابل عزت خاندان بنو قریظہ سے تھی وہ رفاعہ بن شموال کی بہن تھی جس کا شمار بنو قریظہ کے رئیسوں میں ہوتا تھا مگر بدقسمتی سے پیغمبروں کی اس اولاد کے نصیب میں ہدایت نہ تھی اور وہ ہمیشہ اسلام کے خلاف صف آراء رہے حتیٰ کہ انھیں قتل کیا گیا۔

امام زرقانی نے حضرت زینب بنت حییؒ کے بارے میں لکھا ہے:

اہل عرب میں مال غنیمت کی تقسیم سے قبل فتح حاصل کرنے والے قبیلے کا سردار جس چیز پہ ہاتھ رکھ دے وہ اُس کی ہو جاتی ہے اور ایسے مال کو "**صفیہ**" کہا جاتا ہے اسی لیے حضرت اُم المومنین زینب بنت حییؒ کے بجائے صفیہ بنت حییؒ کے نام سے جانی جاتی ہیں۔

حضرت صفیہ بنت حییؒ کا نسب ایسے بیان کیا گیا ہے۔

حضرت صفیہ بنت حییؒ بن اخطب بن سعید بن ثعلبہ بن عبید بن کعب بن الخزرج بن ابی حبیب بن النضیر بن النحام بن ینخوم۔ [*46]

جب بنونضیرابھی مدینہ میں امن وراحت کی زندگی بسر کررہے تھے تب صفیہ بنت حییٔ کا نکاح سلام بن مشکم سے ہوا جس نے انھیں طلاق دے دی اس کے بعد اُن کا نکاح کنانہ بن ابی الحیقیق سے ہوا جوخیبر کا ممتاز تاجر تھاوہ غزوہ خیبر میں مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔حضرت صفیہ کے باپ اور بھائی بھی اس جنگ میں کام آئے اور وہ خود گرفتار ہوگئیں۔تاہم نبی اکرم ﷺ نے انھیں آزاد کیااوراُن کی آزادی کو ہی اُن کومہر قرار دے کراُن سے نکاح کرلیا۔

صاحب عیون الاثر حافظ ابوالفتح نے تحریر کیا ہے کہ حضرت صفیہ کے ہاں اُن کے پہلے دونوں خاوندوں سے کوئی اولادنہ تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے اگرچہ خیبر میں ہی حضرت صفیہ کوآزاد کر کےاُن کواپنے عقد میں لے لیا تھا تاہم نبی پاک ﷺ نے خیبر میں اُن کے ساتھ شب عروسی نہ منائی کہ وہ اپنے لوگوں کے قتل سے بہت آزردہ تھیں۔

پھر کچھ دن بعد جب نبی اکرم ﷺ خیبر سے رخصت ہوئے اورایک مقام صہبا پہ اترے جو خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پہ ہےتو وہیں آپ ﷺ نے حضرت صفیہ کے ساتھ شب عروسی منائی اوراگلے روز مسلمانوں کو ولیمے کی دعوت دی۔

نبی اکرم ﷺ حضرت صفیہ بنت حیئ کے ساتھ شب زفاف منانے کے بعد جب اگلی صبح نماز کے لیے باہر نکلے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ حضرت ابوایوب انصاری برہنہ تلوار لیے اُن کے خیمے کے باہر پہرہ دے رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

میں نے تو تمھیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

حضرت ابوایوب انصاری نے جواب دیا۔

یارسول اللہ ﷺ !

اس عورت کا شوہراس کا بھائی اس کا باپ ابھی چندروز قبل ہی مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے

ہیں اور اسکے کفر کا دور بھی قریب ہی ہے تو مجھے اس عورت سے آپ ﷺ کے بارے میں خوف لاحق تھا کہ کہیں یہ آپ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچائے اس لیے میں ساری رات باہر پہرہ دیتا رہا تا کہ اگر میں کوئی غیر معمولی آواز سنوں تو لپک کر آپ ﷺ کی مدد کر سکوں۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دُعا فرمائی۔

اے میرے اللہ! جس طرح ابوایوب نے میری حفاظت فرمائی تو بھی اس کی اسی طرح حفاظت فرما۔

نبی اکرم ﷺ نے صہبا کے مقام پہ تین روز قیام فرمایا اور تین دن ہی ولیمہ جاری رہا اگرچہ وہ ایک الگ سی شان والا نہایت ارفع اور نہایت سادہ ولیمہ تھا۔

حضرت ابویعلی نے سیّدنا حضرت انس سے اُس روز کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ بنت حیّ سے نکاح کیا اور مقام صہبا پہ ہمیں ولیمے کی دعوت دی۔ایک دسترخوان بچھایا گیا اور صحابہ رسول کے پاس کھانے کے لیے جو کچھ بھی تھا وہ لے آئے اور اُس دسترخوان پہ ڈالتے گئے کسی پاس کچھ ستو تھے تو کوئی ہاتھ بھر کھجوریں لایا کسی کے پاس پنیر تھا تو کوئی گھی لایا اور اس دسترخوان پہ رکھتا گیا اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اِن تمام اشیاء کو باہم ملا دیا اور دُعا فرمائی جس کے بعد ہم تین روز تک اسی دسترخوان سے کھاتے رہے اور یہ سادہ سی دعوت رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ تھی جس میں نہ روٹی تھی نہ گوشت۔

بہت سے محدثین نے اس روایت کو درج کیا ہے کہ!

جب نبی اکرم ﷺ شب عروسی کے لیے حضرت صفیہ بنت حیّ کے پاس اپنے خیمے میں گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ اُن کی ایک آنکھ میں سبز نشان تھا جیسا کہ کسی چوٹ کا نشان ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت صفیہ سے دریافت کیا کہ یہ نشان کیسا ہے؟

تو اُم المومنین نے جواب دیا؛

جب آپ ﷺ نے اہل خیبر کا محاصرہ کیا تو ایک رات میں اپنے خاوند کی گود میں سر رکھے سو

رہی تھی کہ میں نے خواب دیکھا کہ آسمان پہ چمکتا چاند اچانک ہی میری گود میں آ گرا ہے۔

میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے خاوند سے اپنا یہ خواب بیان کیا تو اُس نے الٹے ہاتھ کا تھپر میرے منہ پہ مارا اور کہا؛

کیا تو اُس بادشاہ کی تمنا کرتی ہے جو ہمیں ذلیل کرنے آیا ہے۔

اُس کا اشارہ نبی اکرم ﷺ کی طرف تھا۔

اُسی چوٹ کی وجہ سے میری اس آنکھ میں نشان پڑ گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ جب مدینہ پہنچے تو پہلے پہلے حضرت صفیہ بنت حیؓ کو حضرت حارثہ بن نعمان کے گھر ٹھہرایا گیا۔

حضرت صفیہ بنت حیؓ اُم المومنین جب مدینہ میں اتریں تو اہل مدینہ میں اُن کے حسن کا چرچا ہو گیا حتیٰ کہ حضرت عائشہ صدیقہ بھی اُن کو دیکھنے کے لیے پردہ کر کے حضرت حارثہ بن نعمان کے مکان پہ پہنچ گئیں۔

مگر نبی اکرم ﷺ نے پردے کے باوجود انھیں پہچان لیا تھا اس لیے کچھ دن بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے مذاق کرتے ہوئے فرمایا؛

تم نے میری بیوی دیکھی ہے تو حضرت عائشہ نے جل کے جواب دیا۔

ہاں میں نے اُس یہودیہ کو دیکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ مسکراتے رہے اور فرمایا؛

عائشہ ایسا تو مت کہو وہ تو مسلمان ہے اور اُس کا اسلام نہایت اچھا ہے۔

علامہ زرقانی حضرت صفیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ؛

چونکہ وہ یہودیوں کے بادشاہ کی بیٹی تھیں اس لیے وہ نہایت فراخ دست تھیں جب وہ حارثہ بن نعمان کے مکان میں اتریں تو اُنہوں نے بہت سے زیور پہن رکھے تھے جو اُن کے خاندانی زیور تھے جب خواتین اُن سے ملنے کے لیے آنے لگیں تو انھوں اپنے زیور اتار کر ایک طرف

رکھ لیے اور ملنے کے لیے آنے والی خواتین کو وہ زیور تقسیم کرنے لگیں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ کو بھی انھوں نے اپنے بہت سے گہنے عطا فرمائے تھے۔

کچھ عرصہ بعد کی بات ہے جب حضرت صفیہ بنت حیئ کے لیے بھی مسجد نبوی کے ساتھ ہی حجرہ تعمیر کر لیا گیا تھا تب نبی اکرم ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے اور دیکھا کہ حضرت صفیہ بیٹھی رو رہی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے فرمایا؛

عائشہ اور حفصہ نے کہا ہے کہ ہم تم سے افضل ہیں اس لیے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیویاں ہونے کے ساتھ ساتھ اُن کے چچا کی بیٹیاں بھی ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دلاسا دیا اور فرمایا؛

صفیہ تم نے انھیں یوں کیوں نہ کہا!

کیف تکن خیر امنی ابی ھارون وعمی موسی وزوجی محمد صلواۃ اللہ علیھم

تم مجھ سے افضل کیسے ہو سکتی ہو جبکہ میرے باپ ہارون علیہ السلام ہیں، میرے چچا حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور میرے خاوند محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

یہ سن کر حضرت صفیہ خوش ہو گئیں اور مسکرا دیں۔

حضرت صفیہ بنت حیئ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد بہت سالوں تک زندہ رہیں اُن کا تقویٰ اور سخاوت مثالی تھی۔

مسند احمد میں بیان کیا گیا ہے:

شہر مدینہ میں سیّدہ صفیہ بنت حیئ کا گھرانہ علم و عرفان کی وجہ سے معروف تھا اور لوگ دور دور سے اُن کے پاس اپنے مسائل لے کر آیا کرتے تھے۔ چنانچہ بیان کیا گیا کہ صحیرہ بنت جیفر حج بیت اللہ کے بعد جب مدینہ تشریف لائیں تو انھوں نے دیکھا کہ اہل کوفہ کی بہت سی عورتیں حضرت

صفیہ کے پاس بیٹھی ہیں اور احادیث سن رہی ہیں۔۳۵ ہجری میں جب خارجیوں نے حضرت عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو حضرت صفیہ بنت حییّ ابھی زندہ تھیں وہ اپنے گھر سے کھانا پکوا کر حضرت عثمان کے گھر بھیجا کرتی تھیں کیونکہ خارجیوں نے حضرت عثمان کا کھانا اور پانی بند کر رکھا تھا۔ حضرت حسنؓ حضرت صفیہ کے گھر سے پکا ہوا کھانا لے کر چوری چھپے حضرت عثمان کے گھر پہنچایا کرتے تھے۔ آنحضرت محمد ﷺ کو حضرت صفیہ سے بڑی محبت تھی اور اس سلسلے میں بہت سی روایات موجود ہیں جنھیں ہم طوالت کے خوف سے درج نہیں کر رہے۔ حضرت صفیہ نے پچاس ہجری میں مدینہ ہی میں وفات پائی اِس وقت اُن کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی جنت البقیع میں دفن ہوئیں[47*]۔

✡ ✡ ✡

حضرت میمونہؓ

خیبر کی فتح کے بعد نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے اصحاب اس بات کے منتظر تھے کہ اہل قریش کے ساتھ کیے گئے معاہدے کی مدت پوری ہو اور وہ اپنے محبوب وطن کو روانہ ہوسکیں جس کی دیوار و در سے اُن کو اُنسیت تھی۔ آخر ذیقعدہ کے مہینے میں نبی اکرم ﷺ اپنے دو ہزار اصحاب کے ساتھ عمرہ کی نیت سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ عمرہ قضاۃ کے عنوان سے اس کی تفصیلات بیان کی جا چکی ہیں۔ ہم یہاں یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اسی عمرہ کی ادائیگی کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ سے نکاح فرمایا۔ اس نکاح کی دیگر تفصیلات درج کرتے ہوئے مورخین نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عمرہ قضاۃ کے بعد حضرت میمونہ سے نکاح کیا۔ حضرت عباس جو رسول اللہ ﷺ کے چچا تھے انھوں نے حضرت میمونہ کا نکاح آنحضرت محمد ﷺ سے پڑھایا۔ عیون الاثر، طبقات ابن سعد اور مستدرک حاکم میں بیان کیا گیا کہ اُم المومنین حضرت میمونہ کا اصل نام برہ بنت حزن تھا تاہم جب وہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آگئیں تو آپؐ نے اُن کا نام میمونہ رکھا جو یمن سے مشتق ہے جس کے معنی برکت اور مبارک کے ہیں۔

حافظ ابوالفتح نے "**کتاب عیون الاثر**" میں حضرت میمونہ کا نسب یوں بیان کیا ہے۔

میمونہ بنت حزن بن بجیر بن ہزم بن رویبہ بن عبداللہ بن ہلال بن عامر بن صعصعہ بن معاویہ

بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان۔۔۔ [48*]

امام ابن قتیبہ نے ''کتاب المعارف ''میں لکھا ہے کہ!

حضرت میمونہ حضرت عباس کی بیوی لبابہ الکبریٰ جو اپنی کنیت اُم الفضل سے مشہور تھیں کی چھوٹی بہن تھیں انھی کی ایک اور بہن لبابہ الصغریٰ جو عصماء بنت الحارث کے نام سے مشہور تھیں ولید بن مغیرہ المخزومی کی بیوی تھیں اس طرح حضرت میمونہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت خالد بن ولید کی سگی خالہ تھیں اس لیے اُن کا رتبہ بہت بلند تھا۔

ابن قتیبہ نے مزید لکھا ہے کہ؛

روئے زمین پہ کوئی عورت حضرت میمونہ کی ماں ہند بنت عوف سے زیادہ بزرگ اور خوش قسمت نہ ہوگی کہ اُن کے داماد اس قدر جلیل القدر تھے کہ کسی اور عورت کے داماد اس قدر بزرگ و برتر کبھی نہ ہوں گے۔

اس لیے کہ!

رسول اللہ ﷺ اُن کے داماد تھے۔

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق اُن کے داماد تھے۔

سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب اُن کے داماد تھے۔

سیّدنا عباس بن عبدالمطلب اُن کے داماد تھے۔

سیّدنا علی ابن طالب اُن کے داماد تھے۔

حضرت جعفر طیار اُن کے داماد تھے۔

حضرت شداد بن الھاد اُن کے داماد تھے۔

ابو عمرو کی ایک روایت میری نظر سے گزری ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت زینب بنت خزیمہ بھی ہند بنت عوف ہی کی بیٹی تھیں اس طرح وہ حضرت میمونہ کی بہن تھیں اگرچہ اُن کے باپ الگ الگ تھے مگر اُن کی ماں ایک ہی تھی اس طرح ہند بنت عوف کی دو بیٹیاں یکے بعد

دیگرے آنحضرت محمد ﷺ کی زوجیت میں رہیں اور نبی اکرم ﷺ دوبار ہند بنت عوف کے داماد بنے۔

یاد رہے کہ حضرت زینب بنت خزیمہ پانچ ہجری میں انتقال کر گئیں تھیں اور حضرت میمونہ سے آپ ﷺ نے سات ہجری میں نکاح کیا۔

حضرت میمونہ سے نبی اکرم ﷺ کے نکاح کے حوالے سے جو روایات مجھ تک پہنچی ہیں اُن میں سے ایک تو یہ ہے کہ!

نبی اکرم ﷺ جب عمرہ ادا کرنے کے لیے مکہ تشریف لائے تو حضرت میمونہ نے خود کو رسول اللہ ﷺ کے لیے پیش کیا اور نبی اکرم ﷺ نے اُن کی اس پیشکش کو شرف قبولیت بخشا۔

جو مورخین اس روایت کو مستحکم تصور کرتے ہیں وہ سورۃ احزاب کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

القرآن الحیکم (سورۃ احزاب ۳۳ ؛ آیات ۵۰)

ترجمہ؛

''اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو رسول اللہ (ﷺ) کے لیے ہبہ کیا ہو، اگر نبی (ﷺ) اسے نکاح میں لینا چاہیں تو یہ رعایت خالصتاً تمھارے لیے ہے دوسرے مومنوں کے لیے نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہے کہ عام مومنوں پر اُن کی بیویوں اور لونڈیوں کے بارے میں ہم نے کیا حدود مقرر کیے ہیں (اور تمھیں یعنی رسول اللہ (

ﷺ) کو اس لیے مستثنیٰ کیا ہے) تاکہ تمھارے اوپر کوئی تنگی نہ رہے اور اللہ بہت غفور ورحیم ہے"۔

✡✡✡✡✡✡✡

ایک اور روایت کے مطابق بیان کیا گیا ہے کہ!

غزوہ خیبر کے موقع پہ حضرت جعفر بن ابی طالب حبشہ سے خیبر میں تشریف لائے اور اس کے بعد نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ہی مدینہ تشریف لائے چونکہ اُن کے گھر حضرت میمونہ کی بہن حضرت اسماء بنت عمیس تھیں اس لیے انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ نبی اکرم ﷺ حضرت میمونہ سے نکاح کر لیں۔

آنحضرت محمد ﷺ نے اُن کی اجازت دے دی تو انھوں نے حضرت میمونہ سے اس سلسلے میں بات کی۔

حضرت میمونہ نے کہا؛

میں نے یہ حق اپنی بڑی بہن اُم الفضل کو سونپ رکھا ہے۔

حضرت اُم الفضل نے حضرت میمونہ کے عقد کا حق اپنے خاوند حضرت عباس کو سونپ دیا چنانچہ جب حضرت عباس کو نبی اکرم ﷺ کی طرف سے حضرت میمونہ کے لیے پیغام ملا تو آپ نے اسے قبول فرمالیا۔

چنانچہ بیان کیا گیا کہ نبی اکرم ﷺ جب عمرے کے لیے مکہ آئے تو حضرت عباس نے حضرت میمونہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کر دیا۔حضرت عباس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ اُس وقت حالت احرام میں تھے مگر اُن کے مقابل بہت سی قوی روایات اس بات پہ دلیل پیش کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اُس وقت عمرے سے فارغ ہو چکے تھے۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ جب عمرے سے فارغ ہو کے مقام سرف پہ پہنچے جو مکہ سے دس میل

کے فاصلے پہ ایک مقام ہے تو نبی اکرم ﷺ کے غلام ابورافع سیّدہ میمونہ کو لے کر آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی مقام یعنی سرف پہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت میمونہ کے ساتھ شب عروسی بسر کی۔

سیّدہ میمونہ نبی اکرم ﷺ کے پردہ فرما جانے کے بعد بھی کافی دیر تک زندہ رہیں سیّدہ اُم المومنین سے ۴۶ احادیث مروی ہیں جس سے اُن کی فقہ میں دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن شداد، حضرت عبدالرحمان بن سائب اور سیّدنا یزید بن اصم نے اُن سے احادیث روایت کی ہیں یاد رہے کہ یہ سب حضرت میمونہ کے بھانجے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت میمونہ کے بعد کسی اور عورت سے نکاح نہیں کیا اور یہ آپ ﷺ کا آخری نکاح تھا۔

حضرت میمونہ نے ۵۱ ہجری میں وفات پائی وہ مقام سرف میں دفن ہوئیں جہاں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ انھوں نے شب عروسی بتائی تھی حضرت عبداللہ ابن عباس نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی اور انھیں قبر میں اتارا۔

✡ ✡ ✡

امامہ بنت حمزہ رض

اسلام نے وہ عظیم اخلاقی معیار وضع کیا جس کی بنا اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی اس جماعت کو آسمان پہ چمکتے ستاروں سے تشبیہ دی، اُن کے دل نرمی سے معمور تھے، اُن کے احساس ارفع اور عمل فطرت کے عین مطابق تھا یہی وجہ ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ عمرہ قضاۃ ادا کرنے کے بعد مدینہ کے لیے واپس مڑے تو حضرت حمزہ کی کم عمر بیٹی چچا چچا کہتی نبی اکرم ﷺ کی طرف دوڑی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا اسے اٹھا لو ہم اسے اپنے ساتھ لے جائیں گے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ امامہ بنت حمزہ کو اپنے ساتھ مدینہ لے آئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت علی نے کہا میں اس لڑکی کو اپنے پاس رکھوں گا اس لیے کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت جعفر نے کہا اس لڑکی کو میں پالوں گا اس لیے کہ وہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ حضرت زید نے فرمایا! اس لڑکی کو میں پالوں گا اس لیے کہ یہ میرے بھائی کی بیٹی ہے اس کے بعد تینوں حضرات نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اپنا مقدمہ دربار رسالت میں پیش کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اِن تمام صحابہ کی بات توجہ سے سنی اور حضرت جعفر کے حق میں فیصلہ دے دیا ۔آنحضرت محمد ﷺ نے حضرت جعفر کے حق میں اس لیے فیصلہ کیا کہ اس بچی کی خالہ حضرت جعفر کی بیوی تھی چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!

خالہ ماں کے مثل ہے۔

✡ ✡ ✡

7ھجری، بمطابق مئی 628ء تا 629ء

7ہجری، احکام وقوانین

نزول قرآن کا سلسلہ بھی جاری تھا اور لوگوں کی فلاح کے لیے زبان مصطفیٰ ﷺ سے بھی احکامات جاری ہو رہے تھے۔ انسانوں کے لیے روشن راہوں کا تعین کیا جا رہا تھا اور منزل کے خدوخال واضح ہونے لگے تھے۔ وہ لوگ جو صدیوں سے جہالت کی تیرگی میں رہے تھے اب اسلام کے درخشاں خورشید اُن کے دامن میں تھے اس لیے کہ انھی لوگوں نے کل تمام جہان کے لوگوں کی راہنمائی کے لیے نکلنا تھا اس لیے لمحہ لمحہ پل پل اُن کی تربیت ہو رہی تھی انھیں انسانی شرف کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کیا جا رہا تھا دین اسلام اُن کے گرد حدود کا ایک ایسا حصار کھینچ رہا تھا جس کے نتیجے میں اُن کی اندر ایسی تبدیلیوں نے جنم لیا کہ لوگ آج تک صحابہ کی اس جماعت کے تقویٰ اور خداخوفی کو مشعل راہ بنائے ہوئے ہیں۔ چودہ سو چونتیس سال گزرے مگر اس کے بعد دھرتی کے سینے پر ایسے لوگ پھر کبھی نہ دیکھے گئے انھی لوگوں اور انھی شب و روز کی اس طویل داستان میں اب ہم سات ہجری میں اتارے جانے والے احکامات اور قوانین کا جائزہ لیتے ہے۔

امانت میں خیانت

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو ہر موقع پر امانت کا حق ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور نبی اکرم ﷺ کی اسی کڑی تربیت کا نتیجہ ہے کہ جب روم و ایران فتح ہوئے تو سونے اور چاندی کے بیش بہا ذخائر مسلمانوں کے ہاتھ لگے مگر اِس تمام مال و دولت کو مجاہدین اسلام نے حقارت کی نظر سے دیکھا اور تمام کا تمام مال مدینہ پہنچا۔ حفاظت کے نقطہ نظر سے مجاہدین اسلام نے اس مال و دولت کو اپنے کپڑوں میں اپنے اونٹوں کے کجاوے میں اور اُن بوریوں میں ڈال رکھا تھا جو اُن کے ساتھ ہی مدینہ پہنچی تھیں۔ جب وہ مسجد نبوی پہنچتے تو ہر صحابی اپنے لباس کو الٹتا اپنی بوریوں کو صحن مسجد میں خالی کرتا اور اس بات کی تسلی کرتا کہ اُس کے ہاتھ خالی ہیں اس کے بعد وہ پیچھے ہٹ جاتا۔ مسجد نبوی کے صحن میں سونے چاندی کے اِن انباروں کو دیکھ کر حضرت عمر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بیتے اُن دِنوں کو یاد کیا جب مسلمان شدید تنگ دستی کا شکار تھے۔ دیگر غزوات کی طرح غزوہ خیبر کے موقع پر بھی نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو حکم دیا جب تک مال غنیمت تقسیم نہ ہو اُس وقت تک اس میں سے کسی چیز کو مت چھیڑو۔

نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے۔

جس شخص کے پاس مال غنیمت میں سے کوئی چیز ہو وہ اسے واپس کر دے چاہے وہ سوئی دھاگے جیسی معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اموال غنیمت میں بددیانتی باعث ننگ و عار ہے اور ایک رذیل جرم ہے اور روز قیامت وہ آگ کا شعلہ بن کے چمکے گا۔

اسی غزوہ کے موقع پر ایک صحابی نبی اکرم ﷺ کے سامنے سے گزرا۔

نبی اکرم ﷺ نے اُسے پکارا اور فرمایا؛

فروہ تو نے اپنے سر پہ یہ آگ کی چادر کیوں لپیٹی ہوئی ہے۔

فروہ سمجھ گئے کہ رسول اللہ ﷺ کا اشارہ کس طرف ہے چنانچہ انھوں نے فوراً ہی اُس بوسیدہ چادر کو خود سے الگ کیا اور اسے دور پھینک دیا جسے انھوں نے بے دھیانی میں دھوپ سے بچنے کے لیے مال غنیمت سے اوڑھ لیا تھا۔

ایک صحابی نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اور مال غنیمت کے ڈھیر سے ایک معمولی سی چیز طلب کی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

ٹھہرو ابھی مال تقسیم نہیں کیا گیا۔

اسی طرح کسی غزوہ میں بنی اشجع کا ایک شخص بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوا اور جب اس کی تجہیز و تکفین کا مرحلہ آیا تو نبی اکرم ﷺ نے اُس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا؛

اپنے بھائی کی نمازِ جنازہ پڑھو اور اسے دفن کر دو۔

صحابہ کے دریافت کرنے پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اس نے مال غنیمت میں خیانت کی تھی جس کی وجہ سے مجھے اس کی نماز پہ کھڑا ہونے سے روک دیا گیا ہے۔

غزوہ خیبر ہی کے موقع پر ایک صحابی نے مال غنیمت میں سے ایک عقال اٹھالی عقال اُس نہایت معمولی رسی کو کہتے ہیں جس سے مشک کا منہ باندھا جاتا ہے یا اونٹ کا گھٹنا باندھا جاتا ہے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے اُس صحابی سے فرمایا؛

کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ روز قیامت یہ رسی آگ کی رسی بن کر تیرے گلے سے لپٹ جائے۔

تو اس صحابی نے رسی کو فوراً ہی چھوڑ دیا اور توبہ کی۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ایک غزوہ کے لیے نکلے تو نبی اکرم ﷺ کا سیاہ فام غلام نبی اکرم ﷺ کے ہودج کو اونٹ سے اتار رہا تھا تو دشمن کے تیر اُس کی طرف آئے اور وہ موت کی آغوش میں چلا گیا۔

صحابہ نے اُس کی خوب تعریف کی اور اس کی شہادت کا تذکرہ نبی اکرم ﷺ سے کیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

مگر میں تو اسے آگ کی اُس چادر میں جلتا ہوا دیکھ رہا ہوں جسے اُس نے مال غنیمت میں سے چرایا تھا۔

چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

چوری، بد دیانتی اور جھوٹ کو چھوٹے گناہ مت شمار کرو بلکہ یہ تو آگ میں لے جانے والی عادات ہیں۔

✡✡✡✡✡✡✡

ہم الحمداللہ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے ہیں اور گاہے بگائے اس بات پہ فخر کرتے بھی نظر آتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان پیدا کیا ہے مگر کیا ہم نے کبھی اپنے دامن میں جھانکا ہے کیا ہم نے اپنے دامن کو بد دیانتی اور خیانت سے محفوظ پایا ہے حقیقت یہ ہے کہ ہمارے پاس اِن فضول باتوں کے لیے وقت ہی نہیں ہے بلکہ ہم تو مال و دولت اکٹھا کرنے کی دوڑ میں اس حد تک اندھے ہو چکے ہیں کہ ہم کو تو اپنی نماز تک کا ہوش نہیں ہوتا تو ہم

نے دیانت اورامانت کا کیا خیال کرنا ہے برسوں سے یہ بات سنتے چلے آئے ہیں کہ ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن ہے جوآدمی کم اختیار کا مالک ہے وہ ہزاروں کی کرپشن کرتا ہے جواعلیٰ درجے کا افسر ہے وہ لاکھوں کروڑوں کی کرپشن کرتا ہےاور ہمارے حکمران جن کی ہوس کے شکنجے میں ہم جکڑے ہوئے ہیں وہ اپنے اختیاراوراقتدارکولوگوں کی خدمت کا نام دیتے ہیں مگرحقیقت میں قوم کےخون پسینے کا اربوں کھربوں روپیہ کھا جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ یہ سارے شیطان کے دھوکے ہیں جس میں آ کے انسان اپنی موت اوراُس دن کی سختی کو بھولے ہوئے ہیں جس نے آخرایک دن آ کے رہنا ہےاوراُس کا آنا نہایت یقینی ہے حیرت کہ انسان خود ذلت کی گھڑے کی طرف بھا گا جا رہا ہےاورخوش ہے کہ اُس نے بہت کچھ مال ومتاع سمیٹ لیا ہے۔

اللہ ہم پہ رحم فرمائے۔ آمین

✡ ✡ ✡

کنیزیں

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی تو لوگ اُن کے دشمن بن گئے اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جنگیں کیں۔تاہم اللہ تعالیٰ کا فضل آنخضرت محمد ﷺ کے ساتھ تھا اس لیے آپ ﷺ کو دشمن کے مقابل کبھی بھی ہزیمت کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ نبی اکرم ﷺ جس معرکے کے لیے بھی نکلے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کو سرخرو کیا۔اِن جنگوں میں مال غنیمت بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا جس میں اونٹ گھوڑے بکریوں کے ساتھ غلام اور کنیزیں بھی شامل ہوتیں۔چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر مسلمانوں کو اُن عورتوں کے بارے میں احتیاط کی ہدایت کی جو جنگ کے نتیجے میں اُن کے ہاتھ آئیں تھیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا!اعلان کردو؛

”جو شخص اللہ اور روز قیامت پہ یقین رکھتا ہے اُس کو اس بات کی اجازت نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی کھیتی کو اپنے پانی سے سیراب کرے“۔

چونکہ غزوہ خیبر میں غلام اور کنیزوں کی بہت بڑی تعداد مسلمانوں کے ہاتھ لگی تھی اس لیے دراصل اس اعلان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان اِن عورتوں سے رُک جائیں اور تب تک رکے رہیں جب تک کہ عورتوں کو حیض نہ آجائے اس لیے کہ اگر اُن کے پیٹ میں کسی کا بچہ ہوا تو نسل مخلوط ہو جانے کا خطرہ ہے۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا،لوگوں اپنی نسل کو مشتبہ نہ بناؤ بلکہ

رُک جاؤ جب تک کہ انھیں حیض نہ آ جائے اور اگر کوئی عورت حمل سے ہو تو اُس کے وضع حمل ہونے تک اُس عورت کے قریب مت جاؤ۔

✡ ✡ ✡

گدھوں کا گوشت

غزوہ وہ خیبر کے موقع پر مسلمانوں کو سامانِ خوردونوش کی سخت قلت کا سامنا تھا جس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسلمان دوردراز کا سفر کر کے خیبر تک پہنچے تھے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مسلمان ویسے بھی تنگ دست تھے۔ اس لیے اُن کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ ادھر یہودی اپنے قلعوں میں چھپے بیٹھے تھے اور کوئی قلعہ فتح ہونے میں نہیں آتا تھا۔ انھی دنوں مسلمانوں نے یہودیوں کے ایک چرواہے کو روکا اور اُس سے کئی گدھے چھین لیے۔

مسلمانوں نے انھیں ذبح کیا اور اُن کا گوشت دیگوں میں ڈال دیا۔

جب یہ گوشت پکنے کے قریب تھا تب نبی اکرم ﷺ وہاں سے گزرے اور صحابہ سے استفار کیا اس میں کیا پک رہا ہے۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس میں گھریلو گدھوں کا گوشت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھ آئے صحابہ کو حکم دیا؛

کہ اِن ہانڈیوں کو الٹ دو، اور اعلان کر دو کہ گدھے اور خچر کا گوشت پلید ہے اس لیے اسے نہ کھایا جائے۔

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ عمل کیا۔

لوگوں نے اس گوشت کی ہانڈیاں الٹ دیں اور نبی اکرم ﷺ کے حکم پہ عمل کرتے ہوئے

اس گوشت کو کھانے سے باز رہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے لیے دعائے خیر فرمائی جس کے نتیجے میں چند دنوں بعد یہودیوں کا ایک ایسا قلعہ فتح ہوا جس میں کھانے پینے کی چیزوں کے انبار لگے تھے۔

اس قلعہ کی فتح کے بعد لوگوں کو کھانے پینے کی کمی نہ رہی اور وہ سیر ہو گئے۔

صحابہ نے روایت کیا ہے:

کہ ہم نے پہلی بار آسودگی کا مزہ تب چکھا جب خیبر کے قلعے فتح ہوئے تھے۔

✡ ✡ ✡

مزارعت

خیبر وسیع و عریض اور سرسبز و شاداب علاقہ تھا بیان کیا گیا کہ اُن کے صرف ایک قلعے میں کھجوروں کے چالیس ہزار درخت تھے وہ انگور کاشت کرتے تھے اور کھجوروں کے درخت اگانے میں ماہر تھے۔عرب میں دور دور تک خیبر کی کھجوروں کی دھوم تھی۔وہاں کی زراعت عمدہ تھی اور یہودی زرعی امور میں عربوں سے ماہر خیال کیے جاتے تھے۔اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے باعث جب خیبر کے قلعے ایک ایک کر کے فتح ہو گئے اور یہودی ذلیل و خوار ہو گئے تو یہودی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی! جو کچھ اللہ نے چاہا وہ ہم پہ گزر گیا اللہ نے آپ کو ہم پہ غلبہ عطا فرما دیا اس لیے آپ ﷺ ہم پہ احسان فرمائیں اور ہمیں ہماری زمینوں سے بے دخل نہ کریں اس لیے کہ اِن زمینوں کو آباد کرنے کے لیے آخر آپ کو لوگوں کی ضرورت ہوگی تو آپ یہ فرض ہمارے ذمہ ہی لگا دیں اور ہم کو اِن زمینوں پہ مزارعت کی اجازت عطا فرما دیں۔نبی اکرم ﷺ جانتے تھے کہ اِن زمینوں کی آبادکاری کے لیے بہت سے مردوں کی ضرورت تھی اور نبی اکرم ﷺ کے پاس ابھی اتنے لوگ موجود نہ تھے کہ اِن زمینوں کو آباد کر سکیں۔اس لیے نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں کی اس بات کو تسلیم کر لیا اور اِن زمینوں کی مزارعت انھیں سونپ دی۔اُن کو اِن زمینوں کی پیداوار سے آدھی پیداوار ملنی تھی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں سے زمینوں کی نصف پیداوار پہ معاہدہ کر لیا اور اُن سے

فرمایا یہ معاہدہ صرف اُس وقت تک ہے جب تک مسلمان اسے پسند کریں۔ یہودیوں نے نبی اکرم ﷺ کی اس شرط کو قبول کرلیا اور نبی اکرم ﷺ نے اُن سے معاہدہ کرلیا اس معاہدے سے مزارعت کے جائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

✡ ✡ ✡

متعہ کی حرمت

نبی اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل اہل عرب جہالت کی عمیق گہرائیوں میں گر چکے تھے ایک مدت گزری اُن کی اخلاقی اصلاح کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا تھا۔ بنو اسرائیل پہ بدستور انبیاء و رسل اترے رہے مگر بنو اسماعیل پہ چونکہ نبوت کا خاتمہ ہونا تھا اس لیے ایک مدت تک اُن کی اخلاقی اور عقائدی اصلاح کا کوئی اہتمام نہ کیا گیا جس کے نتیجے میں عقائدی طور پہ وہ بت پرستی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہو گئے تو اُن کی اخلاقی حالت یہ تھی کہ وہ شراب جوئے اور زنا کے بری طرح عادی ہو چکے تھے۔

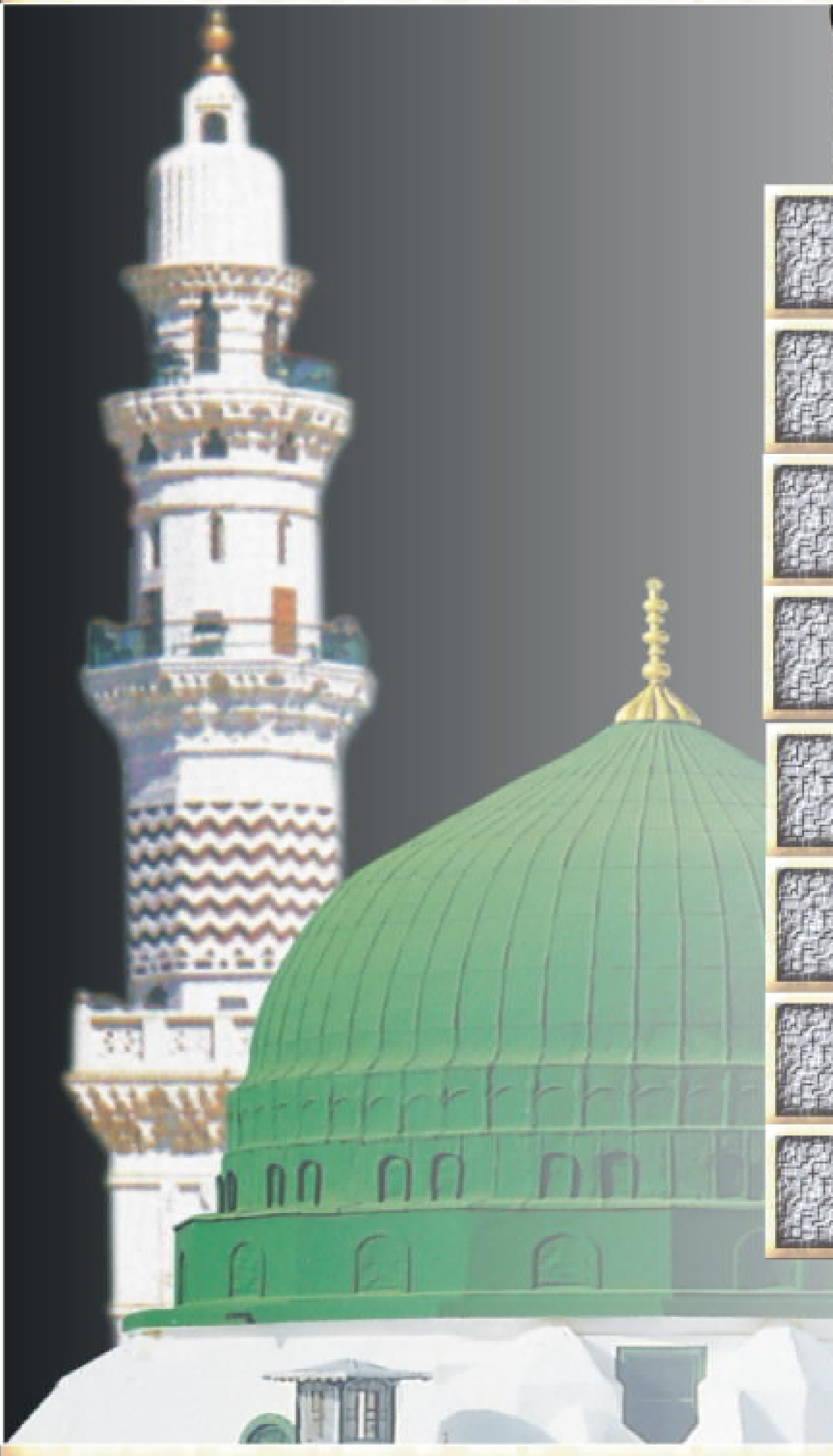
نبی اکرم ﷺ جب اُن میں مبعوث کیے گئے تو وہ اخلاقی پستی کا شکار ہو چکے تھے اگرچہ اُن میں بہت سی خصوصیات بھی پائی جاتی تھیں تاہم بہ حیثیت مجموعی اُن کی اخلاقی حالت نہایت دِگر گوں تھی۔ وہ عورت کو کوئی اہمیت و وقار دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ عورت اُن کے لیے محض جنسی تکمیل کا ذریعہ تھی اس لیے اُن میں زنا کاری عام تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اہل عرب کو اسلام کی دعوت دی تو تدریجاً اُن کی اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کی بھی انتہائی کوشش کی جس کے نتیجے میں اہل عرب میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔

متعہ اہل عرب کے ہاں نکاح کی ایک معروف صورت تھی جو دراصل نکاح نہیں بلکہ عورت اور مرد کے مابین ایک سمجھوتا تھا۔ کوئی مرد کسی عورت کو طے شدہ معاوضے پہ اس امر پہ راضی کرتا کہ وہ اتنا عرصہ میاں بیوی کی طرح رہیں گے۔

چونکہ دراصل یہ زنا ہی کی ایک صورت تھی اس لیے غزوہ خیبر ہی کے موقع پہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو نکاح متعہ سے رُک جانے کا حکم دیا۔فقہا کے مابین اس سلسلے میں طویل مباحث موجود ہیں جن سے پہلوتہی اختیار کرتے ہوئے ہم صرف اتنا عرض کرنا چاہتے ہیں کہ متعہ کی حرمت ایک ثابت شدہ امر ہے جس کے ابطال کا کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔

✡ ✡ ✡

یکم محرم 8 ہجری بمطابق 8 مئی 629ء



- غزوہ موتہ
- فتح مکہ
- قریش ایمان لے آئے
- غزوہ حنین
- محاصرہ طائف
- حضرت زینبؓ کا انتقال
- حضرت ابراہیم کی ولادت
- شراب اور جوئے کی حرمت

سیرت المزملﷺ مدنی عہد رسالت



آٹھ ہجری نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا شاید سب سے مصروف اور کامیابیوں بھرا سال تھا۔اس سال نبی اکرم ﷺ کا خاندان آپ پہ اسلام لے آیا جس سے نبی اکرم ﷺ کو ازحد خوشی حاصل ہوئی۔اللہ نے آپ کو دوسری خوشی یہ عطا فرمائی کہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر دیا گیا اور شہر مکہ میں کئی ہزار سال بعد پھر سے خالص توحید کے نغمے گونجنے لگے۔فتح مکہ کے بعد اُن لوگوں کی بڑی اکثریت اسلام کی طرف لپکی جو اس انتظار میں تھے کہ اگر آنحضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہوئے تو وہ یقیناً اہل قریش پہ غلبہ حاصل کر لیں گے اور اسی سال عرب کے بدوی قبائل کی اکثریت بھی سرنگوں ہوئی اور بنو ہوازن اور بنو ثقیف نے بھی اسلام قبول کر لیا۔فتح مکہ کے بعد لوگ جوق در جوق اسلام کی طرف دوڑے اس لیے کہ عمومی طور پہ اہل عرب کا دین بیت اللہ اور اہل قریش کی سیادت کی طرف مائل تھا۔اس لیے جب حرم کعبہ میں توحید

کے نغمے گونجنے لگے تو اہل عرب نے بھی اسلام کے دامن عافیت میں پناہ تلاش کی۔اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عرب عام طور پہ طاقت کی زبان سمجھتے تھے اس لیے خیبر کے یہودیوں اور قریش مکہ کے بعد عرب بھر میں اور کوئی ایسی قابل ذکر طاقت نہ تھی جو اسلام کی راہ میں رکاوٹ ڈال سکتی۔اس لیے عرب جان گئے تھے کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو اُن کے سر اُن کے کندھوں پہ ہی رہنے دیئے جائیں گے بصورت دیگر انھیں کاٹ کر پھینک دیا جائے گا جیسا کہ یہودیوں کے ساتھ ہوا۔مگر اہل قریش اُن کی نسبت عقلمند ثابت ہوئے اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے مکہ پہ حملہ کیا تو انھوں نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے اور آنحضرت محمد ﷺ کی اطاعت قبول کر لی۔

اُن شہیدوں کا خون اب رنگ لانے لگا تھا جنھوں نے دین اسلام کی راہ میں اپنا خون بہایا تھا۔اسلام کی یہ بہار اُن کے خون کی خوشبو سے مہکی تھی۔چنانچہ لوگوں نے ہدایت آسمانی کا رخ کیا اور اُن کے دلوں کی میل دھلتی چلی گئی۔عرب بھر میں جھوٹی رسموں اور قبیح روایتوں کے طوق ٹوٹ رہے تھے۔اُن کے بت اُندھے منہ پڑے تھے اور اُن کا تعصب اسلام کے قدموں تلے روندا جا چکا تھا۔اس لیے جب نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے آٹھ سال بعد اپنا پہلا قدم بیت اللہ میں رکھا اور قریش کے سب سے بڑے بت ہبل کو ٹھوکر لگائی اور وہ اوندھے منہ گرا تو اس بات کا فیصلہ بھی ہو گیا کہ خطہ عرب کا دین اب اسلام ہو گا۔شیطان اپنے سر میں خاک ڈالتا ہوا اس سرزمین سے رخصت ہو گیا کہ اور اس بات سے مایوس ہو گیا کہ اب اس سرزمین پہ کبھی بت پرستی کی جائے گی اِن سنہری گھڑیوں کو بیتے ایک ہزار چار سو پینتیس سال ہونے کو آئے ہیں اور بیت اللہ میں تب سے صدائے توحید ہی بلند ہو رہی ہے اور انشاء اللہ اُس روز تک یہ صدا جاری رہنے والی ہے جب اس زمین کو لپیٹ لیا جائے گا اور سورج سے اُس کا نور چھین لیا جائے گا۔

✡ ✡ ✡

صفر 8 ہجری، بمطابق ، جون 629ء

سریہ بنومرہ

سات ہجری کے واقعات میں بنومرہ کا تذکرہ گزر چکا ہے جب حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ اپنے کچھ صحابہ کے ساتھ بنومرہ کی طرف گئے اور اسلام کی دعوت دی مگر اِن بدبختوں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں پہ حملہ کر دیا اور سوائے حضرت بشیر بن سعدؓ کے تمام صحابہ شہید ہو گئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے خون کے قصاص کے لیے حضرت زید بن ثابتؓ کو دو سو سواروں پہ امیر مقرر کیا اور انھیں حکم دیا میرے صحابہ کی جائے شہادت پہ چلے جاؤ اور اُن لوگوں سے بدلہ لو۔ مگر حضرت زید بن ثابتؓ ابھی روانہ نہ ہوئے تھے کہ حضرت عبداللہ بن لیثی جو ایک مہم پہ گئے ہوئے تھے وہ واپس مدینہ پہنچ گئے تو نبی اکرم ﷺ نے اس سریہ کی کمان انھیں سونپ دی اور اُن سے فرمایا۔ اسلام کے خلاف اِن لوگوں کی سازشوں کو ختم کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ صحابہ کی منزل فدک کی طرف آباد وہ علاقہ تھا جہاں بنومرہ کے لوگ آباد تھے۔ مسلمان رات کو سفر کرتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے دراصل مسلمانوں کا سالار یہ چاہتا تھا کہ وہ دشمن کو بے خبری میں جا لے۔ اور مسلمان اپنے مقصد میں

کامیاب رہے تھے وہ رات کے پہلے پہر دشمن کے علاقے میں پہنچے اور چھوٹی چھوٹی گھاٹیوں میں چھپ گئے دشمن کے لوگ اِن کے اردگرد ہی تھے مگر انھیں مسلمانوں کی آمد کا کوئی علم نہ ہو سکا تھا وہ مسلمانوں کے سامنے ہی اپنے جانوروں سے دودھ نکالتے رہے اور جب وہ سارے کاموں سے فارغ ہو گئے اور سونے کے لیے چلے گئے تب بھی مسلمان انتظار کرتے رہے ۔

جب وہ سو گئے تو مسلمانوں نے اُن پہ غارت ڈالی۔

بنومرہ اس اچانک حملے سے گھبرا گئے اور بھاگ اٹھے تاہم مسلمانوں کے دلوں میں اپنے انتیس صحابہ کی شہادت کا دکھ تھا جن کو انھی بدبختوں نے قتل کیا تھا چنانچہ مسلمانوں نے بنومرہ کا تعاقب کیا اور انھیں گھیر کر قتل کیا۔

بنومرہ میں سے کچھ بھاگ گئے کچھ مارے گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔

صحابہ نے جب اُن کو خوب قتل کر لیا تو اُن کی عورتوں کو گرفتار کیا اور جانوروں کو ہانک کر مدینہ روانہ ہوئے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس مہم میں اپنے صحابہ کی کامیابی پہ اطمینان کا اظہار کیا اور مسلمانوں کے لے دعائے خیر کی۔صحابہ نے روایت کی ہے کہ جب ہم اس مہم سے لوٹے تو مال غنیمت میں سے ہمارے حصے میں بارہ بارہ اونٹ آئے۔

✡ ✡ ✡

یہ الگ بات ہے کہ اُن کی آنکھوں پر قوم وقبیلہ کی عصبیت کا پردہ پڑا تھا اور نہ عقل و معرفت میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ چنانچہ اُن میں سے جب بھی کسی نے عقلی بنیادوں پر اسلام کی دعوت کو پرکھا تو حق واضح ہو کر ان کے سامنے آ گیا۔

صفر8 ھجری، بمطابق ، جون 629ء

تین سوار، ایک منزل

فتح مکہ کے بعد اگرچہ اسلام کی فتح روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی تھی مگر قریش کا ہر سوچنے والا فرد ذہنی طور پہ پہلے ہی اسلام سے مرعوب ہو چکا تھا۔ہم بیان کر چکے ہیں عربوں کی دانش بے مثل تھی اس لیے اُن میں بہت سے لوگ یہ جان چکے تھے کہ اسلام ہی دین حق ہے۔مگر اُن کی قبائلی عصبیت کی جڑیں بھی بہت مستحکم تھیں اس لیے وہ اس تعصب کے سامنے خود کو قدرے بے بس محسوس کرتے تھے۔تاہم اُن میں کچھ ایسے بھی تھے جن کے اندر اخلاقی جرأت اپنے آباء سے مستحکم تھی اس لیے انھوں نے جب اس بات کو جان لیا کہ اب اسلام کا وقت ہے تب انھوں نے اِن عصبیتوں کو اپنی راہ میں نہ آنے دیا اور دین اسلام کے سایہ عافیت میں آ گئے۔ہم یہاں قریش کے اُن تین سپوتوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں جو اہل قریش میں بے مثل اہمیت کے حامل تھے،جن کے خاندان ارفعی تھے اور جو قریش میں ایستادہ ستونوں کی طرح تھے۔خالد بن ولید قریش کا بے مثل جرنیل جس نے روزِ اُحد اپنی کامیاب جنگی چالوں کی بنا پہ مسلمانوں کا خوب قتال کیا تھا اور ایک ہاری ہوئی جنگ کا منظر بدل

کے رکھ دیا تھا۔

عمرو بن العاص قریش کے اعلیٰ خاندان کا فرد اسلام کا سخت دشمن اور بے حد دولت مند شخص تھا وہ قریش کا سفارتکار تھا اور دوسرے ملکوں میں اُن کے پیغام لے کر جایا کرتا تھا اُس کے تعلقات کئی بادشاہوں سے تھے وہ بلا کا جنگجو اور بہادر تھا۔ روزِ اُحد قریش کی پیادہ فوجوں کی قیادت اسی کے ہاتھ میں تھی مگر جب اُس کا دل بدلا تو اُس نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے میں ایک لمحہ بھی نہ لگایا۔

عثمان بن طلحہ کعبہ کی کلید برداری کے اہم منصب پہ فائز تھے وہ حربی طور پر بھی نہایت باعزت خاندان کے فرد تھے، اُن کے بھائیوں باپ اور چچا نے روز بدر اور روز احد اپنی جان کے نذرانے پیش کیے مگر قریش کے پرچم کو اٹھائے رہے کیونکہ پرچم اٹھانا اُن کا منصب تھا اُن کا اعزاز تھا پھر عثمان کا دل بھی بدل گیا اور وہ اسلام کے سایہ عافیت میں چلا آیا، مورخین نے قریش کے اِن صاحب عزت افراد کے اسلام لانے کی جو تفصیلات ہمیں فراہم کیں ہیں اُن کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

✡ ✡ ✡



عرب کے اُن تپتے صحراؤں میں زندگی ایک مسلسل جہدو جہد تھی ۔وہاں اپنے سانسوں کی ڈوری کو قائم رکھنا بھی مشقت طلب کام تھا اسی لیے عربوں کے بیٹے جفاکش اور محنتی ہوا کرتے ۔چونکہ وہ لوگ فطرت سے قریب تھے اس لیے فطری عوامل میں وہ دوسرے لوگوں سے بڑھے ہوئے تھے، زندگی سے محبت کرنا اگر چہ فطرت ہے مگر شجاعت اور دلیری فطرت کا نہایت ارفع پہلو ہے۔ چنانچہ عرب شجاعت وسخاوت میں یکتا تھے اُن کے سینے چوڑے سر بڑے اور دل اُن سے بھی بڑے تھے۔ اُن کے چہروں پہ جو سرخی اور سانولا پن تھا اُس نے عربوں کو کمال کی مردانہ وجاہت سے نوازا تھا اور انھی میں ایک وجیہ نوجوان ولید کا بیٹا خالد تھا جو سالار قریش تھا اور اب سیف اللہ بننے جا رہا تھا اُن کے اسلام لانے کا واقعہ خود انھی کی زبانی پیش کیا جاتا ہے۔

وہ کہتے ہیں!

میں ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف نکلا اور مجھے اپنی حربی چالوں اور اہل قریش کی جنگی مہارت پہ پورا بھروسا تھا مگر اس کے باوجود نہ جانے کیوں ہمیشہ شکست ہی ہمارا مقدر بنی۔

اور مجھے اپنی شکستوں پہ حیرت تھی۔

پھر روز احد میرا وار چل گیا اور ہم نے مسلمانوں کو جی بھر کے قتل کیا مگر کچھ ہی دیر بعد جب مسلمانوں نے ہم پہ جوابی حملہ کیا تو ہم ایک خوف کا شکار تھے اس لیے ہم پیچھے ہٹ آئے اور اسی

پہ اکتفاء نہ کیا بلکہ میدان جنگ سے ہی بھاگ نکلے۔

اپنے سردار کا یوں میدان جنگ چھوڑ کے بھاگ اٹھنا بھی میری لیے حیرت کا باعث تھا۔مگر احد کے بعد بھی میری آنکھیں نہ کھلی تھیں۔پھر جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ میں آکے اترے اور قریش نے مجھے اُن کو روکنے کا فرض دیا تو میرے دل میں کچھ تبدیلی ہوئی اس لیے کہ عسفان کے مقام پہ جب میرا سامنا رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں سے ہوا اور آپ ﷺ ظہر کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے تو میں پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ جونہی مسلمان نماز کے لیے کھڑے ہوں گے ہم اُن پہ حملہ کر دیں گے۔

نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کی صفیں سیدھی کیں اور میرے سامنے ہی نماز ادا کرنے لگے میں نے اپنے ساتھیوں کو پکارا آؤ میرے ساتھ اور مسلمانوں پہ حملہ کر دو مگر میں حیرت سے ششدر رہ گیا جب انھوں نے میرے اس حکم کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ وہ مجھے عجیب سے تساہل اور خوف کا شکار نظر آئے۔

اور مسلمان نماز سے فارغ ہو گئے۔

میرے ساتھ جو لوگ تھے میں اُن کو برسوں سے جانتا تھا وہ مردان جنگ تھے خون بہانا اُن کے لیے کوئی اجنبی بات نہ تھی اس لیے میں اُن پہ لعن طعن کرنے لگا کہ انھوں نے یہ نادر موقع کیوں گنوا دیا۔

وہ مجھے کوئی جواب نہ دیتے تھے بلکہ چپ سے تھے آخر اُن میں سے کسی نے مجھے کہا غم نہ کرو تھوڑی دیر بعد وہ پھر نماز کے لیے کھڑے ہو جائیں تب ہم آپ کا حکم مانیں گے اور مسلمانوں کو قتل کر دیں گے۔

مجھے کچھ اطمینان ہوا اور پھر نماز عصر کا وقت آ گیا اس بار میرے ساتھی حملے کے لیے تیار تھے مگر میری حیرت اس وقت دو چند ہو گئی جب میں نے دیکھا کہ مسلمان اگرچہ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے ہیں مگر اُن کا ایک حصہ اپنی تلواریں میان سے نکالے نماز میں شامل ہی نہ ہوا تھا بلکہ اُن

کی قہر آلود نظریں ہم پہ تھیں کہ جیسے ہی ہم آگے بڑھیں وہ ہمیں کھا جائیں گے، اُن کی آنکھوں میں ایک سرخی تھی تب میں نے جانا کہ رسول اللہ ﷺ میرے منصوبے سے آگاہ ہو چکے ہیں اسی لیے انھوں نے نماز خوف ادا کی تھی۔

پھر اہل قریش نے رسول اللہ ﷺ سے معاہدہ کر لیا اور میرے ہاتھ سوائے مایوسی کے کچھ بھی نہ آیا۔ میں اس بات سے اب مایوس ہو چکا تھا کہ قریش کبھی محمد (ﷺ) پہ غلبہ حاصل کر سکیں گے بلکہ کسی قدر مجھے اس امر کا احساس ہونے لگا تھا کہ وہ سچے اور ہم جھوٹے ہیں وہ سچ کی جنگ لڑ رہے ہیں اور ہم جھوٹ کی جنگ لڑ رہے ہیں اسی لیے ہر میدان میں فتح اُن کا مقدر بنتی ہے۔

معاہدے کے بعد میں اِک مایوسی کے حصار میں تھا میں چاہتا تھا کہ میں شہر مکہ کو چھوڑ دوں اور کہیں چلا جاؤں مگر میرے سامنے کوئی منزل نہ تھی میں سوچتا کہ اگر میں حبشہ جاؤں تب بھی مجھے کیا فائدہ ہوگا خود شاہ حبشہ اسلام کے سایہ عافیت میں آ چکا تھا اور بہت سے قریشی مسلمان اُس کے سائے میں امن وسکون کی زندگی گزار رہے تھے اور میں اُن کا سامنا کرنے سے گریزاں تھا۔

پھر میں نے سوچا کہ روم کی طرف نکل جاؤں مگر میں جانتا تھا کہ قیصر روم کے وطن میں مجھے اپنے آبائی دین کو چھوڑنا ہوگا اور یہودیت یا نصرانیت کو اختیار کرنا ہوگا اور یہ مجھے گوارا نہ تھا میں سوچتا کہ اگر آبائی دین کو چھوڑنا ہی ہے تو محمد ﷺ کا دین یہودیوں اور نصرانیوں کے دین سے بہتر ہے۔

میرے سامنے کوئی منزل نہ تھی اور میری زندگی بے مقصدیت کا شکار ہو چکی تھی میں لوگوں سے بہت کم بات کرتا اور زیادہ تر تنہائی میں رہتا۔ اس تنہائی کے لیے مجھے شہر سے باہر وادیٔ مکہ کی ویران پہاڑیاں مجھے پناہ دیتیں۔ میں اسی تذبذب اور بے مقصدیت کا شکار تھا کہ وہ سال گزر گیا اور میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت مکہ میں عمرہ کرنے کے لیے آ رہے ہیں۔ مجھ پر یہ نہایت کٹھن وقت تھا میں اُس دشمن کا سامنا نہ کرنا چاہتا تھا جس نے مجھے کئی

میدانوں میں شکست سے دوچار کیا تھا اس لیے میں نے شہر چھوڑ دیا اور اُس وقت تک دوبارہ شہر مکہ کی طرف نہ گیا جب تک کہ مجھے اطمینان نہ ہو گیا کہ مسلمان واپس مدینہ لوٹ چکے ہیں۔

جب میں مکہ آیا تو کسی شخص نے مجھے پکارا اور مجھ سے کہا؛

تمھارا بھائی ولید ابن ولید مسلمانوں کے ساتھ عمرہ کے لیے آیا تھا اور اُس نے مجھے تمھارے لیے یہ خط دیا تھا۔

میرا بھائی اسلام قبول کر چکا تھا اور ہجرت کر کے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جا ملا تھا میں نے وہ خط لیا اور اسے پڑھا۔

اُس میں لکھا تھا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے اس امر پہ حیرت ہے کہ تو اب تک کفر پہ اڑا ہوا ہے حالانکہ لوگ تمھاری دانش کی گواہی دیتے ہیں، کیا تمھاری دانش نے تم کو کبھی اس بات کی طرف راغب نہیں کیا کہ تم لوگ جھوٹ کی جنگ لڑ رہے ہو اور ہم سچ کے پیرو ہیں۔اسلام جیسے سچے مذہب کی حقیقت تم سے کیوں کر پوشیدہ ہے شاید تم نے کبھی سوچا ہی نہیں۔ہم عمرے کے لیے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ خالد کہاں ہے میں نے انھیں کہا کہ اللہ جلد اُسے آپ کے پاس لے آئے گا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔خالد جیسا زیرک انسان حق سے بے خبر کیسے رہ سکتا ہے اگر وہ اپنی صلاحیتوں کو اسلام کے لیے وقف کرتا تو یہ اس کے لیے بہتر تھا اور ہم اسے دوسرے لوگوں پہ فوقیت دیتے۔تو اے میرے بھائی زندگی کا بہت سا وقت تم ضائع کر چکے مگر ابھی موقع ہے کہ تم حق کو جانو اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی خطاؤں کی معافی مانگ لو۔

✡✡✡✡✡✡✡

خالد بن ولید کو جب اپنے بھائی کا یہ خط ملا تو اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اُن کا دل بدل گیا اگرچہ اُس کے بدلنے کی ابتداء اس خط سے قبل ہی ہو چکی تھی تاہم اس خط کو پڑھنے کے بعد خالد بن ولید نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب وہ اپنا دین چھوڑ دیں گے اور اسلام قبول کر لیں گے۔

اگلی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ!

میں ایک تنگ اور بنجر خطہ زمین سے نکلا اور ایک سرسبز و شاداب اور کشادہ علاقے میں جا نکلا میں نے سوچا کہ جب میں مدینہ پہنچوں گا تو حضرت ابو بکر سے اس خواب کی تعبیر جاننے کی سعی کروں گا کیونکہ وہ قریش میں خوابوں کی سب سے زیادہ درست تعبیر بتانے والے تھے۔

پھر جب اللہ نے میری مدد کی اور میں مدینہ جا پہنچا اسلام قبول کرنے کے بعد میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو وہ مسکرائے اور فرمایا' وہ تنگ اور بنجر وادی جس سے تم نکلے کفر تھا اور وہ سرسبز و شاداب اور کشادہ وادیٔ جس میں تم داخل ہوئے وہ اسلام ہے۔

اپنے چھوٹے بھائی ولید ابن ولید کا خط پڑھنے کے بعد میرے دل سے سارے بوجھ اتر گئے تھے۔ کیونکہ میں ایک حتمی فیصلے تک پہنچ چکا تھا۔ نبی اکرم ﷺ اور اسلام سے جو بغض و عناد میرے دل میں موجود تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اسلام سے وارفتگی پیدا ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود میرے دل میں ایک جھجک بہر حال موجود تھی کہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کے بہت سے میدانوں میں اترا تھا اور اُن کو نقصان پہنچایا تھا۔ اس لیے میری خواہش تھی کہ مدینہ جانے کے لیے مجھے کوئی ساتھی دستیاب ہو جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے میں نے صفوان بن امیہ سے بات کی اور اُس سے کہا! اے ابا وہب! کیا تم قریش کی حالت دیکھ رہے ہو ہم کس قدر کمزور اور مسلمان کس قدر طاقتور ہو چکے ہیں وہ عرب و عجم پہ غلبہ حاصل کر رہے ہیں اور یقیناً وہ ہم پر غالب آ جائیں گے تو ایسی صورت میں کیا یہ بہتر نہیں کہ ہم اس ذلت سے قبل خود ہی اِن کی خدمت میں حاضر ہو جائیں اور اُن کی اطاعت اختیار کر لیں آخر وہ ہمیں میں سے ہیں اور اُن کی عزت اُن کی طاقت ہماری عزت اور ہماری

طاقت ہے۔

صفوان بن امیہ نے غصے سے میری طرف دیکھا اور کہا؛

بخدا! تمھارا دماغ خراب ہوگیا ہے خدا کی قسم اگر سارا عرب اُن پر اسلام لے آئے میں تب بھی اُن کی اطاعت اختیار نہ کروں گا۔اس کے بعد وہ بڑبڑاتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔تاہم میں نے اُس کی بات کا برا نہ مانا اس لیے کہ میں اس امر سے واقف تھا کہ اُس کا باپ اور بھائی روز بدر مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں اس لیے اُس کا غصہ سمجھ میں آنے والی بات تھی۔

اس کے بعد میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور اُس سے کہا؛

میرے ساتھ آؤ اور ہم اسلام قبول کرلیں اس سے قبل کہ ذلیل کیے جائیں۔

مگر عکرمہ بن ابی جہل نے بھی مجھے غصے سے جواب دیا اور کہا؛

بخدا! اگر میں اس دنیا میں وہ آخری شخص ہوا جو اسلام قبول نہ کرے تو بھی مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔

پھر وہ جانے لگا تو میں نے اُس کا بازو پکڑ لیا اور اُس سے کہا؛

یہ بات امانت ہے تو اُس نے عہد کیا یہ میرے سینے میں ہی رہے گی۔

اُس کا باپ ابوجہل بھی روز بدر ہی قتل کیا گیا تھا اس لیے میں قریش سے مایوس ہوگیا اور سوچا تنہا ہی نکلتا ہوں۔

میں اپنے گھر پہنچا اور اپنے غلام سے کہا؛

میرے اونٹ پہ پالان کسو اُس میں زادِراہ رکھو اور اُسے فلاں مقام پہ لے جاؤ میں اپنے گھوڑے پہ تمھارے پیچھے آتا ہوں۔

پھر یکدم مجھے ایک خیال آیا اور میں نے سوچا میں نے اپنے قریبی دوست طلحہ بن عثمان کو نظر انداز کیا ہے کیوں نہ اُس کی رائے بھی جان لی جائے۔میں اُس کی طرف جانے کے لیے اٹھا پھر مجھے خیال آیا کہ رہنے دو اُس کا باپ اس کا چچا اور اُس کے تین بھائی مسلمانوں نے روز احد

قتل کر دیئے تھے اس لیے وہ کبھی میری بات پہ راضی نہ ہو گا۔

میں بیٹھ گیا پھر اپنے آپ سے کہا؛

میں تو سوار ہو چکا ہوں وہ مجھے روک تو نہیں سکتا کیوں نہ ایک بار اُس سے بات کر ہی لی جائے۔

چنانچہ میں اُس کی طرف روانہ ہو گیا۔

میں نے اُس سے سیدھی بات کی اور کہا؛

میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اسلام قبول کر لوں اور میں اس سلسلے میں کل صبح مدینہ کو روانہ ہو رہا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ محمد ﷺ عرب و عجم پہ غالب آ رہے ہیں اور وہ یقیناً قریش پہ بھی غالب آ جائیں گے اور میں اس ذلت سے قبل ہی اُن کی اطاعت اختیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں کیا تم میرے ساتھ چلو گے۔

طلحہ بن عثمان نے میری طرف دیکھا اور کہا؛

ہاں ! اور اُس کی ہاں نے مجھے حیرت میں مبتلا کیا۔شاید اللہ نے اُس کے دل کو بھی بدل دیا تھا۔اُس کی ہاں نے مجھے مسرت سے بھر دیا تھا میں اٹھا اور اُسے سینے سے لگا لیا اور اُس سے عہد لیا کل صبح ہم دونوں میں سے جو بھی پہلے چشمہ یاجج پر پہنچے وہ دوسرے کا انتظار کرے۔اگلی صبح جب ابھی اندھیرا چھٹا نہ تھا تو میں یاجج کے چشمہ پہ پہنچا۔طلحہ بن عثمان مجھ سے پہلے وہاں موجود تھا ہم دونوں نے رختِ سفر باندھا اور یہ سفر سراسر سفرِ خیر تھا۔یہ سفر اندھیروں سے اجالوں کی طرف تھا، تنگی سے کشادگی کی طرف تھا، وحشت سے امن کی طرف تھا، جاہلیت سے علم کی طرف تھا، کفر سے اسلام کی طرف تھا، نفرت سے محبت کی طرف تھا، شرک سے توحید کی طرف تھا، خزاں سے بہار کی طرف تھا، تشنگی سے آسودگی کی طرف تھا، مشکل سے آسانی کی طرف تھا، سختی سے نرمی کی طرف تھا، پستی سے بلندی کی طرف تھا، مایوسی سے اطمینان کی طرف تھا، دھوکے سے حقیقت کی طرف تھا، وہم سے یقین کی طرف تھا، مادیت سے روحانیت کی طرف تھا، ذلت سے عزت کی طرف تھا، زحمت سے رحمت کی طرف تھا، حسرت سے تکمیل کی طرف تھا، بے

مقصدیت سے مقصد کی طرف تھا،دوزخ سے جنت کی طرف تھا،عسرت سے آسودگی کی طرف تھا،غربت سے نجات کی طرف تھا، بہیمت سے شرف کی طرف تھا، نظافت سے نفاست کی طرف تھا، گندگی سے پاکیزگی کی طرف تھا،کفر سے ایمان کی طرف تھا، دکھ سے راحت کی طرف تھا،کمزوری سے طاقت کی طرف تھا،آدمیت سے انسانیت کی طرف تھا،سرابوں سے حقیقت کی طرف تھا،جھوٹ سے سچ کی طرف تھا، گمراہی سے ہدایت کی طرف تھا، بے سود مسافرت سے منزل کی طرف تھا ،ویرانے سے رونق کی طرف تھا، بے ثباتی سے ثبات کی طرف تھا، بے التفاتی سے التفات کی طرف تھا، بے یقینی سے یقین کی طرف تھا،جہل سے قرآن کی طرف تھا،علم سے عرفان کی طرف تھا،عرفان سے آگہی کی طرف تھا،زوال سے کمال کی طرف تھا،ناشناسائی سے آشنائی کی طرف تھا دلآزاری سے دلگیری کی طرف تھا،توہم سے یقین کی طرف تھا، غلامی سے آزادی کی طرف تھا، بدی سے نیکی کی طرف تھا، ناکامی سے کامیابی کی طرف تھا، بت پرسی سے نجات کی طرف تھا،انکار سے اقرار کی طرف تھا،بخل سے ایثار کی طرف تھا،تخریب سے تعمیر کی طرف تھا، قدامت سے جدت کی طرف تھا،تقلید سے نجات کی طرف تھا،شدت سے سہل کی طرف تھا،تفاخر سے ندامت کی طرف تھا،رات سے صبح کی طرف تھااور دوسواروں کا یہ قافلہ رات کے اندھیرے میں اُس صبح کی تلاش میں نکلا تھا جس کی مثل کوئی صبح نہیں ہوسکتی۔اُن کے دلوں کے اجالے اُن کو راہ دکھا رہے تھے اور اُن کی بیتابی اُن کو اس صحرائے بسیط میں سفر جاری رکھنے پہ مجبور کرتی تھی کئی دِنوں کے سفر کے بعد کپڑوں اور چہروں پہ سفر کی دھول لیے یہ مختصر سا قافلہ ہداۃ کی بستی میں اترا اور شب بسر کی اگلی صبح جب سورج ابھی اپنے سفر پہ روانہ ہونے کے لیے نمودار نہ ہوا تھا تب ایک سوار خیمے میں تھا اور دوسرا خیمے سے باہر اپنے ساتھی کا انتظار کر رہا تھا اور اُس کے ہاتھ میں سواری کی لگامیں تھیں تو اُس نے ایک اور سوار دیکھا جو دور سے اُن کی طرف آتا تھا تو یہ تیسرا سوار کون تھا؟؟؟

✡✡✡✡✡✡✡

تیسرا سوار

اور وہ تیسرا سوار عمرو بن العاص تھا۔ جو دور دراز کے سفر کے بعد وادیٔ ہداۃ میں اترا تھا۔ اُس نے ایک خیمہ دیکھا جس کے باہر ایک سوار دو سواریاں تھامے شاید اپنے ساتھی کے انتظار میں کھڑا تھا جو خیمے کے اندر تھا اور جب وہ ذرا قریب ہوا تو اُس نے جانا کہ وہ تو اِن سواروں کو جانتا ہے وہ اس کے اپنے ہیں تب اُس نے دریافت کیا ساتھیو تمھاری منزل کیا ہے؟

ہدایت اور طاعت!

اُس شخص نے جواب دیا جو خیمے سے نکلا تھا اور عمرو بن العاص اُس کو بہت اچھی طرح جانتا تھا وہ قریش کا سالار تھا وہ خالد ابن ولید تھا جس کی جنگی مہارت کا شہرہ سارے عرب میں تھا۔

نووارد کے دل میں خوشی کی اِک لہرسی اٹھی اور اُس نے اِن سواروں سے کہا!

تمھارے بعد اب قریش کے پاس رہا ہی کیا ہے؟

اب کے خیمے والے سواروں نے آنے والے سوار سے اُس کی منزل پوچھی تو وہ مسکرا دیا اور کہا!

ہم تین ہیں مگر ہماری منزل بھی ایک ہے اور مقصد بھی ایک!

عمرو بن العاص قریش کا وہ سپوت تھا جس پر وہ جتنا بھی ناز کرتے کم تھا وہ صاحب دانش تھا ،صاحب ثروت تھا، صاحب جمال تھا، صاحب کمال تھا اور قریش کا سفارت کار تھا۔ وہ اُن کا حربی سالار بھی تھا۔

حضرت عمرو بن العاص کے اسلام لانے کا واقعہ بھی خود اُنھی کی زبانی پیش کیا جاتا ہے وہ کہتے ہیں ؛میرے دل میں اسلام کی عداوت گھر کیے ہوئے تھی ۔میں بدر و اُحد اور خندق میں مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں اترا تھا۔مسلمانوں نے اِن سب جنگوں میں اہل قریش کو قتل کیا مگر میں قتل ہونے سے بچ گیا۔معرکہ خندق کے لیے ہم نے بہت اہتمام کیا تھا اور ہمارے دل میں ایک یقین سا تھا کہ اس دفعہ ہم مسلمانوں کو ملیا میٹ کر دیں گے۔مگر جب ہم مدینہ پہنچے تو ایک نا قابل عبور خندق ہمارا منہ چڑا رہی تھی ہم اس طریقہ جنگ سے ناواقف تھے بلکہ ہم تو صرف اس قدر جانتے تھے جس کا لشکر زیادہ ہو فتح اسی کو حاصل ہوتی ہے اور اس بار ہم نے اس قدر عظیم الشان لشکر تیار کیا تھا کہ مسلمانوں کے بچ نکلنے کا کوئی امکان نظر نہ آتا تھا۔مگر جب خندق نے ہمارا راستہ روکا تو ہم صرف بے بسی سے اُس پار مسلمانوں کو گھور سکتے تھے اُن کو قتل کرنا ہمارے بس سے باہر تھا۔ہم اچھے وقت کے انتظار میں خندق کے اِس پار ہی بیٹھے رہے۔مگر اللہ کا فیصلہ کچھ اور تھا اور ہمیں بے مراد وہاں سے عجلت میں بھاگنا پڑا۔حالانکہ کوئی لشکر ہمارے تعاقب میں نہ تھا۔

جب ہم مکہ پہنچے تو دوسرے لوگوں کے تاثرات مجھ سے مختلف تھے وہ خیر خیریت سے اپنے گھر پہنچ جانے پہ خوش تھے مگر میں اس قدر مایوس تھا کہ کسی سے بات تک نہ کرتا تھا اور تب میں جان گیا تھا کہ مسلمانوں کو شکست دینا اب ممکن نہ ہوگا اس لیے کہ خندق والی جنگ میں ہم نے جس قدر اہتمام کیا تھا دوبارہ اس قدر اہتمام کرنا بہت مشکل تھا۔اُس معرکے میں ہمارے پاس ہتھیاروں کے انبار تھے۔فوجوں کی فراوانی تھی ،سامانِ خورونوش کثرت سے تھا۔تب بھی ہم مسلمانوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے تھے۔

جب ہم واپس آئے تو شہر مکہ میں ٹھہرنا میرے لیے محال ہوگیا۔میں مکہ کے قریب ہی ایک مقام رھط کو چل دیا۔وہاں میرا ایک نخلستان تھا اور میرے ساز و سامان اور جانور تھے۔میں نے لوگوں سے ملنا چھوڑ دیا تھا مجھے کسی کی پراوہ نہ تھی میں بے بسی سے دانت پیستا رہتا کہ آخر

مسلمانوں کے خلاف ہمیشہ ہمیں ناکامی ہی کا سامنا کیوں کرنا پڑتا ہے۔

میں رھط ہی میں ٹھہر گیا تھا اور شہر مکہ کو چھوڑ دیا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ میں طائف چلا جاؤں۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف میرا دل بغض وعناد سے بھرا ہوا تھا مجھے مکہ کی خبریں ملتی رہتی تھیں مگر مجھے اب اُن میں کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ جو لوگ مجھے ملنے آتے تھے میں اُن سے بھی بے اعتنائی سے پیش آنے لگا حتیٰ کہ لوگوں نے میرے پاس آنا ہی چھوڑ دیا۔ پھر کسی نے مجھے خبر دی کہ مسلمان مکہ کے قریب حدیبیہ میں اترے ہیں اور اہل قریش نے اُن سے جنگ نہیں کی بلکہ معاہدہ کر لیا ہے۔ جب میں نے معاہدے کی شرائط کو جانا تو اپنا سر پیٹ کے رہ گیا میں جان گیا تھا کہ اب مسلمان اہل قریش پہ غالب آ جائیں گے۔ اس دوران میں جب بھی مکہ میں اترا میرے قبیلے نے مجھے عزت واحترام سے نوازا مگر میں مکہ میں اب زیادہ نہ ٹھہرتا تھا طواف کرتا اور واپس چلا جاتا۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب وہ وقت قریب آنے لگا جب مسلمانوں نے شہر مکہ میں اترنا تھا تو میرے لیے رھط میں رہنا بھی مشکل ہو گیا۔ چنانچہ میں مکہ آیا اور اپنے قبیلے کے لوگوں کو اکٹھا کیا جو میری بات مانتے تھے اور میرے فیصلوں پہ سر جھکاتے تھے۔

جب وہ میرے پاس جمع ہو گئے تو میں نے اُن سے سوال کیا؟

تم مجھے کیسا پاتے ہو؟

انھوں نے کہا!

آپ بہت شریف اور صاحب دانش ہیں ہم نے ہمیشہ اوروں کی رائے پہ آپ کی رائے کو ترجیح دی ہے اس لیے آپ جو کہنا چاہتے ہیں کہہ ڈالیے۔

میرے قبیلے نے میرا ساتھ دینے کا عزم ظاہر کیا تو جو کچھ میرے دل میں تھا میں نے اُگل دیا۔

میں نے اُن سے کہا!

تم لوگ جانتے ہو کہ روزِ اول سے ہم نے محمد (ﷺ) کی مخالفت کی ہے اُن کے دین کا انکار

کیا ہے ہم نے اُن سے جنگیں لڑی ہیں اُن کا خون ہم نے بہایا ہے اور انھوں نے ہمارا خون بہایا مگر اس کا نتیجہ ہمارے حق میں کچھ اچھا نہیں نکلا آج اہل قریش نے اُن سے صلح کر لی ہے اور محمد (ﷺ) نے خوب طاقت حاصل کر لی ہے وہ عرب و عجم پہ غالب آ گئے ہیں اور قریب ہے کہ قریش پہ بھی غالب آ جائیں مگر بخدا اگر ساری دنیا بھی اُن پہ ایمان لے آئے میں تب بھی اُن کا انکار ہی کروں گا۔اس لیے میں نے سوچا ہے کہ ہم شہر مکہ کو چھوڑ دیں جس میں وہ کل کلاں کو اترنے والے ہیں اور جن سے قریش نے صلح کا معاہدہ کر لیا ہے میں انھیں حرم پاک کا طواف کرتا نہیں دیکھ سکتا اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم لوگ حبشہ کی طرف کوچ کر جائیں اور وہیں سکونت اختیار کر لیں گے۔شاہ حبشہ کے میرے ساتھ بہت عمدہ تعلقات ہیں وہ ضرور ہماری عزت کرے گا۔اس دوران اگر محمد ﷺ عربوں پہ غالب آ جائیں تو ہم شاہ حبشہ کی پناہ میں ہوں گے اور وہ ہمیں کوئی گزند نہ پہنچا سکیں گے اور دوسری صورت میں اگر عرب اُن پہ غالب آ جاتے ہیں تو ہم اپنے وطن لوٹ آئیں گے عربوں کی فتح ہماری فتح ہوگی اور وہ ہماری قدر پہچانتے ہیں۔

عمرو بن العاص کے قبیلے نے اپنے سردار کے فیصلے کو بخوشی قبول کیا اور وہ حبشہ جانے کی تیاری کرنے لگے۔عمرو بن العاص چونکہ بہت دفعہ شاہ حبشہ سے ملاقات کر چکے تھے اس لیے وہ جانتے تھے کہ شاہ حبشہ کے لیے کون کون سے تحفے لے جانا مناسب ہوں گے۔اُس نے اپنے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ جس قدر چمڑے کی مصنوعات حاصل کر سکو حاصل کر لو کیونکہ حبشہ میں اِن کی بہت مانگ ہے اور بادشاہ اس کو بہت پسند کرتا ہے۔چنانچہ جب تحفے تحائف اکھٹے کرنے کا مرحلہ مکمل ہوا تو ہم لوگ مکہ سے عمرو بن العاص کی قیادت میں حبشہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہم لوگ نجاشی کے پاس پہنچے اور اُس نے حسب توقع ہماری تکریم کی اور ہم حبشہ میں اقامت گزیں ہو گئے۔میں شاہ حبشہ کے پاس بہت دفعہ حاضر ہو چکا تھا اور نجاشی بھی مجھ سے اچھے

دوستوں کی طرح ملا کرتا تھا میں اُس کے دربار میں حاضر ہوا اور روایت کے مطابق اسے سجدہ کیا۔

نجاشی نے کہا مرحبا! عرب سے میرا دوست آیا ہے اور اُس نے مجھے عزت و احترام سے بٹھایا پھر پوچھا؟

میرا عرب دوست میرے لیے کیا تحائف لے کر آیا ہے؟

تب میں نے مکہ سے لائے ہوئے تحائف اس کے سامنے ڈھیر کر دیئے جن میں سے بیشتر چمڑے کی مصنوعات تھیں۔

شاہ نجاشی نے میرے تحائف کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اور اِن میں کچھ تحائف اپنے لیے پسند کیے اور چوبدار سے کہا انھیں شاہی خزانے میں محفوظ کر دو اور باقی تحائف اُس نے اپنے امراء میں بانٹ دیئے۔

میں خوش خوش وہاں سے واپس چلا آیا۔

حبشہ میں ہمارے شب و روز پرسکون انداز سے گزر رہے تھے کہ میں نے مدینہ کے ایک شخص امیہ بن عمرو ضمری کو حبشہ میں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کا قاصد تھا اور میں نے جانا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کوئی خط لے کر شاہ حبشہ کے پاس پہنچا ہے۔

میں اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا اور اُن سے یہ سارا ماجرہ بیان کیا۔

میں نے اُن سے کہا؛

کل میں دوبارہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس جاؤں گا اور اُس سے درخواست کروں گا کہ وہ عربوں کا یہ شخص ہمارے حوالے کر دے تب ہم اس کی گردن ماردیں گے جس سے قریش کو یک گونہ خوشی حاصل ہوگی اور ہمیں بھی راحت ملے گی کہ اِن لوگوں نے ہمارے بہت سے نامور سرداروں کو قتل کیا ہے۔ چنانچہ منصوبے کے مطابق اگلے روز میں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے دیکھا کہ امیہ بن عمرو ضمری بادشاہ سے ملاقات کے بعد واپس ہو رہا

ہے۔بادشاہ نے مجھے دیکھا تو مجھے اپنے قریب ہی جگہ دی اور میں اس عزت افزائی سے خوش ہو گیا۔

میں نے بادشاہ سے کہا؛

اے شاہ حبشہ ہم پر ایک احسان کر

بادشاہ نے کہا! بولو؟

میں نے جواب دیا ابھی ایک شخص تجھ سے ملاقات کے بعد رخصت ہوا ہے اِن لوگوں نے ہمارے بہت سے سرداروں کا خون بہایا ہے اور ہمیں بہت دکھ دیئے ہیں انھی لوگوں کی وجہ سے ہم شہر مکہ کو چھوڑنے پہ مجبور ہوئے ہیں تو کیا ہی اچھا ہو اگر تم اس شخص کو ہمارے حوالے دو تا کہ ہم اس کی گردن مار کر اپنی آتش انتقام کچھ سرد کر سکیں۔

میں نے دیکھا کہ بادشاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا ہے میں گھبرا سا گیا پھر وہ ہوا جس کی میں نے کبھی خواب میں بھی توقع نہ کی تھی۔بادشاہ اپنی جگہ سے آگے ہوا اور اُس نے پوری قوت سے ایک ہاتھ میرے منہ پہ دے مارا۔

مجھے لگا شاید میری ناک ٹوٹ گئی ہے کیونکہ میری ناک سے بے تحاشا خون بہہ رہا تھا اور میں اس خون کو اپنے کپڑوں سے روک رہا تھا اور میرے کپڑے لہولہو ہو رہے تھے۔

میں اس غیر متوقع صورت حال کے لیے قطعی تیار نہ تھا۔بادشاہ کا دربار لوگوں سے بھرا ہوا تھا اُن لوگوں کو بھی شاید اپنے بادشاہ سے ایسی حرکت کی توقع نہ تھی اس لیے اُن کی آنکھیں بھی حیرت سے ابل رہی تھیں۔مگر مجھے ذلت کا احساس مارے جا رہا تھا اور میری خواہش تھی کہ کاش جس زمین پہ میں کھڑا ہوں وہ دھنس جائے تو مجھے اس ذلت سے نجات ملے جس میں مَیں مبتلا ہوا تھا ۔خیر کچھ دیر بعد ہی میں نے خود کو سنبھال لیا اور میری ناک سے خون بہنا بھی بند ہو چکا تھا۔

میں نے بادشاہ سے کہا؛

اے شاہ حبشہ! واللہ اگر مجھے اس بات کا احساس ہوتا کہ یہ بات تجھے اس قدر ناگوار گزرے گی تو

میں تجھ سے یہ سوال کبھی نہ کرتا۔

بادشاہ بھی اپنی اس حرکت پہ کچھ شرمندہ سا تھا اس لیے اُس نے میرا بازو پکڑا اور مجھے اپنے قریب کیا اور کہا!

جب سے تم مجھے ملے ہو میں نے تجھے ایک صاحب دانش شخص پایا ہے مگر عمرو تم مجھے ایک ایسے شخص کے قاصد کو قتل کرنے کے لیے کہہ رہے ہو جس کے پاس وہی ناموس اترتا ہے جو عیسیٰؑ پہ اترا تھا جو موسیٰؑ پہ اترا تھا۔

بخدا عمرو مجھے حیرت ہے کہ تم جیسا شخص بھی رسول اللہ ﷺ کا انکار کرتا ہے۔

عمرو بن العاص کہتے ہیں بادشاہ کے اِن الفاظ نے میرے دل میں ایک گہری دراڑ ڈال دی اور میں سوچنے پہ مجبور ہو گیا کہ کہیں محمد ﷺ درست اور ہم غلط تو نہیں۔

بادشاہ مجھ سے کہہ رہا تھا۔

خدا کی قسم! تم جس قدر بھی کوشش کر لو وہ بہرحال تم پر غالب آ جائیں گے۔

میرے دل نے کہا یہ بات تو میں پہلے سے جان چکا ہوں کہ عنقریب وہ ہم پر غالب آ جائیں گے۔

میں نے بادشاہ سے پوچھا؛

اے شاہ حبشہ کیا تم اُس دین کو برحق جانتے ہو جس کی دعوت محمد (ﷺ) دیتے ہیں۔

بادشاہ نے کہا؛

بے شک میں اُن کو حق پہ جانتا ہوں بلکہ میں تو اُن کا پیرو ہوں۔

اے عمرو! تم میرے دوست ہو بخدا اپنے خاندانی تعصب کو بھول جاؤ اور اُن کی غلامی اختیار کر لو۔ خدا کی قسم وہ حق پر ہیں اور وہ تم پر اس طرح غالب آ جائیں گے جس طرح موسیٰؑ فرعونوں پہ غالب آ گئے تھے۔

اُس لمحے اللہ نے میرے دل کو بدل دیا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف میرے دل میں جو

بغض وعناد تھا وہ محبت اور وارفتگی میں بدل گیا اور میں نے بے تابی سے شاہ حبشہ سے پوچھا؟
کیا آپ اُن کی طرف سے میری بیعت لے سکتے ہیں۔
بادشاہ نے خوش ہو کے مجھے دیکھا اور کہا؛
کیوں نہیں تجھے مبارک ہو اللہ نے تیرا دل بدل دیا ہے اور تجھے ہدایت سے نوازا ہے۔
بادشاہ نے اپنے لوگوں سے کہا؛
عمرو کے لیے نیا اور سفید لباس لاؤ۔
میں نے اپنی زخمی ناک کو دھویا اور بادشاہ کی طرف سے پیش کردہ نیا لباس پہن لیا۔تب میں نے شاہ حبشہ کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا اور میرے دل مسرت سے بھرا ہوا تھا جیسے مجھے دنیا وما فیہا کی دولت حاصل ہوگئی ہو۔
بادشاہ میرے اس عمل سے بہت خوش تھا۔دم رخصت اُس نے مجھے گلے سے لگایا اور اسلام قبول کرنے پہ مبارکباد دی۔اس کے بعد میں اپنے ساتھیوں کے پاس چلا آیا جو بے تابی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔
مگر وہ نہیں جانتے کہ جو عمرو گیا تھا وہ واپس نہیں آیا بلکہ اب اُن کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ایک غلام بیٹھا تھا۔
انھوں نے میرا نیا لباس دیکھا اور مجھے کریدنے لگے کہ اُس کام کا کیا بنا جس کی خاطر تم شاہ حبشہ کے پاس گئے تھے۔
میں نے بے توجہی سے اُن کی بات سنی کیونکہ میرا دل اب رسول اللہ ﷺ کی جدائی سے بے حال ہو رہا تھا اور میں چاہتا تھا کہ کسی طرح اُڑ کے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں۔
انھوں نے اپنے سوال کو دہرایا اور پوچھا امیہ بن عمرو کا کیا بنا؟
میں نے اُن کو ٹال دیا اور کہا؛

پہلی ہی ملاقات میں بادشاہ سے ایسا سوال کرنا مناسب نہ تھا اس لیے کچھ دن رُک جاؤ۔

اس کے بعد میں اٹھا اور ایک طرف کو روانہ ہو گیا۔

انھوں نے شاید میرے بدلے ہوئے تیور بھانپ لیے تھے اِس لیے اُن میں سے ایک اٹھا اور میرے سامنے کھڑے ہو کے کہنے لگا؛

کہاں جاتے ہو۔

مجھے اور تو کچھ نہ سوجھا میں نے کہا میں ذرا رفع حاجت کے لیے جا رہا ہوں ابھی واپس آ جاؤں گا۔وہ میرے راستے سے ہٹ گیا اور میں نے اب کبھی اُن کی طرف واپس نہ جانا تھا اور نہ میں گیا۔

میرا لباس نیا تھا میری جیب میں پیسے تھے اور مجھے اُن لوگوں سے اب کوئی سروکار نہ تھا جو پیچھے رہ گئے ہیں اس لیے میں وہاں سے سیدھا بندرگاہ پر پہنچا جہاں سے ایک جہاز روانہ ہونے کے لیے تیار تھا وہ اہل یمن کا ایک جہاز تھا جس کی منزل شعیبہ کی بندرگاہ تھی۔

میں جہاز میں داخل ہونے والا آخری مسافر تھا میرے داخل ہوتے ہی جہاز نے اپنے لنگر اٹھائے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔کئی دن کے سفر کے بعد وہ شیعبہ کی بندرگاہ پہ لنگر انداز ہوا میں جہاز سے اترا اور وہیں بندرگاہ سے اونٹ خریدا اور اپنا رخ مدینہ کی طرف کر لیا۔

جہاں پہنچنے کے لیے میں انتہائی بیتاب تھا میں تنہا تھا اس کے باوجود میں نے اپنا سفر جاری رکھا اور صحراؤں اور ویرانوں سے گزرتا رہا۔میں مہرالظہر ان پہنچا اور وہاں سے سفر کرتا ہوا ایک صبح ہداہتہ نامی اس مقام پہ پہنچا جہاں دو سوار میرے منتظر تھے اور میں نے جانا کہ وہ خالد بن ولید اور طلحہ بن عثمان ہیں اور جب میں نے جانا کہ اُن کے سفر کا مقصد بھی وہی ہے جس کے لیے میں نے یہ دشوار گزار سفر طے کیا تھا تو میرے دل میں خوشی کی ایک لہر سی دوڑ گئی۔اب ہم تین سوار تھے مگر مقصد ایک تھا ہدایت اور راہنمائی حاصل کرنا اسلام کے دامن عافیت میں پناہ حاصل کرنا۔

ہم ہداہتہ سے نکلے ایک دن کے سفر کے بعد ہم حرہ نامی مقام پر اترے جو مدینہ سے قریب ہی تھا۔

ہم نے وہاں نئے کپڑے پہنےاور شہر مدینہ میں داخل ہو گئے۔

تھوڑی دیر بعد ہی مجھے میرا بھائی ملا اور مجھ سے کہا؛

جلدی چلو رسول اللہ ﷺ تمھاری آمد سے آگاہ ہیں اور تمھارا انتظار کر رہے ہیں ہم جلدی سے روانہ ہوئے اور مسجد نبوی کے سامنے جا کر اپنی سواریوں کو بٹھایا۔

نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے صحابہ آپ ﷺ کے گرد حلقہ جمائے بیٹھے تھے۔رسول اللہ ﷺ کے چہرے پہ پھیلی خوشی کو دور سے محسوس کیا جا سکتا تھا سارے صحابہ بھی خوش تھے آخر قریش کا سب سے بڑا فوجی جرنیل اپنے ہتھیار پھینکنے آیا تھا تو وہ خوش کیوں نہ ہوتے۔

حضرت خالد بن ولید کہتے ہیں؛

میں تیزی سے رسول اللہ ﷺ کی طرف گیا اور عین آپ کے سامنے جا کر دوزانو بیٹھ گیا اور عرض کی!

اے اللہ کے رسول ﷺ آپ پہ سلامتی ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا؛

میں نے کہا! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اُس کے سچے رسول ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھا اور فرمایا؛

ساری تعریفیں اللہ رب العزت ہی کے لیے ہیں جس نے تجھے ہدایت عطا فرمائی اور میں جانتا تھا کہ حق تیری دانش سے زیادہ دیر پوشیدہ نہیں رہ سکتا اور تو اُس کو پہچان لے گا۔

میں نے عرض کی!

یارسول میرے حق میں دُعا فرمائیں میں اسلام کے خلاف عداوت میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھے دلاسا دیا اور کہا خالد!

اسلام قبول کر لینے سے سابقہ تمام گنا معاف ہو جاتے ہیں اور ہجرت نے تجھے دھوڈالا ہے۔

میں نے پھر اصرار کیا!

یارسول اللہ ﷺ !

میرے گناہ بڑے ہیں میں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے اور میرے آنکھوں کے سامنے روزِ احد تھا اور شرمندگی تھی اور ندامت تھی مگر نبی اکرم ﷺ کی رحمت اِن سب سے سوا تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے میرے اصرار کو نظر انداز نہیں کیا اور ہاتھ اٹھا لیے۔

اے اللہ خالد نے تیرے راستے سے لوگوں کو جتنی بار بھی روکا ہے اسے معاف کر دے۔

تب مجھے کچھ اطمینان حاصل ہوا اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص آگے بڑھے اور نبی رحمت کے ہاتھ پہ اسلام قبول کیا۔

حضرت عمرو بن العاص بھی مسلمانوں سے عداوت میں حد سے بڑھے ہوئے تھے اس لیے وہ شرم سے سر نہ اٹھاتے تھے۔تاہم جب نبی اکرم ﷺ نے اُن کے لیے بھی دُعا فرمائی تو اُن کو حوصلہ ہوا۔

سب سے آخر میں حضرت طلحہ بن عثمان نے اسلام قبول کیا اور وہ دن ہمارے لیے بہت بڑی خوشی کا دن تھا۔

بخدا! اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے ہمیں دوسرے لوگوں پہ خوب فوقیت عطا فرمائی اور مسلمانوں کو جب کوئی معاملہ پیش آیا تو نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے ہمیں سے مشاورت کی اور یہ ہماری عزت افزائی کی حد تھی جس نے ہمیں مسرور کر دیا تھا۔

ربیع الاول 8 ھجری، بمطابق ،جون 629ء

سریہ ذات العرق

یہ فوجی مہمات جو آٹھ ہجری میں روانہ کی گئیں اُن کا مقصد بدوی عربوں کی سرکشی کو ختم کرنا تھا۔ بدوی عرب بدستور ریاست مدینہ کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے۔ وہ اپنے کفر میں دیگر عربوں سے پختہ ثابت ہوئے تھے۔ اُن کا سازشی ذہن مسلمانوں کو اُن کی طرف راغب رکھتا تھا۔ بنو ہوازن خاص طور پہ اسلام دشمنی میں دیگر بدوی قبائل سے آگے تھے اس لیے ریاست مدینہ کو اِن کی سرکوبی کے لیے گاہے بگاہے فوجی مہمات روانہ کرنا پڑتی تھیں اسی طرح کی ایک مہم کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔ ربیع الاول آٹھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ کو بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو عامر کی سرکشی کی اطلاع ملی ۔اُن لوگوں نے اپنے علاقے میں طوفان بدتمیزی بپا کر رکھا تھا اور ہر آنے جانے والے کو لوٹ لیتے تھے۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت شجاع ابن وہب کو طلب کیا اور انھیں چوبیس لوگوں پر امیر مقرر کر کے بنو عامر کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں ہدایت فرمائی کہ دشمن کو بے خبری میں جالینا۔ چنانچہ حضرت شجاع ابن وہب مدینہ سے روانہ ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی ہدایت کے مطابق انھوں نے اپنا سفر نہایت احتیاط سے شروع کیا وہ دن کو کہیں چھپ رہتے اور رات کو سفر کرتے۔ اسی طرح سفر کرتے ہوئے انھیں کئی دن گزر گئے اور بالآخر وہ دشمن کے علاقے میں داخل ہوئے۔ مسلمانوں نے بنوعامر کو بے خبری میں ہی جالیا تھا۔ تاہم بنوعامر مقابلے پہ نہ آئے اور جنگ کرنے سے گریز کیا اُن میں سے اکثر مسلمانوں کو دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے۔

مسلمان سواروں نے اِن کا تعاقب کرنا چاہا تو اُن کے امیر حضرت شجاع ابن وہب نے مسلمانوں کو دشمن کے تعاقب سے منع کر دیا اس لیے کہ دشمن کا تعاقب کرنے میں کئی مضمرات تھے جن سے مسلمانوں کے امیر آگاہ تھے۔ مسلمانوں نے مال غنیمت سمیٹا اور مدینہ کی طرف واپس لوٹ آئے۔ دراصل اس مہم کے مقاصد پورے ہو گئے تھے۔ مسلمان بنو ہوازن کو باور کرانا چاہتے تھے کہ ریاست مدینہ میں اب صرف حاکم مدینہ کا حکم چلے گا اور سرکشی کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔ صحابہ نے کہا کہ اس سریہ سے بہت سا مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا جسے نبی اکرم ﷺ نے اُن میں تقسیم کیا۔ ہر صحابی کو پندرہ پندرہ اونٹ ملے جس صحابی کے حصے میں اونٹ نہ آئے اسے ایک اونٹ کے بدلے دس بھیڑوں یا دس بکریوں سے نوازا گیا۔

ربیع الاول 8 ھجری، بمطابق ،جون 629ء

سریہ ذات اطلاع

نبی اکرم ﷺ کے صحابہ نے اسلام کے پودے کی آبیاری کے لیے نہایت مشقت سے کام لیا اُن کی جانفشانی نے ہی اُن کی داستانوں کو رہتی دنیا تک محفوظ رکھا ہوا ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے اشارہ ابرو کے منتظر رہتے اور جونہی دربار رسالت سے انھیں اشارہ کیا جاتا وہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے لیے کمر کس لیتے۔ صحابہ نے اسلام کا پیغام دور دور تک پھیلانے میں جہاں اپنا پسینہ بہایا وہیں اُن کا بے دریغ خون بھی بہا تھا جس کی خوشبو سے ہی آج ہم چمن بہاراں کے مزے لے رہے ہیں۔ ربیع الاول آٹھ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے پندرہ صحابہ کے ساتھ حضرت کعب بن عمیر غفاری کو ایک مقام ذات اطلاح کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ ذات اطلاح سرزمین شام میں وادی القریٰ کی پشت پر ایک علاقہ تھا جس میں مقیم قبائل کو اسلام کی طرف راغب کرنا اس مہم کے فرائض میں شامل تھا۔ یہ ایک دور دراز کا سفر تھا جس پر مسلمان نکلے تھے۔ مسلمانوں نے اپنا سفر تیزی سے شروع کیا اور جلد ہی وہ دشمن کے علاقے میں پہنچ گئے۔ دشمن کے جاسوس مسلمانوں کی آمد سے آگاہ ہو چکے تھے

اس لیے انھوں نے مسلمانوں کے پہنچنے سے قبل ہی بہت سی افرادی قوت حاصل کر لی تھی۔حضرت کعب ابن عمیر غفاری جب دشمن کے علاقے میں پہنچے اور انھیں جنگ کے لیے پوری طرح تیار اور آمادہ پایا تو اُن سے کہا؛

میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے تمھارے لیے پیغام خیر لے کے آیا ہوں میں تم سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ میں تو تمھیں اُس ابدی فلاح کی طرف بلانے آیا ہوں جس کو قبول کر لینے کی صورت میں تم لوگ ہمارے بھائی بن جاؤ گے اور تمھاری دنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گے۔

انھوں نے حضرت کعب ابن عمیر کی اس دلسوز دعوت پہ قطعاً کوئی توجہ نہ دی اور مسلمانوں پر تیر اندازی شروع کر دی۔مسلمان بھی آڑ کے لے اُن پر تیر برسانے لگے۔تاہم اُن کا مقابلہ دشمنوں کی کثیر تعداد سے تھا اور مسلمان صرف پندرہ تھے اس لیے آخر وہ کب تک مقابلہ کرتے ۔دشمن کے تیر انھیں گھائل کرتے رہے یقیناً مسلمانوں نے بھی دشمن کو نقصان پہنچایا ہوگا تاہم مورخین نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔مسلمان ایک ایک کر کے اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے اور دشمن ایک طرف کو چل دیا۔مسلمانوں کے امیر اگرچہ خود بھی زخمی تھے تاہم وہ کسی طرح بچ نکلے اور کئی روز کے سفر کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اس سانحے کی اطلاع دی نبی اکرم ﷺ کو اس خبر نے بے حد آزردہ کیا۔نبی اکرم ﷺ اِن شریروں کی سرکوبی کے لیے فوری طور پہ ایک مہم بھیجنے کا ارادہ کیا۔مگر پھر نبی اکرم ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ مطلوبہ دشمن اب اُس جگہ پر نہیں ہے بلکہ وہ وہاں سے منتشر ہو چکا ہے جس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اس مہم کو روک دیا۔بدوی عربوں کی سرکشی کے بہت واقعات تاریخ میں محفوظ ہیں جن کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تہذیب وتمدن سے عاری یہ راہزن اور لٹیرے خود کو کسی اخلاقی قانون کے طابع نہ جانتے تھے۔اسی لیے اُن میں انتہا کی سرکشی پائی جاتی تھی ،اُن کی طرزِ زندگی نے اُن کو جفاکشی اور شجاعت سے تو ضرور نوازا تھا مگر وہ شرف انسانیت سے تہی تھے۔چنانچہ ہم رسول اللہ ﷺ کی طرف سے

بھیجی گئی کئی ایسی مہمات کا تذکرہ کر چکے ہیں جن میں مجاہدین اسلام اِن لوگوں تک پیغام فلاح لے کے پہنچے لیکن اِن لوگوں نے اُس کا نہایت ہی برا جواب دیا اور مسلمانوں کو قتل کیا۔ اگرچہ رفتہ رفتہ یہ تمام بدوی قبائل سرنگوں ہو گئے اور اسلام کے ہلالی پرچم کے سائے میں آ گئے مگر ایک مدت تک اِن لوگوں نے مسلمانوں کی دعوت کے جواب میں درشت رویہ اختیار کیے رکھا۔ مدینہ کی حکومت نے اگرچہ اِن بدوی قبائل کو کبھی سر نہ اٹھانے دیا اس کے باوجود بھی وہ کسی سال تک مسلمانوں کے لیے دردِ سر بنے رہے۔ اُن کی کمر اُس وقت ٹوٹی جب آٹھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے بنو ہوازن کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ اس کے بعد اب کوئی اُن کا والی وارث نہ رہا تھا اس لیے رفتہ رفتہ وہ بھی اسلام کے سایہ عافیت میں آ گئے اس لیے کہ اُن کے پاس اور کوئی راستہ بھی تو نہ تھا۔

✡ ✡ ✡

جمادی الاول 8 ھجری، بمطابق ، ستمبر 629ء

غزوہ موتہ

اس بات کو ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ لوگ اسلام کے پیغام اور نام تک سے آشنا نہ تھے۔ مسلمان بہت مختصر تعداد میں تھے اور اُن کے مقابلے میں قریش کی مہیب قوت تھی کہ وہ سارے عربوں کے روحانی اور مذہبی پیشوا تھے۔ اس پہ سوا اُن کی وہ دولت تھی جو انھوں نے تجارت سے کمائی تھی۔ اہل عرب صرف اتنی سی بات سے آگاہ تھے کہ خاندان قریش کے کسی شخص نے اُن میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور خاندان قریش نے اُن کا انکار کیا ہے۔ مگر پھر شعب ابی طالب کی محصوری سے لے کر غزوہ خندق تک اور اس کے بعد صلح حدیبیہ تک پورا عرب نبی اکرم ﷺ کے پیغام اور نبوت و رسالت سے آگاہ ہو چکا تھا جس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قریش پیہم کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے مقابل میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکے تھے۔ اور ملک عرب میں صرف اُسی قبیلے یا گروہ کی تکریم کی جاتی تھی جس کے مردانِ حرب میدان جنگ میں قائم رہیں۔ اس لیے کئی میدانوں میں قریش کی شکست اور اُن کے بعد یہودیوں کی عبرت ناک شکست عربوں کے لیے کسی ڈراؤنے خواب سے کم نہ تھی۔ اسی

لیے اب اُن کو اس بات کا ادراک حاصل ہو چکا تھا کہ مسلمان ایک طاقت ہیں اور ایک مسلمہ حقیقت ہیں جن سے نظریں چرانا معاملے کا حل نہیں ہے۔ریاست مدینہ کو داخلی اور خارجی طور پہ استحکام حاصل ہو چکا تھا اور مسلمان اب ایک حربی اور انقلابی قوت کے طور پہ عرب بھر میں شہرت حاصل کر چکے تھے۔نبی آخرالزماں ﷺ ایک عظیم مدبر اور زیرک حکمران کے طور پہ ابھرے تھے اس سے قبل عربوں کے سامنے ایسی کوئی مثال نہ تھی کہ ایک ہی حکمران کے جھنڈے تلے بہت سے عرب قبائل جمع ہوئے ہوں اس لیے مسلمانوں کی شہرت کا تذکرہ اب قیصر وکسریٰ جیسے طاقتور حکمرانوں کے دربار میں بھی ہونے لگا تھا اور انھیں اس بات کا گمان پیدا ہو گیا تھا کہ صدیوں سے قائم اُن کی تجارتی شاہرائیں اب مسلمانوں کے قبضے میں جانے لگیں تھیں اور وہ اس بات کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھتے تھے۔چنانچہ مملکت رومہ نے تو اپنے ماتحت عرب قبیلوں کو مسلمانوں سے نمٹنے کے احکامات تک جاری کر دیئے تھے۔یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ایک قاصد حضرت حارث بن عمیر کو قبیلہ غسان کے سردار شرجیل بن عمرو غسانی نے قتل کرا دیا جو نبی اکرم ﷺ کا خط لے کر بصریٰ کے حاکم حارث بن شمر الغسانی کی طرف جا رہے تھے جن کے قصاص کے لیے مسلمانوں کو ایک بڑی فوجی مہم بھیجنا پڑی اور اسی فوجی مہم کو غزوہ موتہ کہا جاتا ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ موتہ شام کا ایک مشہور شہر تھا جو تلوار سازی کی صنعت میں اپنی مثال آپ تھا۔موتہ میں بنی ہوئی تلواروں کو مشرفی تلوار کہا جاتا تھا آج کل یہ علاقہ اردن میں شامل ہے اور اس کو بلقاء کہا جاتا ہے۔

مدینہ سے موتہ کا فاصلہ گیارہ سو کلو میٹر بیان کیا گیا ہے۔

مورخین نے غزوہ موتہ کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ؛

نبی اکرم ﷺ جب عمرہ قضاۃ سے واپس مکہ پہنچے تو آنحضرت محمد ﷺ کو مطلع کیا گیا کہ موتہ میں مسلمانوں کے قاصد کو قتل کر دیا گیا ہے۔یاد رہے کہ عہد جاہلیت میں بھی قاصدوں کو قتل کرنے کا کوئی رواج نہ تھا اور قاصد کا قتل اعلان جنگ کے مترادف خیال کیا جاتا تھا۔نبی اکرم

ﷺ کو اپنے قاصد کے قتل سے نہایت دکھ پہنچا تھا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کو جنگ پہ نکلنے کا حکم دیا اور اپنے حلیف قبائل کو بھی بلا لیا مسلمانوں کا لشکر مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مقام جرف پہ اکٹھا ہو رہا تھا۔ مسلمانوں کا لشکر مقام جرف میں اکٹھا ہو گیا وہ تعداد میں تین ہزار تھے اور اُن میں اکابر صحابہ کی اکثریت تھی اسی لیے اس معرکہ کو امام بخاری نے غزوات میں شمار کیا ہے حالانکہ اس غزوہ میں نبی اکرم ﷺ نے خود شرکت نہ کی تھی۔ نبی اکرم ﷺ کو مطلع فرمایا گیا کہ جرف کے مقام پہ مسلمان اہل روم سے مقابلہ کرنے کے لیے اپنی تیاری مکمل کر چکے ہیں تو نبی اکرم ﷺ اپنے لشکر کو رخصت کرنے کے لیے مقام جرف پر پہنچے جہاں سب سے پہلے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کے اس لشکر کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کی اس کے بعد مجاہدین اسلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

مسلمانو!

اللہ کی راہ میں نکل کھڑے ہو اور جب تم لوگ اُس جگہ پہ پہنچو جہاں میرے قاصد کو قتل کیا گیا تو اس کے لیے مغفرت کی دعا کرو اس کے بعد وہاں موجود لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اگر وہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو اُن سے اپنا ہاتھ روک لو دوسری صورت میں صبر کرنا اور اللہ کی راہ میں استقامت اختیار کرنا دشمن سے جنگ کرنا اور پیٹھ مت دکھانا نبی اکرم ﷺ نے ایک سفید جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ کے سپرد کیا اور لوگوں سے کہا میں نے زید ابن حارثہ کو تم پہ امیر مقرر کیا ہے اگر زید شہید ہو جائے تو جعفر بن ابی طالبؓ تمھارا امیر ہو گا۔ اگر جعفر بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ تمھارا امیر ہو گا اور اگر رواحہ بھی شہادت کے درجہ کو پا لیں تو تم اپنا امیر چن لینا اور یاد رکھو متفرق مت ہونا میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جو مسلمان تمھارے ساتھ ہیں اُن سے بھلائی کی تاکید کرتا ہوں یاد رکھو جب تم دشمن کے علاقے میں اترو تو وہاں تمھیں کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جو دنیا سے رغبت نہیں رکھتے اور خانہ نشین ہیں۔ یاد رکھو

کسی خانقاہ پہ حملہ مت کرنا، گوشہ نشین لوگوں سے تعرض مت کرنا، عورتوں بچوں اور بوڑھوں کو قتل مت کرنا، کسی کے ساتھ دھوکا نہ کرنا نہ کسی کے ساتھ بد دیانتی کرنا، کھجور کے درخت مت کاٹنا نہ کوئی اور درخت مت کاٹنا، دشمنوں کے مکانات مسمار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمھارا ساتھی ہو وہ ہر تکلیف کو تم سے دور رکھے اور تمھیں صحیح سلامت مال غنیمت کے ساتھ واپس لائے۔

اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو رخصت کیا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پہ جو اشعار کہے انھیں ہم یہاں تحریر کر رہے ہیں۔

لٰكِنَّنِىْ اَسْئَلُ الرَّحْمٰنَ مَغْفِرَةً
وَضَرْبَةً ذَاتَ فَرْغٍ تَقْذِفُ الزَّبَدَا

لیکن میں رب رحیم سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں، میں سلامتی اور مال غنیمت کا طلبگار نہیں بلکہ میں تجھ سے ایسی ضرب کا سوال کرتا ہوں جس سے مجھے وسیع زخم لگے اور اُس سے جھاگ بناتا ہوا خون نکلے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَوْ طَعْنَةً بِيَدَیْ حَرَّانَ مُجْهِزَةً
بِحَرْبَةٍ تُنْفِذُ الْاَحْشَاءَ وَالْكَبِدَا

میں تجھ سے نیزے کے اُس وار کا سوال کرتا ہوں جو خون کے پیاسے کسی کافر نے دونوں ہاتھوں سے مجھے لگایا ہو جو میرا جگر پھاڑ دے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حَتّٰی یُقَالَ اِذَا مَرّوْا عَلٰی جَدَثِیْ

اَرْشَدَہٗ اللّٰہُ مِنْ غَازٍ وَقَدْ رَشَدَا

یہاں تک کہ لوگ جب میری قبر کے پاس سے گزریں تو کہیں اُنھیں اللہ نے اس کی راہنمائی درست راہ کی طرف کی اور وہ کامیاب ہوگیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَثَبَّتَ اللّٰہُ مَا اٰتَاکَ مِنْ حَسَنٍ

تَثْبِیْتَ مُوْسٰی وَنَصْرًا کَالَّذِیْ نُصِرَا

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اُن محاسن سے نوازا ہے جن سے موسیٰ کو نوازا تھا اور دیگر انبیاء کو نوازا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنِّیْ تَفَرَّسْتُ فِیْکَ الْخَیْرَ نَافِلَۃً

اللّٰہُ یَعْلَمُ أَنِّیْ ثَابِتُ الْبَصَرِ

میں نے اپنی فراست سے یہ بات جان لی ہے کہ آپؐ میں جو بھلائیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَنْتَ الرَّسُوْلُ فَمَنْ يُحْرَمْ نَوَافِلَهٗ
وَالْوَجْهَ مِنْهُ فَقَدْ اَزْرٰى بِهِ الْقَدَرُ

آپؑ اللہ کے رسول ہیں پس جو شخص اللہ کی عنائتوں سے محروم رہا تو اس کی قسمت نے اسے کوتاہ دست رکھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَنْتَ الرَّسُوْلُ فَمَنْ يَحْرَمْ نَوَافِلَهٗ
وَالْوَجْهُ مِنْهُ فَقَدْ اَزْرٰى بِهِ الْقَدَرُ

آپؑ اللہ کے رسول ہیں پس جو شخص آپؑ کی ہدایات سے محروم رہا تو اس کی قسمت نے اسے کوتاہ دست رکھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَثَبَّتَ اللّٰهُ مَا آتَاكَ مِنْ حَسَنٍ
فِی الْمُرْسَلِیْنَ وَنَصْرًا كَالَّذِیْ نُصِرُوْا

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو محاسن عطا فرمائے ہیں اُن کو پایہ ثبوت تک پہنچایا ہے جس طرح کہ اُس نے دیگر انبیاء کے محاسن کو محکم کیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَنِّی تَفَرَّسْتُ فِیْکَ الْخَیْرَ نَا فِلَۃً
فِرَاسَۃً خَالَفَتْ فِیْکَ الَّذِیْ نَظَرُوْا

میں نے اپنی فراست سے پہچان لیا کہ آپؐ میں خیروفلاح اللہ کی طرف سے ہےاور یہ ایسی فراست ہے جواس نقطہ نظر کے خلاف ہے جو کفار آپ کے بارے میں کہتے ہیں۔[*49]

❁❁❁❁❁❁❁❁

صحابہ نبی اکرم ﷺ سے رخصت ہوئے اور اُس منزل کی طرف روانہ ہوئے جو بہت دور دراز کی منزل تھی۔حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی لشکر کی روانگی کے وقت وہیں موجود تھے تاہم انھوں نے لشکر کو روانہ کر دیا اور خود روانہ نہ ہوئے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد رخصت ہونا چاہتے تھے۔

چنانچہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ ے پیچھے نماز جمع ادا کی۔

نبی اکرم ﷺ نے انھیں دیکھا تو سوال کیا؟

تم لشکر کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مَیں اس بات کا خواہش مند تھا کہ آپ ﷺ کی اقتداء میں جمعہ کی نماز ادا کروں اس کے بعد رخصت ہوں میں بس نکلنے ہی والا ہوں۔

نبی اکرم ﷺ نے اس پہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا؛

اے عبداللہ اگر تو اللہ کی راہ میں زمین کی ساری دولت بھی خرچ دے تب بھی تو اس درجہ کو نہیں پا

سکتا جو تیرے ساتھیوں نے صبح سویرے اللہ کی راہ میں نکل کے پایا ہے۔

یا یوں کہا!

اللہ کے راستے میں ایک صبح یا ایک شام دنیا وما فیہا سے بہتر ہے۔

وہ اپنے تیز رفتار گھوڑے پہ سوار ہوئے اور جلد ہی انھوں نے اپنے ساتھیوں کو پالیا۔ لشکر اسلام کے لیے یہ جنگ کئی حوالوں سے اہم تھی مسلمان پہلی بار عربوں کے علاوہ کسی دشمن سے ٹکرانے کے لیے نکلے تھے۔ روم کے خلاف نکلنا اہل عرب کے لیے حیرت کا باعث تھا وہ سمجھتے تھے کہ روم جیسی مہیب طاقت سے ٹکر لینا ایک پاگل پن تھا خودکشی تھی۔ تاہم مسلمان اپنے نبی کے ہر حکم کی اطاعت کرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی دشمن سے کبھی خوفزدہ نہ ہوئے تھے۔ چنانچہ اگست کی شدید گرمی تھی اور صحرائے عرب کی بسیط وسعتیں تھیں مگر لشکر اسلام کے قدموں میں کوئی لغزش نہ تھی۔ ریاست مدینہ کی مالی حالت ابھی اس قدر مستحکم نہ ہوئی تھی کہ وہ تین ہزار لشکریوں کے لیے الگ الگ سواری کا اہتمام کرتی اس لیے سواریاں ہزار سے بھی کم تھیں اور لشکر اسلام کی تعداد تین ہزار سے زیادہ تھی صحابہ اپنی باری پہ سوار ہوتے اور دیگر ساتھی صحرا کی تپتی ریت پر پیدل ہی رواں رہتے اس لیے کہ وہ اُس ارفع مقصد کی حقیقت سے آگاہ ہو چکے تھے کہ یہ زندگی تو اصل زندگی کا محض سایہ ہے اور اصل زندگی تو وہی ہے جو موت کے بعد اُن پہ وارد کی جاتی ہے۔

ہدی خوانوں کے نغمے سواری کو مہمیز عطا کرتے تھے اور لشکر میں شامل صحابہ کے اشعار اپنے ساتھیوں کے دلوں کو گرماتے تھے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یتیم تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی پرورش میں تھا جب ہم موتہ کی طرف روانہ ہوئے تو انھوں نے مجھے اپنے ساتھ سوار کر لیا۔ ایک رات جب ہم سفر میں تھے اور میں زادِراہ کی پوٹلی کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا تب میں نے اپنے چچا حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ اشعار سنے۔

اِذَا اَدَّیْتِنِیْ وَ حَمَلْتِ رَحْلِیْ
مَسِیْرَۃَ اَرْبَعٍ بَعْدَ الْحِسَاءِ

اے نفس! جب تُو نے اپنا حق ادا کر دیا اور کنکریوں والی زمین کے بعد چار دن کی مسافت کے لیے تُو نے میرا کجاوہ کس دیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَشَانُکِ اَنْعُمٌ وَ خَلَاكِ ذَمٌّ
وَلَا اَرْجِعُ اِلٰی اَھْلِیْ وَرَائِیْ

اب تیرے لیے نعمتیں ہیں اور مذمت تجھ سے دور جا چکی اور میں چاہتا ہوں کہ اب میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹ کر نہ آؤں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَجَآءَ الْمُسْلِمُوْنَ وَ غَادَرُوْنِیْ
بِاَرْضِ الشَّامِ مُشْتَھَی الثَّوَاءِ

میرے ساتھی مجھے یقیناً ملک شام کے اُس علاقے میں چھوڑ جائیں گے جو مجھے بہت ہی پسند ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَرَدَّكَ كُلُّ ذِىْ نَسَبٍ قَرِيْبٍ
إِلَى الرَّحْمٰنِ مُنْقَطِعَ الْإِخَاءِ

ہر قریبی رشتہ دار نے تجھے لوٹا دیا ہے انھوں نے مجھ سے اللہ کے لیے بھائی چارے کا رشتہ منقطع کر دیا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

هُنَالِكَ لَا أُبَالِى طَلْعَ بَعْلٍ
وَ لَا نَخْلٍ أُسَا فِلُهَا رِوَاءُ

وہاں مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی نئے نئے پودوں کی کلیوں کی اور نہ شاداب کھجوروں کی ٹہنیوں کی جنھیں میں جھکا کر پھل توڑوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَازَيْدُ زَيْدَ الْيَعْمَلَاتِ الذُّبَّلِ
تَطَاوَلَ اللَّيْلُ هُدِيْتَ فَانْزِلِ

اے زید! دبلی اونٹنیوں والے زید یہ رات تو بہت طویل ہوگئی ہے اگر تم سیدھی راہ پہ ہو تو اتر پڑو۔ [50*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت زید کہتے ہیں کہ جب میں نے اپنے چچا کی زبان سے یہ اشعار سنے تو میں اُن کی یہ آرزو جان کے رونے لگا تب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ مسکرائے اور اپنے کوڑے سے مجھے ہلکا سا مارا اور کہا!

ارے اوسست لڑکے! اگر اللہ مجھے شہادت سے نواز دے تو تیرا کیا جاتا ہے تو میرے اس اونٹ کے کجاوے پہ بیٹھ کے واپس چلے جانا۔ مسلمانوں کا یہ لشکر ایک بڑا لشکر تھا اس سے قبل مسلمان کم ہی اتنے بڑے لشکر کے ساتھ کسی مہم پر نکلے ہوں گے اس لیے اُن کے ملک شام پہنچنے سے قبل ہی نہ صرف قیصر روم کو مسلمانوں کے اس لشکر کی اطلاع مل چکی تھی بلکہ عرب قبائل بھی مسلمانوں سے جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو چکے تھے۔ رومی سرحدوں سے متصل عرب قبائل نے مسلمانوں کے استقبال کی خوب تیاری کر لی تھی۔ چنانچہ قبیلہ غسان کے علاوہ اس لشکر میں لخم ،جذام، قیس، بہراء اور بلی قبائل کے ایک لاکھ کے قریب جنگجو مسلمانوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ دوسری طرف ہرقل ایک لاکھ فوج کے ساتھ بلقاء میں اترا تھا جب کہ عرب قبائل بلقاء ہی کے ایک علاقے مشارف میں جمع ہو چکے تھے۔ مسلمان ملک شام کے ایک قصبے معان میں اترے اور جب اُن کو اس بات کی خبر ہوئی کہ اُن کا مقابلہ دولاکھ کے مہیب عرب اور رومی لشکر سے ہے تو وہ معان ہی میں رُک گئے اور باہم مشاورت کی۔

چند صحابہ کا خیال تھا کہ نبی اکرم ﷺ کو اس امر سے آگاہ کیا جائے تاکہ یا تو وہ ہمیں کمک پہنچائیں یا اُن کی طرف سے کوئی اور حکم ہم تک پہنچے۔ صحابہ دو روز تک معان ہی میں رکے رہے اور باہم مشاورت جاری رہی۔ تیسرے دن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اُن کو جنگ پہ ابھارا انھوں نے کہا؛

اے میری قوم! تم کس چیز سے ہراساں ہو بخدا جس سعادت کی تلاش میں ہم نے اپنے گھروں کو چھوڑا ہے وہ ہماری منتظر ہے جہاں تک کفار کی مہیب طاقت اور افرادی برتری کا تعلق ہے تو اس سے پہلے ہم نے کون سی جنگ لڑی ہے جس میں ہماری تعداد دشمن سے زیادہ

رہی ہو بخدا ہم تو کبھی تعداد اور ہتھیاروں کی بنیاد پہ نہیں لڑے بلکہ ہم تو ہمیشہ اللہ کا نام بلند کرنے کی خاطر ہی لڑے ہیں ساتھیو اٹھو اور نکلو بخدا دو میں سے ایک سعادت تو یقینی ہے کامیابی یا شہادت۔

اس تقریر کے بعد حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھانے کے لیے یہ رجزیہ اشعار پڑھے جس سے مسلمان لشکر بغیر کسی تردد کے جنگ کے لیے نکل کھڑا ہوا!

جَلَبْنَا الْخَيْلَ مِنْ اَجَاءٍ وَ فَرْعٍ
تُغَرُّ مِنَ الْحَشِيْشِ لَهَا الْعُكُوْمُ

ہم اپنے گھوڑے نکال کے لے گئے۔ اجاء اور فرع پہاڑوں سے جنھیں کھلائے جاتے تھے وہاں گھاس کے گھٹے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حَذَوْنَاهَا مِنَ الصَّوَّانِ سِبْتًا
اَزَلَّ كَأَنَّ صَفْحَتَهٗ أَدِيْمُ

ہم نے اپنے گھوڑوں کو لوہے کے جوتے پہنا دیئے تھے جو بڑے چکنے تھے اور چمڑے کی طرح ملائم تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اَقَامَتْ لَیْلَتَیْنِ عَلٰی مُعَانٍ
فَاُعْقِبَ بَعْدَ فَتْرَتِهَا جُمُوْمُ

اور ہمارے یہ گھوڑے دو راتوں تک معان ہی کے مقام پہ ٹھہرے رہے مگر اِک اضمحلال کے بعد اب اُن میں نئی طاقت سرایت کر چکی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَرُحْنَا وَالْجِیَادُ مُسَوَّمَاتٌ
تَنَفَّسَ فِیْ مَنَا خِرِهَا السَّمُوْمُ

اور ہم چل نکلے تو ہم نے اپنے گھوڑوں کو کھلا چھوڑ دیا جو اپنے نتھنوں میں بادِ سموم کی سانس لے رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَا وَاَبِیْ مَآبَ لَنَاْتِیَنْهَا
وَاِنْ كَانَتْ بِهَا عَرَبٌ وَرُوْمُ

میں اپنے باپ کی قسم کھاتا ہوں کہ ہم مآب ضرور جائیں اگر چہ وہاں بہت سے عرب اور رومی ہمارے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَعَبَّانَا اَعِنَّتَهَا فَجَائَتْ
عَوَابِسَ وَالْغُبَارُ لَهَا بَرِيْمُ

ہم نے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامیں تو وہ ترش رو ہو گئے جبکہ غبار ان کی آنکھوں میں دھاگے کی طرح دکھائی دیتا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِذِیْ لَجَبٍ کَاَنَّ الْبَیْضَ فِیْهِ
اِذَا بَرَزَتْ قَوَائِسُهَا النُّجُوْمُ

ہمارے سامنے وسیع راستے تھے گویا اِن میں ستارے چمکتے ہوں اور اُن کی چوٹیاں ہم پہ ظاہر ہونے لگیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَرَاضِیَةُ الْمَعِیْشَةِ طَلَّقَتْهَا
اَسِنَّتُهَا فَتَنْکِحُ اَوْ تَئِیْمُ

خوش وخرم زندگی بسر کرنے والی کو ہمارے نیزوں نے طلاق سے دی ہے اب اُس کی مرضی نکاح کرے یا بیوہ رہے۔[51*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی اس ایمان افروز تقریر اور اشعار کے بعد صحابہ اُن سے متفق ہو گئے اور سب نے جنگ کرنے پہ اتفاق کر لیا مسلمانوں کا لشکر وہاں سے موتہ کی طرف روانہ ہوا اور موتہ ہی میں مسلمانوں کا سامنا دشمن سے ہوا جہاں ایک خونریز جنگ ہوئی۔

مورخین نے اُس روز کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ؛

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کے مہیب لشکروں کے سامنے اپنے مختصر لشکر کو ترتیب دیا انھوں نے میمنہ کی قیادت قبیلہ بنی عذرہ کے ایک نوجوان حضرت قطبہ بن قتادہ کو سونپی جنھوں نے جنگ کے دوران اہل عرب کے مجتمع لشکروں کے سردار مالک بن زافلہ کو قتل کیا تھا۔

میسرہ پہ انھوں نے عبایہ بن مالک انصاری کو مقرر کیا۔

مسلمان پہلی دفعہ کسی ایسی فوج کے خلاف اترے تھے جو کسی ملک کی منظّم فوج تھی اُن کے ہتھیار عمدہ تھے اُن کی وردیاں اور سواریاں عمدہ تھیں اور وہ زرہ پوش تھے اس لیے مسلمان اگرچہ اُن سے خوفزدہ نہ تھے مگر وہ انھیں حیرت سے ضرور دیکھتے تھے چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قیصر روم ہرقل کی افواج کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے تو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا!

تم روز بدر ہمارے ساتھ نہ تھے ہم کبھی دشمن کی عددی برتری سے نہیں گھبرائے۔

پھر جنگ شروع ہو گئی۔ رومی قدرے بلندی پہ تھے اس لیے میدان جنگ کی صورت حال بھی انھی کے لیے معاون تھی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اس کا توڑ نکال لیا وہ مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے دستوں کو دشمن کی طرف بھیجتے وہ اُن کو جنگ میں الجھاتے اور بلندی سے پستی کی طرف لے آتے جہاں چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کی اوٹ میں چھپے مسلمان اُن پہ بے پناہ تیر اندازی کرتے اس طرح جنگ کی ابتدا میں ہی رومیوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا یاد رہے کہ مسلمان تین ہزار اور رومی عرب قبائل سمیت دو لاکھ کے قریب تھے۔

مسلمان جانبازوں کے دستے رومیوں پہ حملہ کرتے اور پسپا ہو کر صحرا کی وسعتوں میں پھیل

جاتے اور چند ہی لمحوں کے بعد کسی اور سمت سے نمودار ہو کر اسی عمل کو دہراتے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دشمن پہاڑی سے اتر آیا اور مسلمانوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا اُن پہ بے پناہ تیراندازی کی جارہی تھی مگر یہ بھی ایک زندہ حقیقت ہے کہ تین ہزار اور دو لاکھ کا کوئی مقابلہ نہیں ہوا کرتا اس کے باوجود مسلمان اُن کو ناکوں چنے چبوا رہے تھے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے جنگ کا نقشہ کچھ اس طرح سے ترتیب دیا تھا کہ رومی افواج کی کثرت ہی اُن کے لیے مصیبت بن کے رہ گئی تھی اُن میں کچھ واپس جانا چاہتے تھے مگر وہ اپنے ہی ساتھیوں کے مابین پھنس کے رہ گئے تھے اس سے قبل رومی صرف مسلمانوں کے قلب سے نبرد آزما تھے اس موقع پر مسلمانوں نے دائیں اور بائیں سے یعنی اُن کے میمنہ اور میسرہ نے بھی رومی افواج پہ حملہ کر دیا تھا۔ رومی بے دریغ قتل ہو رہے تھے اُن کی تعداد کی کثرت اُن کے کسی کام نہ آرہی تھی اب جنگ کی چکی پوری قوت کے ساتھ چل رہی تھی مسلمانوں کا پرچم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اٹھائے ہوئے تھے مگر گزشتہ ایک گھنٹے میں انھیں بے شمار زخم لگ چکے تھے جن سے خون رستا رہا تھا پھر دشمن کا ایک نیزہ آیا اور اُن کے سینے میں پیوست ہو گیا وہ اپنا فرض ادا کر چکے تھے اور اس سے قبل کہ مسلمانوں کا پرچم زمین پہ گرتا اُسے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا حکم یہی تھا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پرچم سنبھالنے کے کچھ دیر بعد تک تو اپنے گھوڑے پہ بیٹھ کے ہی جنگ کی مگر انھوں نے محسوس کیا کہ اس طرح وہ دشمن کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا رہے جس قدر اُن کے دل میں امنگ تھی۔ چنانچہ انھوں نے اپنے گھوڑے سے چھلانگ لگا دی اور اُس کے منہ پہ اپنی تلوار دے ماری اپنے گھوڑے کو انھوں نے اس لیے ناکارہ کیا تھا تاکہ وہ دشمن کے کام نہ آسکے اس کے بعد وہ کھل کے دشمن کے سامنے آگئے اور خوب دادِ شجاعت دی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمان خوب جی داری سے لڑ رہے تھے اور دشمن اُن کی شجاعت کے سامنے ششدر سا تھا۔ مگر دشمن کو اس قدر عددی برتری حاصل تھی کہ رومیوں کے

بے شمار لوگ قتل ہو جانے کے باوجود اُن کی طاقت میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔ جنگ بدستور جاری تھی مسلمان دشمن پہ تابڑ توڑ حملے کر رہے تھے۔ ایک دشمن نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے اُس ہاتھ پہ وار کیا جس میں انھوں نے مسلمانوں کا علم تھام رکھا تھا اُن کا ہاتھ کٹ کے دور جا گرا مگر مسلمانوں کے علم کو انھوں نے گرنے نہ دیا بلکہ اُسے دوسرے ہاتھ سے تھام لیا وہ دشمن کے نرغے میں آ چکے تھے اس لیے دشمن نے اُن کے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ دیا تو انھوں نے اپنے کٹے ہوئے بازوؤں سے مسلمانوں کا علم سنبھالے رکھا۔ پھر ایک رومی آگے بڑھا اور اُس نے اپنی تلوار سے حضرت جعفر پر اس قدر زوردار وار کیا کہ اُن کے جسم کو دو حصوں میں کاٹ دیا۔ تب مسلمانوں کا علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اٹھا لیا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم یہی تھا۔ جنگ کے بعد جب مسلمان شہدا کی لاشوں کو اکٹھا کیا گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے جسم پہ لگنے والے زخموں کو گنا تو وہ ستر سے زائد تھے اور سارے زخم اُن کے جسم کے سامنے حصے پہ آئے تھے اُن کی پشت پہ کوئی زخم نہ تھا۔ شہادت کے وقت حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی عمر انتالیس سال تھی۔

مسلمانوں کا پرچم اب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا انھوں نے نظر اٹھائی اور دشمن کے بے انت ہجوم کو دیکھا تو اُن کے نفس نے انھیں کسی قدر ورغلایا تو وہ فوراً ہی شیطان کی اس چال کو سمجھ گئے اور اپنے نفس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا اے میرے نفس سن!

اَقْسَمْتُ یَا نَفْسُ لَتَنْزِلِنَّہْ
لَتَنْزِلِنَّ اَوْ لَتُکْرَھِنَّہْ

اے میرے نفس! میں نے قسم اٹھائی تھی کہ تجھے لے کر میدان جنگ میں اتروں گا اب
تو اپنی خوشی سے اترے یا تجھے اتارا جائے جنگ تو ہر حال میں تجھے کرنی ہوگی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنْ اَجْلَبَ النَّاسُ وَ شَدُّوْا الرَّنَّۃُ

مَالِیْ اَرَاكِ تَكْرَهِیْنَ الْجَنَّۃَ

اگرلوگ شدت سے روتے ہیں اورواویلا کرتے رہیں تجھ پہ حیرت ہے کہ تُو جنت میں جانے کونا پسند کرتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَدْ طَالَ مَا قَدْ كُنْتِ مُطْمِئنَّۃ

هَلْ اَنْتِ اِلَّا نُطْفَۃٌ فِیْ شَنَّہ

تجھ پہ زمانے کی بہت راکھ پڑ چکی ہے اورتُو ایک نطفہ ہی توہے جواب ایک پرانے مشکیزے میں پڑاہواہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

یَا نَفْسُ اِلَّا تُقْتَلِیْ تَمُوْتِیْ

هٰذَا حِمَامُ الْمَوْتِ قَدْ صَلِیْتِ

اے میرے نفس سن! یہاں تجھے بہت بلند رتبہ عطا کیا جارہاہے ورنہ بستر پہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کے بھی تو مرنا ہے ہی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَمَا تَمَنَّيْتِ فَقَدْ اُعْطِيْتِ
اِنْ تَفْعَلِىْ فِعْلَهُمَا هُدِيْتِ

تو نے جو تمنا کی تھی وہ اب تیرے سامنے ہے اگر تو اپنے سابقین کی طرح کام کرے گا تو ہی ہدایت یافتہ کہلائے گا۔ [52*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جب اپنے نفس کو ملامت کر رہے تھے تب اُن کے ہاتھ میں گوشت کا ایک ٹکڑا تھا جو انھیں اُن کے چچا زاد نے پکڑایا تھا اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اسے کھا رہے تھے۔ اسی اثناء میں انھیں ایک طرف سے جنگ کا غلغلہ بلند ہونے کی آواز سنائی دی تو انھوں نے گوشت کا وہ ٹکڑا اپنے ہاتھ سے دور پھینکا اور جنگ کی بھٹی میں کود گئے۔ مسلمان حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں شجاعت کے خوب مظاہرے پیش کر رہے تھے دشمن کی دو لاکھ فوج کو تین ہزار مسلمانوں نے زچ کر رکھا تھا ۔ انھوں نے دیکھا کہ اُن کا سردار دشمن کے ہجوم میں داخل ہو گیا ہے اور اسے اپنے تن بدن کا کوئی ہوش نہیں۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ایک صائقہ بنی چمک رہی تھی اور وہ جس طرف کو یلغار کرتے دشمن پیچھے ہٹ جاتا وہ دشمن کو زخم لگاتے رہے اور دشمن اُن کو زخم لگاتا رہا، دشمن کی تعداد اس قدر بسیط تھی کہ جلد ہی حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنے نفس کو شکست دینے کے بعد اپنی منزل کو پا گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمان قدرے بے دلی سے لڑ رہے تھے اور وہ رفتہ رفتہ پسپا ہو رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں کا علم بنو عجلان کے ایک شخص حضرت ثابت بن قیس بن ارقم نے اٹھا لیا تھا علم اٹھانے کے بعد انھوں نے مسلمانوں سے کہا؛

اسلام کے جانبازوں لشکر کا امیر چُن لو۔

لوگوں نے جواب دیا ہم تمھیں ہی امیر مانتے ہیں۔

حضرت ثابت بن قیس بن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا؛

نہیں! میں خود کو اس قابل نہیں پاتا۔

اُن کے بالکل سامنے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کھڑے تھے انھوں نے حضرت خالد کو پکارا!

اے ابو سلیمان! میں تمھیں لشکر اسلام کا امیر کرتا ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا؛

آپ مجھ سے زیادہ اس منصب کے اہل ہیں کہ آپ غزوہ بدر میں شامل تھے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا! میں نے تو یہ جھنڈا اٹھایا ہی اس لیے تھا تاکہ اسے آپ کے حوالے کروں۔ پھر انھوں نے دیگر صحابہ کی طرف تصدیق طلب نظروں سے دیکھا تو تمام صحابہ نے متفقہ طور پہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی تائید کی اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر چن لیا۔ اور آخر وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر کیوں نہ چنتے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اُن کے لیے کوئی اجنبی تو نہ تھے وہ اُن کی جنگی مہارت سے خوب واقف تھے اور جانتے تھے کہ معاملات حرب کو جس قدر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جانتے ہیں شاید اُن میں سے کوئی بھی نہ جانتا ہو۔ فرق صرف اتنا تھا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ آج تک اہل اسلام کے خلاف لڑتے آئے تھے اور آج پہلا موقع تھا کہ وہ اہل اسلام کے شانہ بشانہ لڑ رہے تھے۔ یہ جنگ کا وہ موقع تھا جب مسلمان کسی حد تک بددل ہو چکے تھے اور وہ پسپا ہونا شروع ہو گئے تھے بلکہ اُن کے کچھ ساتھی تو جنگ سے بالکل ہی پیچھے ہٹ آئے تھے اور انھوں نے مدینہ پہنچنے سے پہلے رکنا بھی پسند نہ کیا تاہم اُن کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جب اس جنگ کی کمان سنبھالی تو اُن کے دائیں اور بائیں سے مسلمان پسپا ہو رہے تھے تب اُن کے میمنہ کے سربراہ حضرت قطبہ بن عامر نے مسلمانوں کو للکارا اور کہا!

لوگوں کہاں بھاگے جا رہے ہو کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہو جانا اس سے لاکھ گنا بہتر ہے کہ دشمن تمھیں بھاگتے ہوئے پائے اور تمھارے تعاقب میں آ کے تمھیں قتل کر دے۔

حضرت قطبہ بن عامر کی اس للکار سے مسلمانوں کے دل سے وہ ڈر اور خوف قدرے دور ہو گیا جس کا وہ شکار ہو چکے تھے اور وہ لوٹنے لگے کچھ ہی دیر بعد مسلمانوں کے قدم پھر سے جم گئے اور وہ اپنی روایتی شجاعت کے جوہر دکھانے لگے اسی دوران شام کے سائے قدرے گہرے ہوئے تو مسلمانوں کے سالار حضرت خالد بن ولید نے اپنی افواج کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا اور وہ دشمن سے جنگ کرتے کرتے پیچھے ہٹنے لگے۔ رومی بھی سارے دن کی جنگ سے اکتائے ہوئے تھے اس لیے وہ بھی اپنے مستقر کی طرف لوٹ گئے اور حضرت خالد بن ولید اپنی فوج کو ساتھ لیے حفاظت کے ساتھ اپنے مستقر کو لوٹ آئے جب مسلمان اپنے کیمپ میں پہنچے واپس پہنچے تو حضرت خالد نے بن ولید نے پہلے تو مسلمانوں کو جہاد پہ اکسایا اُن کو جنگ کی ترغیب دی اس کے بعد مسلمانوں کو اپنے اگلے حربی منصوبے سے آگاہ کیا۔

سب سے پہلے تو انھوں نے مسلم فوج کی ترتیب کو بدلا۔ میمنہ کو میسرہ کر دیا اور میسرہ کو میمنہ سے بدل دیا۔ اس کے بعد انھوں نے سات سو افواج پہ مشتمل ایک لشکر کو حکم دیا کہ تم لوگ یہاں سے چند میل پیچھے چلے جاؤ اور کل صبح جب جنگ کی چکی چلے تو تم لوگ پھیل کے اس طرح آنا کہ دشمن کو یوں محسوس ہو کہ ہمیں مرکز سے کمک حاصل ہو گئی ہے۔

کچھ صحابہ کی انھوں نے یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ رومی لشکر کے اطراف اپنے گھڑسوار دستوں کو لے کر تیزی سے گزرتے ہوئے اور نعرے لگاتے ہوئے اسلامی مستقر تک اس طرح پہنچیں کہ دشمن یہ سمجھے کہ یہ مسلمانوں کے وہ سوار ہیں جو اب جنگ میں شامل ہونے کے لیے مدینہ سے پہنچ رہے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں تاریخ عالم نے حضرت خالد بن ولید کی حربی صلاحیتوں کو جو خراج تحسین پیش کیا وہ اس کے حقیقی حقدار تھے غزوہ موتہ کے اس معرکے کی ہی کو لے لیں دشمن اُن کی جنگی

چالوں کو سمجھنے میں قطعی طور پہ ناکام رہا اور اگلے روز جب وہ مسلمانوں کے مقابل اترے تو انھیں باوجود اپنی مہیب عددی برتری کے انھیں شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ یہ غزوہ موتہ کا ساتواں دن تھا اس سے قبل چھ دن تک مسلمان اور رومی ایک دوسرے کے مقابل رہے تھے۔حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب مسلمانوں کی کمان سنبھالی اور اگلی صبح جب رومی میدان جنگ میں اترے تو اُن کے سامنے جنگ کا نقشہ بدلا ہوا تھا اُن کے سامنے مسلمانوں کے نئے اور چاق و چوبند دستے تھے۔رومی ساری رات اپنے خیموں کے اردگرد مسلمانوں کے نعرے اور آتے جاتے سواروں کی آواز سنتے رہے تھے اس لیے انھیں پہلے ہی اس بات کا شک تھا کہ مسلمانوں کو تازہ کمک پہنچ گئی ہے۔

میمنہ پر بھی اُن کے سامنے نئے لوگ تھے اور میسرہ میں بھی اُن کے سامنے نئے لوگ تھے ۔قلب کی صورت حال بھی بدلی ہوئی تھی اور مسلمانوں کا عزم شہادت نئے معرکے دکھانے کے لیے بیتاب نظر آتا تھا اور رومی جن کا خیال تھا کہ وہ اپنی کثیر تعداد کے بل بوتے پر بہت جلد مسلمانوں کی مٹھی بھر تعداد کو تہہ تیغ کر دیں گے اُن کی یہ آرزو پوری نہ ہوسکی تھی اس لیے کہ اب تک وہ اُن افواج سے لڑتے رہے تھے جن کا مقصد ملک گیری یا اپنے بادشاہ سے وفاداری ہوا کرتی تھی پہلی بار رومی لشکر کا سامنا اللہ کے سپاہیوں سے ہو رہا تھا اور وہ اپنی شجاعت اور عزم راسخ کی بنا پر اُن کے لیے لوہے کا چنا ثابت ہوئے تھے۔

اس روز جب جنگ شروع ہوئی تو مسلمان نئے جوش و عزم کے ساتھ لڑ رہے تھے وہ یہ بھول چکے تھے کہ دشمن کی تعداد اُن سے چالیس گنا زیادہ ہے اُن کو بس اتنا یاد تھا کہ شہادت یا فتح اِن دو میں سے ایک مقصد کو وہ بہر صورت حاصل کر سکتے ہیں اس لیے اُس روز مسلمان صبح ہی سے پر عزم تھے اور رومی اپنی مہیب قوت کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہوسکنے کی وجہ سے قدرے مایوس تھے اس لیے جلد ہی مسلمانوں نے دشمن کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا۔مگر رومیوں کی بے پناہ افرادی قوت اُن کو پسپا ہونے کا موقع بھی نہ دے رہی تھی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں بے

دریغ قتل ہو رہے تھے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ کے بعد بتایا کہ اُس روز اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ صرف میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں اور آخر میں میرے پاس صرف ایک سیدھی اور چھوٹی یمنی تلوار رہ گئی تھی جس نے رومیوں کو خوب کاٹا اور آخر تک میرا ساتھ نبھایا۔ رومی اب اذیت میں تھے اور اُن کی عددی برتری بھی اُن کے لیے نقصان دہ ثابت ہو رہی تھی اس لیے کہ وہ کھل کے لڑنے کے لیے جگہ تلاش کرتے مگر اُن کی تعداد اتنی تھی کہ وہ تلوار لہرانے سے بھی عاری نظر آنے لگے تھے کیونکہ جب وہ اپنی تلوار کو لہراتے تو اس کی زد میں اُن کا کوئی اپنا شخص ہی آتا۔ بازوؤں کی طرف سے وہ مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ کے شدید حملوں کی زد میں تھے اس لیے اب وہ ایک ایسے انسانی ہجوم کی شکل اختیار کر چکے تھے جو جنگ کی بجائے اس جہد وسعی میں تھا کہ وہ کسی کھلی جگہ جا نکلے۔

اسی دوران رومیوں نے جب دیکھا کہ دور سے گرد و غبار کا ایک انبار اُن کی طرف بجلی کی رفتار سے چلا آ رہا ہے تو وہ جان گئے کہ مسلمانوں کو مزید کمک حاصل ہو چکی ہے۔ حضرت ابو عامرؓ کو رسول اللہ ﷺ نے کسی کام سے ملک شام کی طرف روانہ کیا جب وہ واپس ہوئے تو موتہ کے مقام پہ انھوں نے دو لشکروں کو آمنے سامنے پایا تو معرکہ دیکھنے کے لیے رک گئے۔

اُن کا بیان ہے کہ!

جب مسلمانوں کا وہ دستہ پہنچا جسے حضرت خالد کی ہدایت کے مطابق بعد میں اس طرح میدان جنگ میں اترنا تھا کہ دشمن سمجھے کہ مسلمانوں کو نئی کمک پہنچ گئی ہے تو وہ دستہ پہنچا اور اُس نے رومیوں کو اِس بری طرح قتل کیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ مسلمانوں کے ہاتھوں اب اہل روم کو ایک بدترین شکست کا سامنا تھا اُن کا دو لاکھ کا لشکر اُن کے کسی کام نہ آیا تھا بلکہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فن حرب میں برتری نے مسلمانوں کو فتح کے بہت قریب کر دیا تھا۔ا

ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تب تو مسلمانوں نے جسے چاہا قتل کیا، جہاں چاہا قتل کیا، جیسے چاہا قتل کیا۔ ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے رومی نہتے ہوں اور ہم اُن کے سروں کی فصل کو کاٹ رہے ہوں۔ قتل ہوتے ہوتے بمشکل رومی افواج نے اپنا رخ موڑا اور مسلمانوں کی طرف اپنی پشت کیے بھاگ اٹھے اور مسلمانوں نے بھاگتے دشمن کا بھی خوب قتل عام کیا حتیٰ کہ اُن کے امیر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو رومیوں کا تعاقب کرنے سے روک دیا۔ رومی اپنے پاؤں سر پہ رکھ بھاگے تھے اس اُن کے جنگی مستقر سے مسلمانوں کو کافی مال غنیمت حاصل ہوا تھا جس میں کھانے پینے کی اشیاء کی وافر مقدار تھی اور ہتھیار تھے اور گھوڑے اور اونٹ تھے جنھیں چھوڑ کر رومی بھاگ اٹھے تھے۔

✡✡✡✡✡✡✡

اور وہاں سے دور بہت دور شہر مدینہ تھا جہاں ایک نیا منظر سجا تھا۔

مسجد نبوی کا موذن بے وقت اذان دے رہا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صحابہ جلد از جلد مسجد نبوی میں حاضر ہو جائیں اور صحابہ اُن پروانوں کی مانند تھے جو شمع کے التفات پہ مر مٹنے کے لیے تیار ہوتے ہیں، چنانچہ لوگوں کا اِک ہجوم دوڑتا ہوا مسجد نبوی کی طرف جا رہا تھا۔

جب کافی لوگ اکھٹے ہو گئے تو نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے۔

لوگوں نے اُن کی آنکھوں میں تیرتی نمی کو محسوس کیا اور دہل کے رہ گئے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو جو اللہ پر ایمان لائے ہو کیوں نہ میں تمھیں اُس لشکر کی بابت کچھ خبر دوں جو دشمن سے نبرد آزما ہوا۔

صحابہ نے جواب دیا کیوں نہیں یا رسول ﷺ ضرور فرمائیے۔

مجاہدین اسلام کا سامنا دشمن سے ہوا مسلمان خوب جی جان سے لڑے اور اُن کے سالار حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔

اُن کے لیے مغفرت کرو۔

پھر جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کا علم اٹھایا اور دشمن پہ شدید حملے کیے حتیٰ کہ میرے چچا کا بیٹا بھی شہید ہو گیا۔

لوگو! اُن کے لیے مغفرت کی دُعا کرو۔

پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور اتنا کہنے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے توقف فرمایا اور خلا میں کچھ دیر دیکھتے رہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگ سہم کے رہ گئے اُن کو محسوس ہوا کہ اُن کا سانس رکنے لگا ہے انھوں نے سوچا کہ شاید عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کوئی خطا ہو گئی ہے جس کی وجہ سے اب وہ مسلمانوں کے سامنے کبھی سر اٹھا کے نہ چل سکیں گے۔

مگر ایسا کچھ بھی نہ ہوا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی خوب جی داری سے لڑے اور حتیٰ کہ وہ بھی شہادت کے درجے کو پا گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے قبیلے کے لوگوں نے لمبا سانس لیا اور اُن کی جان میں جان آئی۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کے لیے مغفرت کی دُعا کرو۔

اور رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے۔

اس کے بعد مسلمانوں کا علم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اٹھایا اور وہ اللہ کے بہترین بندے اور قبیلے کے عمدہ بھائی ہیں اور وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہیں جسے اللہ نے کفار اور منافقین کے لیے عریاں کیا ہے تو آخر اللہ نے اُن کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح سے نوازا۔

اور یہ وہ پہلا موقع تھا جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اللہ کی تلوار کا لقب عطا کیا تھا جس کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ سیف اللہ ہی کہہ کے پکارا گیا ۔اب آنحضرت محمد ﷺ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور مسجد میں کوئی بھی نہ تھا جس کی آنکھیں نم نہ ہوئی ہوں۔اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مسجد سے نکلے اور سیدھے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں نے اس واقعے کو روایت کرتے ہوئے کہا:

رسول اللہ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے تو میں کھالوں کی دباغت سے فارغ ہو کر اپنے بیٹوں کو نہلا کر کپڑے پہنا رہی تھی۔رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے آپ ﷺ کی آنکھوں میں اتری نمی کو دیکھ لیا اور میرے دل میں وسوسے گھر بنانے لگے کہ آخر میرا شوہر ایک جنگ پر گیا ہوا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

جعفر کے بیٹوں کو میرے پاس لے آؤ۔

نبی اکرم ﷺ نے میرے بیٹوں کو اپنی گود میں لے لیا اور اُن سے پیار کرنے لگے میں نے دیکھا کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں تب میں نے بے تابانہ سوال کیا۔

یارسول اللہ ﷺ ! آپ کیوں رو رہے ہیں کیا جعفر اور اُن کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی خبر آئی ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی ریش مبارک آنسوؤں سے بھیگ رہی تھی آپ ﷺ نے دھیرے سے اپنا سر ہاں میں ہلایا اور فرمایا!

جعفر رضی اللہ عنہ آج شہید ہو گیا ہے۔

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں یہ سن کے میں اپنی چیخ نہ روک سکی اور میں نے اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا؛

دیکھ اسماء! اپنی زبان سے کوئی بیہودہ لفظ ادا نہ کرنا کیونکہ شہیدوں کا نوحہ نہیں کیا جاتا۔جب محلے کی عورتیں میری گھر میں جمع ہونی شروع ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ میرے گھر سے رخصت ہو گئے۔

حضرت جعفر کے بڑے بیٹے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے کہ!

جب ہمارے گھر میں عورتیں جمع ہوگئیں تو رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے ساتھ اپنے گھر لے آئے اور اپنے اہل خانہ سے کہا!

جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو اس لیے کہ جعفر کی موت کی وجہ سے انھیں کوئی ہوش نہیں۔چنانچہ آنحضرت محمد ﷺ کی ایک خادمہ سلمٰی نے ہمارے لیے زیتون سے سالن تیار کیا اور اس کے اوپر سیاہ مرچیں ڈالیں جسے میں نے کھایا ہم تین دن تک رسول اللہ ﷺ کے گھر میں ہی رہے اس کے بعد ہی ہم اپنے گھر واپس آئے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت جعفر ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو میں نے اپنے حجرے سے جھانک کر مسجد میں دیکھا اور رسول اللہ ﷺ ے چہرے پہ موجود حزن ہمیں صاف دکھائی دے رہا تھا۔

نبی اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی جعفر کے اہل خانہ نوحہ کر رہے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا؛

انھیں روکو!

وہ شخص چلا گیا مگر کچھ دیر بعد پھر واپس آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کے سامنے بیٹھ کے کہنے لگا!

یارسول اللہ ﷺ!

ہمیں تو اِن عورتوں نے فتنہ میں ڈال دیا ہے وہ ہماری بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے غصے سے اُس شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا؛

جاؤ اور انھیں روکو!

میں نے اپنے دل میں کہا؛

یہ شخص کس قدر بد بخت ہے جسے رسول اللہ ﷺ کے حزن کا بھی احساس نہیں وہ اُس کام پہ قادر بھی نہیں جس کو وہ کرنا چاہتا ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کی جان بھی نہیں چھوڑتا۔

امام احمد بن حنبل نے یہ روایت اپنی مسند میں صحیح سند کے ساتھ بیان کی ہے کہ!

پہلے دن کے بعد نبی اکرم ﷺ تین روز تک حضرت جعفر کے گھر نہ گئے اس کے بعد آپ ؑ اُن کے گھر گئے اور حضرت جعفر کے صاحبزادوں کو حکم دیا آج کے بعد تمھیں میرے بھائی پہ رونے کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کے بیٹوں محمد اور عبداللہ کی حجامت کرائی اور انھیں گود میں اٹھا کر فرمایا' محمد تو میرے چچا ابو طالب پہ گیا ہے تاہم عبداللہ سیرت اور صورت دونوں حوالوں سے میرے مشابہ ہے۔

اُس وقت حضرت اسماء بھی وہاں موجود تھیں اور اپنے شوہر کی شہادت پہ حزن و ملال کا شکار تھیں نبی اکرم ﷺ نے اُن کو دلاسا یا دیا اور فرمایا!

تو کیا سمجھتی ہے کہ جعفر کے بعد اُس کے بچے مفلس ومحتاج ہو جائیں گے خدا کی قسم میں اس دنیا میں بھی اِن کا والی ہوں اور آخرت میں بھی۔ اس کے بعد نبی اکرم ﷺ نے حضرت جعفر کے بیٹوں کے لیے برکت کی دُعا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ!

خدا کی قسم! اس کے بعد تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس قدر برکت سے نوازا کہ میں نے کوئی بھی چیز خریدی تو جب میں نے اسے فروخت کے لیے پیش کیا تو وہ کئی گنا منافع پہ فروخت ہوئی بخدا اس کے بعد مجھے کبھی گھاٹے کا سودا نہ کرنا پڑا۔

✡✡✡✡✡✡✡

اغلب یہی ہے کہ یہ چند دن بعد کی بات ہے جب حضرت یعلی میدان جنگ سے مدینہ پہنچے تا کہ وہ آپؐ سے جنگ کے حالات بیان کر سکیں۔

نبی اکرم ﷺ نے حضرت یعلیٰؓ سے فرمایا؛

اگر تم چاہو تو جنگ کے حالات بیان کرو ورنہ ہم سے سن لو۔

حضرت یعلی نے فرمایا یارسول اللہ ﷺ آپ ہی بیان کریں ہم سنیں گے۔

تب نبی اکرم ﷺ نے جنگ کے تمام واقعات کو بیان کیا۔

حضرت یعلی حیرت سے اچھل پڑے اور کہا؛

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ نے جنگ کے حالات ایسے بیان کیے ہیں جیسے آپ وہاں موجود تھے۔

نبی اکرم ﷺ مسکرائے اور فرمایا؛

جب تم یہ معرکہ لڑ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھ سے زمین کے پردے ہٹا دیئے تھے یہاں تک کہ میں میدان جنگ کو دیکھنے لگا۔غزوہ موتہ میں مسلمانوں کی طرف سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ، حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ، حضرت وہب بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہ، حضرت عباد بن قیس رضی اللہ عنہ، حضرت حارث بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت سراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت ابوقلیب بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت جابر بن عمرو بن زید رضی اللہ عنہ (دونوں سگے بھائی تھے)، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر رضی اللہ عنہ بھی دونوں سگے بھائی تھے اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے شہید ہوئے۔

✡✡✡✡✡✡✡

جنگ ختم ہو گئی تھی رومی بھاگ گئے تھے اس لیے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو مدینہ واپسی کا حکم دیا اور کئی روز کے سفر کے بعد مسلمان مدینہ پہنچے تو آنحضرت محمد ﷺ نے بہت

سے صحابہ سمیت لشکر اسلامی کا استقبال کیا۔

مورخین نے بیان کیا ہے کہ مجاہدین اسلام کی اس سرفروشی پہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں مندرجہ ذیل آیات اتاریں۔

"اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰتِهِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ وَذٰلِكَ هُوَالْفَوْزُ الْعَظِيْمُ O

القرآن الحیکم (سورۃ توبہ۹؛ آیات ۱۱۱)

ترجمہ؛

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے اِن کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لیے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے مرتے اور مارتے ہیں۔اِن سے (جنت کا وعدہ) اللہ کے ذمے ایک پختہ وعدہ ہے توراۃ انجیل اور قرآن میں۔اور کون ہے جو اللہ سے بڑھ کر اپنے عہد کا پورا کرنے والا ہو۔پس خوشیاں مناؤ اپنے اس سودے پر جو تم نے خدا سے چکالیا ہے کہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے۔

✡ ✡ ✡

جمادی الاول 8 ھجری، بمطابق ، ستمبر 629ء

غزوہ موتہ اور شعرائے عرب

غزوہ موتہ رومیوں کے خلاف اُن خونریز لڑائیوں کا آغاز تھا جن کے اختتام پہ رومی مملکت کا ذکر صرف افسانوں میں رہ گیا اور وہ عظیم مملکت اسلام کے ہلالی پرچم کے سائے تلے آ گئی۔ موتہ میں مسلمانوں نے جس جانبازی سے رومیوں کا منہ موڑا تھا عرب شعرا نے اُس کو نظم کیا کہ یہی اُن کا طریق تھا۔ انھوں نے شہدائے موتہ کا نوحہ کہا چنانچہ ہم یہاں قیس بن مسحر، حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار تحریر کرنا چاہتے جو انھوں نے موتہ سے واپسی پہ کہے تھے۔

تَاَوَّ بَنِیْ لَیْلٌ بِیَثْرَبَ اَعْسَرُ
وَھَمٌّ اِذَا مَا نُوَّمَ النَّاس مُسْھِرُ

یثرب میں مجھ پر بڑی مشکل رات اور بیدار رکھنے والی مصیبت گزری ہے جبکہ یہ لوگ پرسکون نیند سو رہے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

لِذِكْرٰى حَبِيْبٍ هَيَّجَتْ لِيْ عَبْرَةً
سَفُوْحًا وَ اسْبَابُ الْبُكَاءِ التَّذَكُّرُ

اپنے محبوب کے ذکر کرنے کی وجہ سے میرے آنسو شدت سے بہہ رہے تھے رونے کا سبب محض محبوب کی یاد تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بَلٰى اِنَّ فُقْدَانَ الْحَبِيْبِ بَلِيَّةٌ
وَكَمْ مِنْ كَرِيْمٍ يُبْتَلٰى ثُمَّ يَصْبُرُ

کیونکہ محبوب کا فراق بہت بڑی آزمائش ہے اور کتنے ہی کریم لوگ ہیں جن کو اس آزمائش میں ڈالا جاتا ہے مگر وہ صبر کرتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

رَاَيْتُ خِيَارَ الْمُؤْمِنِيْنَ تَوَارَدُوْا
شَعُوْبَ وَ خَلْفًا بَعْدَهُمْ يَتَاخَّرُ

میں نے بہترین لوگوں کو دیکھا جو موت کے گھاٹ پہ یکے بعد دیگرے اترے اور اُن کے نائب دیر سے آئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَلَا يُبْعِدَنَّ اللّٰهُ قَتْلٰى تَتَابَعُوْا
بِمُؤْتَةَ مِنْهُمْ ذُوْالْجَنَاحَيْنِ جَعْفَرُ

اللہ تعالیٰ اُن مقتولوں کو دور نہ کرے جو موتہ کے مقام پہ پے در پے شہید ہوتے رہے اور اُن میں ذوالجناحین حضرت جعفر بھی تھے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وَزَيْدٌ وَ عَبْدُاللّٰهِ حِيْنَ تَتَابَعُوْا
جَمِيْعًا وَاَسْبَابُ الْمَنِيَّةِ تَخْطِرُ

اور زید ہیں اور رواحہ ہیں جو سب کے سب موت کا جام پیتے رہے جبکہ موت کے اسباب ابھی منڈلا رہے تھے۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

غَدَاةَ مَضَوْا بِالْمُؤْمِنِيْنَ يَقُوْدُهُمْ
اِلَى الْمَوْتِ مَيْمُوْنُ النَّقِيْبَةِ اَزْهَرُ

وہ اُس صبح مومنوں کی قیادت کر رہا تھا موت کی طرف، وہ خوش بخت اور سفید چہرے والا تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

اَغَرّ کَضَوْءِ الْبَدْرِمِنْ اٰلِ ھَاشِمٍ
اَبِیٌّ اِذَا سِیْمَ الظُّلَامَۃَ مِجْسَرُ

روشن پیشانی والا جیسے چودھویں کا چاند ہو، ہاشمی خاندان کا چشم و چراغ ہر برائی سے انکاری، جب ظلم کو عام کیا جائے تو بڑا غیور۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَطَاعَنَ حَتّٰی مَالَ غَیْرَمُوَسَّدٍ
بِمُعْتَرَكٍ فِیْہِ قَنًا مُتَکَسِّرُ

اس نے نیزہ بازی میں مقابلہ کیا یہاں تک کہ وہ جھک گیا وہ کسی چیز کو تکیہ بنانے والا نہ تھا جس طرح ٹوٹنے والے نیزے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَصَارَ مَعُ الْمُسْتَشْھِدِیْنَ ثَوَابُہٗ
جِنَانٌ وَمُلْتَفُّ الْحَدَائِقِ اَخْضَرُ

پھر وہ شہیدوں میں سے ہو گیا اس کا ثواب جنتیں تھیں اور سرسبز و شاداب گھنے باغات۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَكُنَّا نَرٰى فِىْ جَعْفَرٍ مِنْ مُحَمَّدٍ
وَفَاءً وَ اَمْرًا حَازِمًا حِيْنَ يأ مُرُ

ہم حضرت جعفر میں دیکھتے ہیں حضرت محمد ﷺ کی وفا اور محتاط امر جب بھی وہ حکم دیتے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَمَازَالَ فِىْ الْاِسْلَامِ مِنْ اٰلِ هَاشِمٍ
دَعَائِمُ عِزٍّ لَا يَزُلْنَ وَ مَفْخَرُ

اسلام میں ہمیشہ آل ہاشم کے ایسے افراد رہے ہیں جو عزت وسکون کے ستون رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

هُمْ جَبَلُ الْاِسْلَامِ وَالنَّاسُ حَوْلَهُمْ
وِضَامٌ اِلٰى طَوْدٍ يَرُوْقُ وَ يَبْهَرُ

آل ہاشم اسلام کا پہاڑ ہیں اور لوگ اِن کے اردگرد بڑے بڑے پتھر ہیں جو ٹیلے کے پاس پڑے ہیں یقیناً پہاڑ اِن پہ غالب رہتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

يَهَالِيْلُ مِنْهُم جَعْفَرٌ وَابْنُ اُمِّهٖ
عَلَىٌّ وَ مِنْهُمْ اَحْمَدُ الْمُتَخَيَّرُ

یہ روشن چہرے والے اور طویل القامت ہیں، انھی میں جعفر ہیں علی ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَحَمْزَةُ وَالْعَبَّاسُ مِنْهُمْ وَ مِنْهُمُ
عَقِيْلٌ وَمَاءُ الْعُوْدِ مِنْ حَيْثُ يُعَصَرُ

اور انھی میں حمزہ عباس اور عقیل ہیں کہ جہاں سے چاہو اِن کی لکڑی کا پانی نچوڑ لو۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِهِمْ تُفْرَجُ اللأواء فِىْ كُلِّ مَأ زِقٍ
عَمَاسٍ اِذَا مَا ضَاقَ بِالنَّاسِ مَصْدَرُ

انھیں کے ذریعے دور کی جاتی ہے سختی ہر سخت تاریک تنگی میں جنگ جبکہ وہاں سے نکلنا لوگوں کے لیے مشکل ہوتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

هُمْ اَوْلِيَاءُ اللّٰهِ اَنْزَلَ حُكْمَهٗ
عَلَيْهِمْ وَ فِيْهِمْ ذَا الْكِتَابُ الْمُطَهَّرُ

یہ اللہ کے دوست ہیں اللہ نے اُن پہ اپنا حکم نازل کیا ہے انھیں کے خاندان میں وہ ہستی ہے جو مقدس کتاب کی حامل ہے۔ [53*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

یہ اشعار حضرت کعب بن مالکؓ کے ہیں۔

نَامَ الْعُيُوْنُ وَ دَمْعُ عَيْنِكَ يَهْمُلُ
سَحًّاكَمَا وَكَفَ الطِّبَابُ الْمُنْخَضِلُ

دنیا کی آنکھیں پرسکون سوگئیں جبکہ تیری آنکھوں کے آنسو لگاتار بہہ رہے تھے جیسے تر بتر بادلوں سے قطرات ٹپکتے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فِی لَيْلَةٍ وَرَدَتْ عَلَیَّ هُمُوْمُهَا
طَوْرًا اَحِنُّ وَتَارَةً اَتَمَلْمَلُ

ایسی رات جس میں مجھ پر اس کے غموں نے ہجوم کرلیا کبھی تو چپکے چپکے رونے لگتا ہوں اور کبھی کروٹیں بدلتا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاعْتَادَنِیْ حُزْنٌ فَبِتُّ کَاَنَّنِیْ
بِبَنَاتِ نَعْشٍ وَالسَّمَاکِ مُوَکَّلُ

غم مجھ پہ غالب آ گیا میں نے یوں رات گزاری گویا میں بنات نعش اور ستارہ سماک کے حوالے کر دیا گیا ہوں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَکَاَنَّمَا بَیْنَ الْجَوَانِحِ وَالْحَشٰی
مِمَّا تَاوَّبَنِیْ شِھَابٌ مَدْخَلُ

گویا میری پسلیوں اور اندرونی اعضاء کے درمیان داخل کیے گئے شہاب نے جگہ بنا لی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَجْدًا عَلَی النَّفَرِ الَّذِیْنَ تَتَابَعُوْا
یَوْمًا بِمُؤْتَۃَ اُسْنِدُوْا لَمْ یُنْقَلُوْ

یہ سب اُس جماعت پہ غم واندوہ کی وجہ سے ہے جو غزوہ موتہ کے روز پے در پے شہید ہوتے رہے اور انھیں وہیں رہنے دیا گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

صَلَّى الْإِلٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ فِتْيَةٍ
وَسَقٰى عِظَامَهُمُ الْغَمَامُ الْمُسْبِلُ

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہوں اُن نوجوانوں پر اور اُن کی ہڈیوں کو موسلادھار برسنے والا بادل سیراب کرے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

صَبَرُوْا بِمُوْتَةَ لِلْإِلٰهِ نُفُوْسَهُمْ
حَذَرَا الرَّدٰى وَمَخَافَةً اَنْ يَنْكُلُوْا

انھوں نے موتہ کے مقام پر اللہ کی رضا کی خاطر خود کو باندھ لیا تھا کہ وہ خود کو فرار سے روک سکیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَمَضَوْا اَمَامَ الْمُسْلِمِيْنَ كَاَنَّهُمْ
فُنُقٌ عَلَيْهِنَّ الْحَدِيْدُ الْمُرْفَلُ

وہ مسلمانوں سے آگے آگے چلے گویا وہ نر اونٹ ہیں اور اُن پہ ایسی زر ہیں ہیں جو زمین پہ گھسٹ رہی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِذْ يَهْتَدُوْنَ بِجَعْفَرٍ وَلِوائِهِ
قُدَّامَ اَوَّلِهِمْ فَنِعْمَ الْاَوَّلُ

یہ لوگ جعفر طیار کے جھنڈے کے پیچھے پیچھے تھے اور حضرت جعفر اُن کے آگے آگے تھے وہ وہ پہلا سردار کتنا ہی اچھا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حَتّٰى تَفَرَّجَتِ الصُّفُوْفُ وَجَعْفَرٌ
حَيْثُ الْتَقٰى وَعْثُ الصُّفُوْفِ مُجَدَّلُ

یہاں تک کہ صفوں میں حرکت ہوئی اور حضرت جعفر وہاں شہید ہو گئے جہاں دونوں جماعتیں برسر پیکار ہوئیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَتَغَيَّرَ الْقَمَرُ الْمُنِيْرُ لِفَقْدِهٖ
وَالشَّمْسُ قَدْ كَسَفَتْ وَكَادَتْ تَأْفِلُ

آپ کے نہ رہنے سے بدر منیر کا رنگ بھی بدل گیا اور سورج کو گرہن لگ گیا قریب تھا کہ وہ غروب ہو جاتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَرْمٌ عَلَا بُنْيَانُهُ مِنْ هَاشِمٍ
فَرْعًا اَشَمَّ وَسُؤْدَدًا مَا يُنْقَلُ

حضرت جعفر ایسے سردار تھے جن کی عمارت بلندی اور سرداری میں ہاشم سے اٹھی تھی جیسے منتقل نہیں کیا جا سکتا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَوْمٌ بِهِمْ عَصَمَ الْإِلٰهُ عِبَادَهٗ
وَ عَلَيْهِمْ نَزَلَ الْكِتَابُ الْمُنْزَلُ

یہ وہ قوم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو گمراہی سے بچایا اور اُن کے اوپر قرآن حکیم نازل فرمایا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فَضَلُوْا الْمَعَاشِرَ عِزَّةً وَتَكَرُّمًا
وَتَغَمَّدَتْ اَحْلَامُهُمْ مَنْ يَّجْهَلُ

عزت وشرف میں وہ تمام قبائل پہ فضیلت رکھتے ہیں اور اُن کے تدبر و فہم نے جاہلوں کو پردہ میں لے لیا تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

لَا يُطْلِقُوْنَ اِلیٰ السَّنَاءِ حُبَاهُمُ
وَيُرٰى خَطِيْبُهُمْ بِحَقٍّ يَفْصِلُ

وہ حماقت اور بے وقوفی کے لیے اپنی کمریں نہ کستے تھے اور اُن کے خطیب کو دیکھا جائے تو وہ حق بات کرتا جو قول فیصل ہوتی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِيْضُ الْوُجُوْهِ تَرٰى بُطُوْنَ اَكُفِّهِمْ
تَنْدٰى اِذَا اعْتَذَرَ الزَّمَامُ الْمُمْحِلُ

یہ روشن چہرے والے ہیں اِن کی ہتھیلیاں اس وقت بھی سخاوت کرتی ہیں جب قحط کا مارا زمانہ معذرت کرتا ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَبِهَدْيِهِمْ رَضِىَ الْاِلٰهُ لِخَلْقِهٖ
وَبَجَدِّهِمْ نُصِرَ النَّبِىُّ الْمُرْسَلُ

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کے لیے اِن کے سیرت و کردار کو پسند فرمایا اور اُن کی سعی و کاوش کے ساتھ نبی مکرم کی مدد کی گئی۔ [54*]

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت حسان بن ثابت نے حضرت جعفر کا نوحہ کہا!

وَلَقَدْ بَكَيْتُ وَعَزَّ مَهْلِكُ جَعْفَرٍ
حِبِّ النَّبِيِّ عَلَى الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا

تحقیق میں رویا اور جعفر کی شہادت مجھ پہ گراں گزری تھی وہ جعفر جو اللہ تعالیٰ کے رسول کو پیارے تھے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَلَقَدْ جَزِعْتُ وَقُلْتُ حِيْنَ نُعِيْتَ لِيْ
مَنْ لِلجِلَادِ لَدَى الْعُقَابِ وَظِلِّهَا

تحقیق میں نے آہ وفغاں کی اور میں نے اس وقت کہا جب مجھے اس کی موت کی خبر دی گئی کہ کون اس کا مقابلہ کرے گا عقاب نامی جھنڈے کے سائے میں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِالْبِيْضِ حِيْنَ تُسَلُّ مِنْ اَغْمَادِهَا
ضَرْبًا وَاِنْهَالِ الرِّمَاحِ وَ عَلِّهَا

سفید تلواروں کے ساتھ جب انھیں نیام سے سونتا جائے گا ضرب لگانے کے لیے اور نیزوں کے لگا تار پڑنے اور ان کی پیاس بجھانے کے وقت۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بَعْدَ ابْنِ فَاطِمَةَ الْمُبَارِكِ جَعْفَرٍ
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا وَ اَجَلِّهَا

فاطمہ کے بیٹے جو مبارک ہیں جن کا نام جعفر ہے اور جو تمام انسانوں سے بہترین اور عظیم ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

رُزْءًا اَوَ اَكْرَمِهَا جَمِيْعًا مُحْتِدًا
وَاعَزِّهَا مُتَظَلِّمًا وَ اَذَلِّهَا

اُن کی موت ایک اعزاز ہے وہ اعلیٰ نسب اور ظلم کے خلاف ڈٹ جانے والے ہیں مگر وہ عجز اختیار والے بھی ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

لِلْحَقِّ حِيْنَ يَنُوْبُ غَيْرَ تَنَحُّلٍ
كَذِبًا وَ اَنْدَاهَا يَدًا وَاَقَلِّهَا

حق کے لیے جب کوئی ایسا معاملہ آجائے تو بغیر کی جھوٹ ونفاق کے وہ سب سے سچی بات کہنے والے ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

فُحْشًا وَاَكْثَرِهَا اِذَا مَا يُحْتَدٰى
فَضْلًا وَ اَبْذَلُهَا نَدًى وَ اَبَلِّهَا

اُن کی گفتگو شائستہ اور وہ سخاوت میں سب سے زیادہ بڑے ہوئے ہیں وہ سب سے زیادہ کشادہ دل ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

بِالْعُرْفِ غَيْرَ مُحَمَّدٍ لَا مِثْلُهُ
حَيٌّ مِنْ اَحْيَاءِ الْبَرِيَّةِ كُلِّهَا

نیکی کرنے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی بڑھ نہیں سکتا کہ کیونکہ آپؐ کی مثال تمام انسانوں میں نہیں ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حضرت حسان بن ثابت نے حضرت عبداللہ بن رواحہ کا نوحہ بھی کہا!

عَيْنُ جُوْدِىْ بِدَ مْعِكِ الْمَنْزُوْرِ
وَاذْكُرِىْ فِىْ الرَّخَاءِ اَهْلَ الْقُبُوْرِ

اے آنکھ سخاوت کر اپنے بچے کھچے آنسوؤں سے اور خوشحالی کے دنوں میں اہل قبور کو یاد کر۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

وَاذْكُرِیْ مُؤْتَةً وَمَا كَانَ فِيْهَا
يَوْمَ رَاحُوْا فِیْ وَقْعَةِ التَّغْوِيْرِ
تو موتہ کو یاد کر جس روز وہاں سے مسلمانوں کی فوجیں واپس ہوئیں فرار اختیار کر کے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حِيْنَ رَاحُوْا وَغَادَرُوْا ثُمَّ زَيْدًا
نِعْمَ مَأْوٰی الضَّرِيْكِ وَالْمَاسُوْرِ
جب وہ لوگ وہاں سے واپس آئے اور زید کو وہاں چھوڑ آئے تو وہ جگہ فقیر اور قیدی کا کس قدر اچھا ٹھکانہ بنی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

حِبَّ خَيْرِ الْاَنَامِ طُرًّا جَمِيْعًا
سَيِّدَ النَّاسِ حُبُّهٗ فِیْ الصُّدُوْرِ
وہ تمام مخلوق کے سردار کے محبوب تھے وہ لوگوں کے سردار تھے اور اُن کی محبت سینوں میں نقش تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ذَاكُمْ اَحْمَدُ الَّذِیْ لَا سِوَاهُ
ذَاكَ حُزْنِیْ لَهُ مَعًا وَ سُرُوْرِیْ

حضور ﷺ کے سوا کوئی ذات نہیں جن کے حزن کے ساتھ میرا حزن اور جن کی خوشی کے ساتھ میری خوشی ہے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

اِنَّ زَیْدًا قَدْ کَانَ مِنَّا بِاَمْرٍ
لَیْسَ اَمْرَ الْمُکَذَّبِ الْمَغْرُوْرِ

بے شک زید ہماری طرف سے ایک ایسا فریضہ سرانجام دے رہے تھے یہ کسی جھٹلائے گئے مغرور آدمی کا کام نہ تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ثُمَّ جُوْدِیْ لِلْخَزْرَجِیِّ بِدَمْعٍ
سَیِّدًا کَانَ ثُمَّ غَیْرَ نَزُوْرٍ

پھر اے آنکھ تو اُس خزرجی کے لیے آنسو بہا جو وہاں سردار تھا اور اس نے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی تھی۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَدْ اَتَانَا مِنْ قَتْلِهِمْ مَا كَفَانَا
فَبِحُزْنٍ نَبِيْتُ غَيْرِ سُرُوْرٍ
جب ہم تک اُن کے قتل کی خبریں آئیں تو ہم دکھ کے ساتھ رات گزارتے اور ہمارے گرد خوشی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

كَفٰى حَزَنًا اِنِّىْ رَجَعْتُ وَجَعْفَرٌ
وَزِيْدٌ وَ عَبْدُاللّٰهِ فِىْ رَمْسِ اَقْبُرْ
میرے لیے یہی غم کافی ہے کہ میں لوٹ آیا مگر جعفر زید اور عبداللہ قبروں کی مٹی ہو گئے۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

قَضَوْا نَحْبَهُمْ لَمَّا مَضَوْا لِسَبِيْلِهِمْ
وَخُلِفْتُ لِلْبَلْوٰى مَعَ الْمُتَغَبِّرِ
انھوں نے اپنا مقصد پالیا جبکہ میں پراگندہ حالت کے ساتھ آزمائش کے لیے پیچھے رہ گیا۔

❁❁❁❁❁❁❁❁

ثَلَاثَةُ رَهْطٍ قُدِمُوْا فَتَقَدَّمُوْا

اِلٰی وِرْدٍ مَكْرُوْهٍ مِنَ الْمَوْتِ اَحْمَرِ

یہ تین گروہ تھے جو آگے بڑھائے گئے تو یہ آگے بڑھ گئے موت کے ناپسندیدہ سرخ گھاٹ کی طرف۔ [*54]

❁❁❁❁❁❁❁❁

آٹھ ہجری کے بیشتر واقعات ابھی باقی ہیں۔
دیکھیں سیرۃ المزملؐ جلد 14
''عرب سرنگوں ہوا''

اشاریہ

*1

بعض نے کہا کہ آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن اُم مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛52)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*2

نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ کی طرف نکلنے والوں کی تعداد کے متعلق کئی روایات ہیں ہم نے اسے اختیار کیا جس کی طرف مورخین کا عمومی رجحان ہے

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛53)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*3

حضرت ابان بن سعید ابن العاص نے غزوہ خیبر کے موقع پہ اسلام قبول کیا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛57)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*4

صحابہ نے نبی اکرم ﷺ کو بتایا کہ عجمی حکمران مہر بغیر خط قبول نہیں کرتے اس لیے نبی اکرم ﷺ نے چاندی کی ایک مہر بنوائی جس پہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا گیا۔

(تاریخ ابن خلدون از علامہ ابن خلدون جلد دوم)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*5

مورخین نے بیان کیا ہے کہ ابو کبشہ سے مراد رسول اللہ ﷺ کے رضاعی باپ ہیں بعض نے کہا کہ ابو کبشہ نبی اکرم ﷺ کے نانا کو کہا جاتا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛77)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*6

صغاطر کا قصہ کئی مورخین نے بیان کیا ہے اور اسے درست قرار دیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اسے مندارج النبوۃ میں تحریر کیا ہے، ہم نے اس روایت کو ضیا النبی سے تحریر کیا ہے۔ **جسٹس پیر محمد کرم شاہؒ**

(ضیا النبی جلد چہارم ؛ ص 192)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*7

غالبًا سیرت حلبیہ میں میں نے دیکھا ہے کہ بگلوس دراصل لکڑی یا کسی اور دھات کا ایک پرندہ تھا جسے آپ ﷺ نے اُس کو تحفتًا دیا تھا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (پنجم)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*8

درفش کاویانی دراصل اہل مجوس کا وہ متبرک علم تھا جس کے متعلق اُن کا خیال تھا کہ وہ اِن کی فتوحات کا باعث ہے۔

علامہ شاہ معین الدین احمد ندویؒ

تاریخ اسلام (جلددوم ص؛ 161)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*9

بشپ کے لغوی معنی نگہبان کے ہیں کلیسا میں یہ خدمت دین کا بڑا عہدہ تھا جسے حضرت عیسیٰ کے حواری یوحنا نے قائم کیا تھا۔

تواریخ مسیحی کلیسا ص ؛ 268

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*10

میری ناقص رائے یہ ہے کہ یہ وہ خط نہیں جو حضرت عمرو بن امیہ ضمری لے کر گئے تھے بلکہ یہ وہ خط ہے جسے حضرت جعفر بن طیار لے کے گئے تھے مورخین نے نجانے کیوں اس خط کو عمرو بن امیہ ضمری والا خط بتایا ہے۔

مو لف ؛ سیرت المزملؐ (افتخار احمد افتخار)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*11

یہ خط ہم نے نامور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی کتاب ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' سے تحریر کیا ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ

نبی اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی (ص131)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*12

امام بخاری نے اپنی صحیح میں اُس مسجد کا ذکر کیا ہے جس میں مسجد نبوی کے بعد لوگوں نے نماز جمعہ ادا کی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

صحیح بخاری (جلد اول باب کتاب الجمعہ)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*13

خط کے متن سے ظاہر ہو رہا ہے کہ یہ خط اُن خطوں کے بعد تحریر کیا گیا جو چھ ہجری میں روانہ کیے گئے تھے اس لیے کہ چھ ہجری تک تو حضرت عمرو بن العاص خود بھی ابھی اسلام نہ لائے تھے۔

مولف سیرۃ المزملﷺ افتخار احمد افتخار

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*14

اُم المومنین سیدہ اُم حبیبہ کے نکاح کا یہ خطبہ ہم نے حکیم محمود احمد ظفر کی کتاب " امہات المومنین" سے پیش کیا ہے۔

حکیم محمود احمد ظفر

امہات المومنین (ص ؛ 270)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*15

میں نے حضرت حارثہ بن سعید کے آٹھویں بیٹے کا نام جاننے کے لیے کئی مورخین کی کتابوں کو کھنگالا مگر سب نے اُن کے سات بیٹوں کے نام ہی لکھے ہیں۔

مولف سیرۃ المزمل ﷺ

افتخار احمد افتخار

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*16

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ یہ ہند حضرت اسماء کے بیٹے تھے اور حضرت حارثہ بن سعید کے پوتے تھے۔

السنین النبوہ ،مولانا محمد ھاشم ٹھٹھوی

ترجمہ محمد علیم الدین

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*17

رسول اللہ ﷺ کے اِس صحابی کو بعض مورخین نے یعلی بن منیہ بھی لکھا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ امیہ اُن کا باپ اور منیہ اُن کی ماں تھی اور لوگ انھیں اُن کو دونوں ناموں سے پکارا کرتے تھے۔

السنین النبوہ مولانا محمد ھاشم ٹھٹھوی

ترجمہ محمد علیم الدین

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*18

نبی اکرم ﷺ کی یہ مدحت جس کو بعض مورخین نے حضرت علی کی طرف منسوب کیا ہے ہم تاریخ الخمیس سے درج کی ہے۔

القاضی حسین بن محمد (الموفیٰ 966 ھ)

تاریخ الخمیس جلد دوم

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*19

جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ خیبر کے لیے محرم سات ہجری کو نکلے تاہم امام مالکؒ نے ایک قول نقل کیا ہے جس کے مطابق آنحضرت محمد ﷺ چھ ہجری کو خیبر کی طرف نکلے تھے امام بن حزم نے اسی قول کو اختیار کیا ہے شیخ ابو حامد نے اپنی کتاب ”کتاب تعلیقہ“ میں غزوہ خیبر کی تاریخ پانچ ہجری لکھی ہے تاہم حافظ ابن حجر نے اس قول کو وہم قرار دے کر رد کر دیا انھوں نے کہا کہ شاید یہاں غزوہ خندق لکھا جانا تھا مگر غلطی سے غزوہ خیبر لکھا گیا۔

واللہ واعلم

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص؛ 115)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*20

بعض مورخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپؐ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب بنایا تھا۔ واللہ واعلم

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛117)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*21

حضرت عامر بن اکوع کے یہ رجزیہ اشعار ہم الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 115)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*22

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلمہ بن اکوع حضرت عامر بن اکوع کے چچا نہ تھے بلکہ وہ چچازاد تھے اور رضاعی بھائی بھی تھے اس لیے محدثین نے انھیں بھائی قرار دیا ہے۔ **علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ**

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛119)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*23

حضرت انجشہ ایک سیاہ فام حبشی غلام تھے جن کی آواز نہایت خوبصورت تھی اور جب وہ حدی خوانی کرتے تو اونٹ مست ہو جاتے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛121)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*24

خیبر کے دروازے پہ نبی اکرم ﷺ نے جو دُعا فرمائی اسے ہم نے قارئین کے لیے سیرت حلبیہ سے تحریر کیا ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛121)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*25

مورخین نے لکھا ہے کہ اول اول بڑے جھنڈوں کا استعمال سب سے پہلے غزوہ خیبر میں ہی کیا گیا اس سے قبل صرف رایت ہوتے تھے جو جھوٹے جھوٹے جھنڈے ہوتے تھے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛129)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*26

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مسلمانوں نے شق کے قلعے ابی کے باہر منجنیق نصب کی تھی مگر اُسے پتھراؤ کرنے سے قبل ہی قلعہ فتح ہو گیا تھا۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیه (جلد پنجم ص ؛142)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*27

علامہ حافظ دمیاتی نے اپنی سیرت کتاب میں لکھا ہے کہ شق کے سلسلے میں کئی قلعے تھے تاہم مورخین کے ہاں عام طور پہ ابی اور بری کا تذکرہ ہی ملتا ہے۔واللہ واعلم

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیه (جلد پنجم ص ؛142)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*28

خیبر میں یہودیوں کے سلسلہ کتیبہ کے قلعے وطیح کی وجہ تسمیہ اُم السیر سیرت حلبیہ سے تحریر کی گئی۔

علامہ علی ابن برهان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیه (جلد پنجم ص ؛144)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*29

خیبر کے اس آخری قلعے کے نام کے بارے میں مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض نے اسے سلالم کی بجائے سلالیم بھی لکھا ہے۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛144)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*30

دینار سونے کا ایک سکہ ہوتا تھا جس کی مالیت بہت زیادہ تھی۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛147)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*31

غزوہ خیبر کے متعلق ابن القیم عسی یہ اشعار الروض الانف سے تحریر کیے گئے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔ جلدچہارم ص ؛ 141)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*32

غزوہ خیبر کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت انصاریؓ کے یہ اشعار الروض

الانف سے تحریر کیے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 153)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*33

غزوہ خیبر ہی کے بارے میں ناجیہ بن جندب اسلمی کے یہ اشعار الروض الانف سے تحریر کیے گئے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 154)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*34

غزوہ خیبر کے بارے میں حضرت کعب بن مالک کے یہ اشعار الاروض الانف سے تحریر کیے گئے۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 154)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*35

اس سریہ کی تاریخ کے بارے میں مورخین میں اختلاف ہے ابن ابی خثیمہ کے مطابق یہ

سریہ پانچ ہجری میں ہوا جبکہ حاکم کے مطابق یہ خیبر کے بعد کا واقعہ ہے چنانچہ ہم نے اسے ہی اختیار کیا ہے۔

طبقات ابن سعد از ابن سعد

جلد دوم ص ؛ 124

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*36

امام عبداللہ سہیلی نے لکھا کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ ذات الرقاع کے موقع پہ حضرت ابوذر غفاری کو نائب مقرر کیا تھا۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛696)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*37

علامہ ابن خلدون نے کہا کہ غزوہ ذات الرقاع محرم ۴ ہجری میں پیش آیا جبکہ دیگر مورخین نے اسے جمادی الثانی ۴ ہجری لکھا ہے۔

تاریخ ابن خلدون جلد دوم

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*38

غزوہ ذات الرقاع کے بارے میں اکثر مورخین اسے ہی وجہ تسمیہ قرار دیا ہے اگر چہ

دیگر روایات بھی موجود ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛697)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

39*

امام سہیلی نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی اس تلوار کا دستہ چاندی کا بنا ہوا تھا اور وہ بہت خوبصورت تھی۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

الروض الانف (جلد سوئم ص ؛699)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

40*

امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں اُس شخص کا نام مرداس بن نہیک لکھا ہے جس کو حضرت اسامہ نے کلمہ پڑھنے کے باوجود قتل کر دیا تھا۔

امام حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر

البدایہ والنہایہ (جلد دوم ؛ ص 295)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

41*

تاہم چونکہ مورخین کی کثیر تعداد نے عمرہ کے اس سفر کو عمرہ قضاۃ ہی لکھا ہے اس لیے ہم نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے۔

افتخار احمد افتخار

سیرۃ المزمل (جلد 13 حزن بہار ص ؛409)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

42*

بعض مورخین نے لکھا کہ آنحضرت محمد ﷺ نے ابورہم غفاری کو نہیں بلکہ حضرت ابو ذر غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛201)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

43*

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ نے مسجد نبوی کے دروازے سے احرام باندھا جبکہ بعض کے مطابق آپؐ نے ذوالخلیفہ کے مقام سے احرام باندھا ۔'' واللہ واعلم۔۔۔**علامہ علی ابن برھان الدین حلبیؒ**

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛201)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

44*

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ اُس روز نبی اکرم ﷺ نے اپنی سواری پہ بیت اللہ کا طواف کیا۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛203)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*45

یادرہے کہ اللہ نے اِن سب پہ اپنا احسان فرمایا اور اِن تمام لوگوں نے اسلام کے سایہ عافیت میں پناہ لی۔

علامہ علی ابن برہان الدین حلبیؒ

سیرۃ حلبیہ (جلد پنجم ص ؛209)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*46

اُم المومنین حضرت صفیہ بنت حییؓ کا نسب " **عیون الاثر** " سے تحریر کیا گیا ہے۔

حافظ ابو الفتح

عیون الاثر (جلد دوم ؛ ص 401)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*47

اُم المومنین حضرت صفیہ کی تاریخ وفات کے بارے میں مورخین متفرق ہیں چنانچہ ابن سعد نے لکھا کہ انھوں نے ۵۲ ہجری میں وفات پائی۔

ابن سعد

طبقات ابن سعد(جلد 8 ; ص 128)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*48

اُم المومنین حضرت میمونہ بنت حزن کا نسب " **عیــون الاثــر** " سے تحریر کیا گیا ہے۔

حافظ ابو الفتح عیون الاثر (جلد دوم ؛ ص 402)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*49

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 193)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*50

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔

امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 196)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*51
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔
امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی
(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 197)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*52
حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔
امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی
(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 200)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*53
حضرت حسان بن ثابتؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔
امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی
(الروض الانف--- جلدچہارم ص ؛ 211)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

*54
حضرت کعب بن مالکؓ کے یہ اشعار ہم نے الروض الانف سے تحریر کیے ہیں۔
امام ابو القاسم عبدالرحمان بن عبداللہ سہیلی

(الروض الانف۔۔۔ جلدچہارم ص ؛ 215)

✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡✡

ماخذ و مصادر و مراجع

القرآن الحکیم

سیرۃ النبی ﷺ ***** مولانا شبلی نعمانیؒ

سنن ابی داؤد ***** امام ابی داؤدؒ

موطا امام مالک ***** امام محمد مالکؒ

مشکواۃ شریف ***** امام محمد رازیؒ

صحیح مسلم شریف ***** امام مسلمؒ

جامع ترمذی ***** امام ترمذیؒ

تاریخ ابن خلدون ***** علامہ ابن خلدونؒ

تاریخ الامم والملوک ***** امام ابن جریر طبریؒ

تاریخ اسلام ***** اکبر شاہ نجیب آبادیؒ

تاریخ اسلام ***** معین الدین شاہ ندویؒ

انسان کامل ***** محمد منیر قریشیؒ

مسلمان امتیں ***** ڈاکٹر اسرار احمدؒ

سیرت ابن ہشام ***** ابن ہشامؒ

نقوش (رسول نمبر) ***** ادارہ

مجموعہ مضامین ***** پروفیسر احمد رفیق اختر

اسلام اور عصر حاضر ***** مولانا وحیدالدین خانؒ

ضیاالقرآن ***** جسٹس محمد کرم شاہؒ

تفہیم القرآن ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

خلافت وملوکیت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

سنت کی آئینی حیثیت ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

الجہاد فی الاسلام ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

خطبات ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

سیرت سرور کونین ﷺ ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پردہ ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

اسلام کے بنیادی تصورات ***** سیّد ابوالاعلی مودودیؒ

پیغمبر اعظم و آخرؐ ***** ڈاکٹر نصیر احمد ناصر

محمد عربی ﷺ ***** مولانا وحید الدین

محسن انسانیتؐ ***** نعیم صدیقی

تدبر قرآن ***** مولانا امین احسن اصلاحیؒ

کشت زر بار ***** پروفیسر احمد رفیق اختر

خطبات بہاولپوری ***** ڈاکٹر حمید اللہؒ

بلوغ الارب ***** علامہ محمود شکری آلوسیؒ

العقد الفرید ***** ابن عبد ربہؒ

رویات تمدن قدیم ***** سیّد علی عباس جلالپوری

الامینؐ ***** محمد رفیق ڈوگر

سیرت الرسول ﷺ ***** محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ

کائنات اور انسان ***** علی عباس جلالپوریؒ

حجۃ البالغہ ***** شاہ ولی اللہ دہلویؒ

تمدن ہند ***** علی بلگرامیؒ

سیرت عائشہؓ ***** سیّد سلمان ندویؒ

تحقیق ماللہند ***** علامہ البیرونیؒ

کرم کی برسات ***** ڈاکٹر محمد خالد عاربی

ابوسفیانؓ ***** الطاف حسن گیلانی

تاریخ اسلام ***** شیخ محمد رفیق

تاریخ مدینہ ***** محمد صادق بہاولپوری

مقالات	*****	سرسیداحمدخان
تاریخ اسلام	*****	حسن ابراہیم
جزیرۃ العرب	*****	علامہ ہمدانی
تاریخ اسلام	*****	ڈاکٹرحسن ابراہیم
المروج الذہب	*****	المسو دیؒ
تفصیل الازمنہ	*****	یوسف بن عبدالملکؒ
العرب قبل از اسلام	*****	علامہ جرجی زیدانؒ
الروض الانف	*****	امام سہیلیؒ
شرح سنن ابی داؤد	*****	امام خطابیؒ
قانون اسلام	*****	سرسیداحمدخانؒ

عہد نامہ قدیم

عہد نامہ جدید

احکام القرآن	*****	امام رازیؒ
الاحکام السطانیہ	*****	امام ماوردیؒ
کتاب المثالب	*****	ابن ہشام
اعلام النبوۃ	*****	امام ماوردیؒ
الطرق الحکمتیہ	*****	علامہ ابن قیمؒ
البیان والتبیان	*****	امام جاحظ
الکامل	*****	علامہ ابن کثیرؒ
کتاب البیان	*****	امام لیثیؒ

ضرب الامثال	*****	میدانیؒ
کتاب العمدہ	*****	علامہ ابن رشیقؒ
کتاب الاوائل	*****	اسماعیل بن عبداللہ موصلیؒ
الوفاء	*****	ابن جوزیؒ
مفردات القرآن	*****	علامہ راغب اصفہانیؒ
الجامع الصغیر	*****	امام سیوطیؒ
شرح المواہب اللدنیہ	*****	امام زرقانیؒ
البیان والتعریف	*****	ابراہیم بن محمد الحسینیؒ
الصحاح اللغتہ	*****	امام جوہریؒ
مقاتل الفرسان	*****	ابوعبیدہؒ

دیوان	*****	حضرت حسان بن ثابتؓ
الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
طبقات الکبری	*****	ابن سعدؒ
سیرت حلبیہ	*****	امام حلبیؒ
مدارج النبوۃ	*****	محدث دہلویؒ
جمع الوسائل	*****	ملا علی قاریؒ
المواہب اللدنیہ	*****	امام قسطلانیؒ
جواہر البحار	*****	امام بیہقیؒ
السیرۃ النبویہ	*****	ابن عساکرؒ
شعب الایمان	*****	امام بیہقیؒ

المعجم الصغیر	*****	امام طبرانیؒ
فتح الباری	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
اخبار مکہ	*****	امام فاکہیؒ
الکفایہ فی العلم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
التمہید	*****	ابن عبد البرؒ
الثقات	*****	ابن حبانؒ
سبل الہدی والرشاد	*****	امام صالحیؒ
المنصف	*****	ابن ابی شیبہؒ
شرح مسلم	*****	امام نوویؒ
شمائل الرسول	*****	امام ابن کثیرؒ

صفوۃ الصفوۃ	*****	ابن جوزیؒ
امتاع الاسماع	*****	امام طبرانی
میزان الاعتدال	*****	امام ذہبیؒ
الاستیعا ب	*****	ابن عبدالبرؒ
التفسیر الکبیر	*****	امام رازیؒ
کتاب الزہد	*****	ابن مبارکؒ
السنن	*****	دارمیؒ
الآحاد ولمثانی	*****	امام شیبانیؒ
المسند	*****	ابن جعدؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام نسائیؒ

تہذیب الکمال	*****	امام مزیؒ
المسند	*****	اسحاق بن راہویہؒ
تہذیب الاسماء	*****	امام نوویؒ
الاصابہ	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
الریاض النضرۃ	*****	امام زرقانیؒ
شرح المؤطا	*****	طبرانیؒ
معجم الاوسط	*****	عبدالرزاقؒ
الادب المفرد	*****	امام بخاریؒ
لسان المیزان	*****	ابن حجر عسقلانیؒ
تذکرۃ الحفاظ	*****	امام ذہبیؒ

المسند	*****	ابوعوانہؒ
مسلمانوں کا ہزار سالہ اقتدار	*****	پروفیسر ارشد جاوید
رسول اکرم کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
قرآن اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہؒ
رسول عربی اور عصر جدید	*****	سیّد محمد اسماعیلؒ
علم کی اسلامی تشکیل	*****	خورشید احمد ندیم
میزان	*****	جاوید احمد غامدی
شرح الشفا	*****	ملا علی قاریؒ
تاریخ الخمیس	*****	دیار بکریؒ
الایمان	*****	ابن مندہؒ

السنن	*****	ابن ماجہ ؒ
ترکۃ النبیؐ	*****	ابواسماعیل بغدادیؒ
الرسولؐ	*****	عبدالحلیم محمود ؒ
روح المعانی	*****	علامہ محمود شکری آلوسی ؒ
قیامت اور جدید سائنس	*****	ڈاکٹر حشمت جاہ ؒ
الدیباج	*****	امام سیوطی ؒ
مکارم اخلاق	*****	ابن ابی الدنیاؒ
السنن الکبریٰ	*****	امام بیہقی ؒ
الخصائص الکبریٰ	*****	امام سیوطی ؒ
المسند	*****	امام احمد بن حنبل ؒ

الطبقات	*****	ابن خیاطؒ
الجامع الصحیح	*****	امام ترمذی
السنن	*****	ابوداؤدؒ
شرح معنی الآثار	*****	امام طحاویؒ
مجمع الزوائد	*****	ہیثمیؒ
فیض القدیر	*****	مناویؒ
الترغیب والترہیب	*****	منذریؒ
مشکل الآثار	*****	امام طحاویؒ
اسلامی ریاست	*****	پروفیسر خورشید احمدؒ
کیمیائے سعادت	*****	امام غزالیؒ

البیان فی التفسیر القران ***** ابن جریر طبریؒ

مشکوٰۃ المصابیح ***** الخطیبؒ

الجوامع السیاسیہ ***** امام ابن تیمیہؒ

بیان العلم وفضلہ ***** ابن عبدالبرؒ

تاریخ السلامی السیاسی ***** حسن ابراہیم الدکتورؒ

النظم الاسلامیہ ***** حسن ابراہیم الدکتورؒ

کتاب الخراج ***** الامام ابو یوسفؒ

تحفۃ الاشراف ***** المزیؒ

حسن المحاضرۃ ***** امام سیوطیؒ

مقائس اللغۃ ***** ابن فارسؒ

اعلام الموقین	*****	ابن قیمؒ
سنن الدارمی	*****	الدارمیؒ
الزھد	*****	امام احمد بن حنبلؒ
تفسیر ابن کثیر	*****	از ابن کثیرؒ
تاریخ الکامل	*****	ابن اثیرؒ
فتوح البلدان	*****	امام بلاذریؒ
المذاہب الاربعہ	*****	عبدالرحمانؒ
کتاب النوبیہ	*****	ابن ہشامؒ
عیون الاخبار	*****	ابن قتیبہؒ
شذرات الذہب	*****	ابن عمادؒ

الشفاء	*****	قاضی عیاضؒ
غریب الحدیث	*****	امام ابن اثیرؒ
وفا الوفا	*****	امام سمہودیؒ
کتاب الاصنام	*****	ابن قتیبہ
لسان العرب	*****	ابن منظورؒ
الرسول القائد	*****	خطاب محمود شیثؒ
البدر الطالع	*****	امام شوکانیؒ
الاداب	*****	امام بیہقیؒ
دلائل النبوۃ	*****	ابن ندیمؒ
الشمائل	*****	امام ترمذیؒ

المنار	*****	رضا رشیدؒ
علم الراویہ	*****	خطیب بغدادیؒ
السنۃ قبل التدوین	*****	خطیب العجاجؒ
الکشاف	*****	زمخشریؒ
مسند الفردوس	*****	دیلمیؒ
معجم الکبیر	*****	طبرانیؒ
تفسیر در منثور	*****	امام جلال الدین سیوطیؒ
المبسوط	*****	شمس الائمہؒ
المراسیل	*****	سجستانیؒ
غریب الحدیث	*****	خطابیؒ

صحیح ابن حبان	*****	ازابن حبانؒ
عمل الیوم ولیلۃ	*****	للنسائیؒ
تاریخ الادب الجاہلی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
مفتاح الجنۃ	*****	امام سیوطیؒ
علوم الحدیث	*****	صبحی صالحیؒ
شرح معانی الاثار	*****	امام الطحاویؒ
تاریخ الادب الاسلامی	*****	شوقی ضیف الدکتورؒ
شرح مسلم	*****	شبیراحمدعثمانیؒ
فلسفہ التشریخ فی الاسلم	*****	صبحی صالحیؒ
الاحدیث المھشرہ	*****	شمس الدین سخاویؒ

حدیث دفاع	*****	میجر جنزل اکبر خانؒ
اسلامی طریق جنگ	*****	میجر جنزل اکبر خانؒ
الفیض القدیر	*****	المناویؒ
الکامل فی الضعفاء	*****	ابن عدیؒ
محاسن التاویل	*****	قاسمی جمال الدینؒ
مسلمانوں کا نظم مملکت	*****	حسن ابراہیمؒ
سود	*****	سیّد مودودیؒ
حیات محمدؐ	*****	محمد حسنین ہیکلؒ
الوثائق الساسیہ	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
تجدید احیائے دین	*****	سیّد مودودیؒ

الاحکام القرآن	*****	محمد بن احمد قرطبیؒ
مسلم نشاۃ ثانیہ	*****	ڈاکٹر محمد امین
مسلمان اور سائنس کی تحقیق	*****	حبیب احمد صدیقیؒ
نامور مسلمان سائنس دان	*****	حمید عسکریؒ
نظام الحکومت نبویہ	*****	شیخ عبدالحیٰؒ
الاسلام والحضارۃ العربیہ	*****	کرد علیؒ
سائنس وطب میں مسلمانوں کا عروج	*****	حفیظ الرحمٰن صدیقیؒ
فیض الباری	*****	محمد انور شاہؒ
سو مسلم سائنس دان	*****	رفیق انجمؒ
شاندار سائنسی کارنامے	*****	زکریا ورقؒ

تخریج الحدیث	*****	مولانا محمد سعیدؒ
سنت کا تشریحی مقام	*****	محمد ادریس میرٹھیؒ
احادیث الموضوعہ	*****	ملا علی قاریؒ
ترجمان القرآن	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول عربیؐ	*****	مولانا ابوالکلام آزادؒ
رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
منصب امامت	*****	شاہ اسماعیل شہیدؒ
یورپ پر اسلام کے احسانات	*****	غلام جیلانی برقؒ
حسنت جمیع خصالہ	*****	طالب ہاشمیؒ
دعوت دین اور اس طریق کار	*****	امین احسن اصلاحیؒ

فی ظلال القرآن	*****	سیّد قطب شہید ؒ
احسن التفاسیر	*****	احمد حسن دہلوی ؒ
قصص الانبیاء	*****	محمد حفظ الرحمٰن ؒ
مدارج النبوہ	*****	معین فراحی ؒ
سیرت الرسول	*****	محمد بن عبدالواہاب ؒ
الرحیق المختوم	*****	صفی الرحمان مبارک پوری ؒ
محمد عربی ؐ	*****	محمد احمد برانق ؒ
اسلامی ریاست	*****	امین احسن اصلاحی ؒ
ترجمان السنۃ	*****	بدر عالم میرٹھی ؒ
اسلام کا معاشرتی نظام	*****	خالد علوی ؒ

اسلام کا سیاسی نظام	*****	محمد اسحٰق سندیلوی ؒ
تفہیمات	*****	سیّد مودودیؒ
سیرت نبویؐ	*****	ڈاکٹر مصطفیٰ صباحیؒ
پیغمبر انسانیت	*****	شاہ محمد جعفر پھلواریؒ
سیرت رسول عربی	*****	علامہ نور بخش توکلیؒ
خطبات مدارس	*****	سید سلیمان ندویؒ
عہد نبوی نظام حکمرانی	*****	ڈاکٹر حمید اللہؒ
سیرۃ المصطفیٰؐ	*****	محمد ادریس کاندھلویؒ
تاجدار دو عالمؐ	*****	عزائم عبد الرحمانؒ
اسلام کا اقتصادی نظام	*****	حفظ الرحمٰنؒ

معجزات سرورکونین	*****	طالب ہاشمیؒ
ارشادات دانائے کونین	*****	طالب ہاشمیؒ
منصب امامت	*****	طالب ہاشمیؒ
اخلاق پیغمبری	*****	طالب ہاشمیؒ
معارف الحدیث	*****	محمد منظور نعمانیؒ
فصاحت نبوی	*****	ڈاکٹر ظہور احمد اظہرؒ
رہبر کامل	*****	مولانا عبدالمجید خادمؒ
اسوہ رسول اکرمؐ	*****	ڈاکٹر محمد عبدالحئیؒ
اخلاق نبوی	*****	سیّد محمد اسحاقؒ
نبی رحمت	*****	سیّد ابوالحسن ندویؒ

محمد رسول اللہؐ ***** شیخ محمد رضا مصریؒ

محمد رسول اللہ ﷺ ***** توفیق الحکمؒ

پیغمبر انقلاب ***** مولانا وحید الدین خانؒ

عقبریت محمدؐ ***** عباس محمود العقادؒ

نبی اکرمؐ کی معاشی زندگی ***** ڈاکٹر نور محمد غفاریؒ

خاندان نبوت ***** محمد ادریسؒ

معرکہ اسلام اور جاہلیت ***** صدر الدین اصلاحیؒ

مغازی رسولؐ ***** حضرت عروہ بن زبیرؓ

تاریخ مکہ ***** منظور احمد شاہؒ

منصب نبوت ***** سیّد ابوالحسن ندویؒ

شمائل کبری	*****	عبدالحکیم خانؒ
سیرۃ اکبریٰ	*****	مولانا ابوالقاسمؒ
راہ عمل	*****	مولانا جلیل احسنؒ
زادراہ	*****	مولانا جلیل احسنؒ
وفود عرب	*****	طالب ہاشمیؒ
سیرت سیّدہ فاطمہؓ	*****	طالب ہاشمی
معارف القرآن	*****	مفتی محمد شفیعؒ
ترجمہ قرآن	*****	سیّد ابوالاعلی مودودیؒ
البستان	*****	واثق باللہ
کتاب السماء ولغات	*****	امام نووی

محمد رسول اللہؐ	*****	محمد صادق ابراہیمؒ
رسول مبینؐ	*****	محمد احسان الحق سلیمانیؒ
سیرت محمدیؐ	*****	سرسید احمد خانؒ
سیرت سرورکونینؐ	*****	سیّدابوالاعلیٰ مودودیؒ

WESTREN AUTHORS

Dalbeer...Mater ,Eather,Motion.

J.G.Freezer... Man God and Immortalilty.

S. Hussan Naser... Islamic Science.

J.Heksely... Religion Without Revolation.

Philps Hitty... History of Arabs.

Springler...Fall of west.

Carbin... EN Iranien Islam.

Sir jamees jeen...Modren Islimic Thought.

Johan Wellosan...Philosophy of Reilgion.

R.I.Gulick..Muhammad The educator.

Cob..Islamic Contribution to word culture.

Briffault...The making of Humanity.

Bosworth... The Lagacy of Islam.

S, Charles Darwen...Origion of Species.

Mont Watt...History of Islamic Spain.

B.Russal...The Conquest of Happiness

Michael H Hart... The 100

M,White...The limitaaions of Sciens

Ameer Ali... The Spirit of Islam.

Edendton...The age of analysis.

James jeans...The Mysterious Univers.

Hanes Berg...Modren scientefec thought.

W Back...Modern Science & natur Life.

Zohansicy...Gentic and origen of Species.

Karal Marx...Das Kapital.

Lebon...The Erab Civilazation.

Genetic Code .... Issaac Asimov.

Trawleing...History of Religion.

B, Russiall History of civiliazation.

Freud... Toam and Tabuos.

Freud....Pleasure thinking.

Robert Semith....Religion of Erabs.

well deurant...The age of faith.

Walteare...The History of China.

Freud...His Dream & Sex Theories.

Pierre Lecomde... Human Destiny.

Pro, Brian..New Horizons in Psychology.

P.Nik... Fondamentals of Politics.

Glance at Historical Materialism.ASpirken.

Pro, Hageel... Wonder Of Life

Dr. Hehoom... Human Understanding.

Fraied.... Totam and Taboos

Fried.....Pleasure Thinking

Robert Smith...Religion of the semites.

RussallBurtrand ...The Conquest of Happiness.

JOHAN WILLSON ...Philosophy and Religion

Tyndall...Matter and Motion.

MORTEN WHITE....The Limitations of Science.

ARUTHOR ENDEKTAN...The age of Analysis

Sir Jameus Jeens...Modren Scitefic Thought.

Dob Zohans..Genetic and The origin of species.

Raney Grew...Civilization of the east.

Sir Leonard Woolley...Abraham.

Freazer...The Golden Bough.

Edward Mc Nall.... Westren Civilization.

Breufalt.... The Making of Humanity.

Dr, Dedat ... The Ultimate Miracle.

A. Curte...Discover Behind The iron Curtain.

Dr,Harwey Day...The Hidden Power of vibration.

Russal...History of Westren Philosophy.

Jon Stevens... Secred Calligraphy of east.

Dr,simith... Divin Origin.

B Russal...History of Arebs.

Dr,Zafar, Towards understandin Qurran.

DR, mir Aneesudin... The Holly Quran.

Dr M Taqi... The Noble Quran.

Asimov... Exploring the earth and cosmos.

S,Hawhing...A Brief History of Time.

Al,Gore ... Erth in Balance.

J.Sylvester... The Gene Age.

R.Hill.... Physical Methalogy.

David Burine... Micro Life.

STephen Jay Gold... The Panda Thumb.

Rachel Carson... Silent Spring.

Mir,Steween... Geodetic Survey.

J.Parker ... Erth Sciences.

Aavagardo.... Water Realities.

Lyantan Keith...Between Two Words.

Allan Baratan...Recovery and Recycil.

Oliver Owen... Natural Conservations.

A.J.Longly....Environment of Technology.

Richard Wedford....Envionmetel Management

Robert Raymond...Out of Fiery.

P.R.Trevidi....Energy Resources.

Dr.Shafi Hader... Four Tools for a Musilm.

Dr.Shafi Hader... Scince in Quraan.

M.A.Qazi.... Quranic Concept.

A.Ryabchikov....Changing Face of earth.

Dr.Shafi Hader... Deep Thinking.

S.Manzoor...Scientific Significance in Quraan.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Miracle Life.

Dr.Shafi Hader...Quraan and Fate of Cosmos.

Muhammad Shihabuddin nadvi... Cloning.

Syed Mubarak... Quranic Phlosephy.

Ellisow Hawks...Mysteries Of Science.

E.L.Abel... Moon Madnes.

Abdul Mobin Khan... Basic Immunology.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Life.

Dr.Shafi Hader...Creation Of Universe.

Barnaby Rogerson... The Prophet Muhammad

Ingird Mattson.... The Study of Qurran.

Dr, Mohammad Rana... History of Islam.

Adrinne Jansen... Asian Face Of Islam.

Thomos C,... Years of Innovation.

Erich.V, ... Miracles Of God.

I.A. Ibrahim... Understanding Islam.

Dr,Kazmi ...Guinness Concept.

Dr.Shafi Hader..Quraan and Quality Concepts

Judit Bower...Enviromental Systems.

Syed Mubarak...Quranic Therapy.

Shah Manzoor... Quranic Verses.

B.Person...History of Prophet Mohammad.